

مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ

قائم الحق
فى الجواب
احقاق الحق

مصنّفه

مولوى مولانا حاج الحرمين حمزه على صاحب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نام کتاب:	قائم الحق الجواب احقاق الحق
مصنف:	جناب مولوی مولانا حاج الحرمین حمزہ علی صاحب
ایڈیشن پہلی بار:	اختر ہند پریس سہارنپور
دوسری بار:	دہلی ۱۹۹۲ء منجانب انجمن صوفیہ نور بخشہ کرگل
کمپیوٹر کمپوزنگ:	حبیب اللہ کھربو

تعداد:

ہدیہ

نمبر شمار	فهرست مضامین	صفحه نمبر
۱	حمد و دیباچہ	۱
۲	مسئلہ تقدیر	۸۷
۳	باب رویت	۱۰۴
۴	باب تصویر	۱۱۲
۵	باب تقلید	۱۳۲
۶	مختلف المسائل	۱۳۴
۷	فصل تراویح	۱۳۵
۸	فصل فی الوتر فصل فی الوضوء	۱۳۸
۹	فصل المذی	۱۳۸
۱۰	فصل فی الوضوء مرتین	۱۳۹
۱۱	فصل فی المسح راس ورجلین	۱۴۲
۱۲	فصل فی نیت	۱۴۴
۱۳	فصل فی الدعاء افتتاح	۱۴۷
۱۴	فصل فی بسم اللہ الحمیر والاعلیٰ	۱۵۰
۱۵	فصل فی القرأت	۱۵۲
۱۶	فصل فی القنوت	۱۵۴
۱۷	فصل فی التّائین	۱۵۷
۱۸	فصل فی ارسال الدین والوضع	

نمبر شمار	مضمون
۱۹	باب الاذان
۲۰	باب فصل فی بہتان
۲۱	باب جمعہ
۲۲	باب بیمار نامہ دیکھنے کا
۲۳	
۲۴	
۲۴	باب فی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۲۶	باب فذک
۲۷	باب فی ازواج مطہرات
۲۸	در باب مذمت سب و لعن
۲۹	در شان حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب
۳۰	باب فی المعصۃ النساء
۳۱	اطلاع اہل تفریط کو
۳۲	ما تم کرنا امام حسین کی۔
۳۳	مرثیہ پڑھنا
۳۴	نوحہ و سیدہ زنی و بال نوچنا
۳۵	رونا پیٹنا طمانچہ و چلا نا
۳۶	ما تم کرنا سرنگا کرنا
۳۷	اڑانا سر پر خاک و ندا ہونا بصاحب قبر

نمبر شمار	مضمون
۳۸	مرثیہ ثبوت آیہ شریف
۳۹	نوحہ محل و تعزیہ و نذر
۴۰	ندا و صدقہ
۴۱	بیت موتاؤنح کرنا
۴۲	متفرق مسائل زیارت مقبرہ سامع موتا
۴۳	باب رجعت
۴۴	سوال و فتویٰ
۴۵	علماء مشاہیر و مولینا مولوی سید قاسم شاہ صاحب کھر کوٹلہ
۴۶	علماء فاضل مولینا مولوی محمد ابراہیم اشتہار دہندہ تھو کھور
	نور بخش سلیمہ
۴۷	مولینا مولوی سید مختار میر واعظ کریمسی حال علاقہ چیلو سلیمہ
۴۸	مدح حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی و احوال مجالس المؤمنین
۴۹	مدح حضرت سید محمد نور بخش رحمہ اللہ کے نور اللہ شوستری
	مجتہد شیعہ نے در کتاب مجالس المؤمنین لکھا ہے
۵۰	سید عارف زاہد شاہ قاسم فیض بخش قدس سرہ خلف صدق
	سید محمد نور بخش رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم اجمعین۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

الحمد لله المتفرو بالقدم والبقاء	المتوحد بالعظمة والكبرياء
الحاكم بنا يريد والفاعل لما يشاء	موكل البلاء لا انبياء تم الاولياء

والصلوة على سيد المرسلين وخاتم الاولياء وعلى اهل بيته الطاهرين واصحابه النجباء ولعنة الله على اعدائهم مادامة السماء اما بعد فقد قال الله تعالى يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وقلوا لا سديداه قل من بيده ملكوت كل شيء وهو يجير ولا يجار عليه ان كنتم تعلمون. سيقولون الله قل فاني تسحرون ط و كل فعلوه في الزبر ط و كل صغير و كبير مستطر ط عن علي قال قال رسول الله صلعم الايمان بالقلب والاقرار باللسان والعمل بالاركان. وعن ابي الحسن الكاظم انه قال لا يكون شيء الا ما شاء الله و اراده في الكليني و ابن بقبوى واخرون منهم عن الائمة ان الله خلق بعض عباده سعيدا و بعض شقيا لعلمه بما كانوا يعملون و في رواية المسلم قال كتب ابن آدم نصيبه من الزنا (وغیره) مدرک لا محالة ط

قدر گو هر شه بداند جوهری	گر قدرش نه داند چه داند میفرشد بگری
گر نه بنند برز شیر چشم	پشمنه آفتاب را چه گناه
خلاف پیغمبر کسی راه گزید	که هر گز بمنزل نخواهد رسد

اور ہمارے ہم عصر صاحب باز نہیں آئے۔ رسالہ صراط الحق میں آیات و احادیث پر کر کے لکھا اور بروز جلسہ مؤمنین سے نصیحت کیا اور اپنے مولویوں کے فتواؤں کو بھی پیش کیا۔ علت نکلا کر سب سے فرار ہوا تو بحکم آیہ شریف تاملون بالمعروف و تنہون عن المنکر و تومنون باللہ۔ قال من راء منکم

منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع فليسانه فان لم يستطع فبقلبه و
 ذالك اضعف الايمان و قول مجتهد نا رحم الله والاحتساب عبارة
 عنهما (امر نهى) وهو من اعظم اصول الدين فى الفقه الاحوط۔ اور
 ان آيات وغيره كالحكمين كالحكم من لازم الامر هو كركهنا پڑاتا كہ اپنے اصول دين
 قائم رہیں اور بروز جلسہ اپنی نصنفي رسالہ احقاق الحق وغيره كمنسوخ كركے ہم دونوں
 نے عہد نامہ لكھ كر ديا ہے۔ پھر عہد شكى كركے منسوخ شدہ احقاق الحق وغيره بذریعہ
 ڈاك ميرے پاس آيا اور تقسيم بھی كيا۔ تو لازم ہوا كہ مذكور آيت اور حدیث اور فتوى
 مجتهد كے حكم سے كہ منكر كو تغير كرنا۔ اس لئے یہ جانی حمزہ علی ولد خلیل محمد چلوئی نے بہ تلور
 مسمل قائم الحق ابطال الباطلین كو تالیف كركے منسوخ شدہ احقاق الحق واعلام الحق
 دونوں مثل خیار دو نیم كر ديا۔ قابل دید نہ رہا۔ الحمد للہ بتوفیقہ۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم ط
 قال رسالہ احقاق الحق صفحہ ۱۱ میں کہ بندہ خاتم المجتہدین سید محمد نور بخشؒ کا
 مقلد ہوں اس لئے اپنے مجتہد کی کتاب محاورہ رکھتا ہوں اور کہیں ایک دو جگہ صرف
 و خودانی کی علمیت ظاہر کیا ہے۔ قلت اپنے آپ بڑائی کرنے سے نہیں بڑھتی۔ کیا
 آپ کو یہ معلوم نہیں کہ جس کسی کے پاس نافع آہو ہے وہ مجلس خود بخود خوشبو سے معطر
 ہوتی ہے اور مجھ میں کستورہ ہے کہنے کی ضرورت نہیں۔ اور ان تراعی الرفق و
 الحکمت مجتہد کے اس حکم میں کون داخل ہے۔ اپنے اپنے رسالوں کو صاحب
 علم ملاحظہ فرمانے سے آگاہ ہونگے۔ اور بذریعہ رسالہ صراط الحق آیات اور احادیث
 کی مومنین نے یوم عہد سمجھایا لیکن کیوں نہیں ماننا تھا۔ ازل میں مشیت الہی کا حکم
 نہیں ٹل سکتا۔ اپنی پھر بھی خود بین میں رہا۔ طبع اللہ علیٰ قلوبہم یعنی مہر لگائی ان
 کے دلوں پر اللہ نے۔ آیت مذکور میں داخل ہونے سے محفوظ رکھ یا اللہ۔ (یہ فعل ماضی
 کے ساتھ فرمایا۔ ہر فعل کو فاعل کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں فاعل کون ہے۔ یعنی خدا
 ہے)

قال ایضاً مولوی فضل الہی و مولوی عبداللہ کے اشتہار کے رد میں ان کو ضال
 مضل و دجالوں و کذابوں اور حزب الشیطان الا جو لفظ تنبیہ کو لکھا ہے یہ جو اپنے ہاتھ
 سے لکھ کر خود کو تنبیہ ہوا دوسروں کو کس طرح تنبیہ ہو سکتی۔ شعر

بر زبان تسبیح در دل گاؤ خر | این چنین تسبیح کے وارد اثر

اور اہل انصاف کو معلوم ہے کہ کون ہٹ دھری ہے اور اس آیت شریف کے
 مصداق نہ ہو جائے۔ انا مرون الناس بالبر و تنسون انفسکم و انتم

تتلون الكتاب الامیہ یعنی حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو آپکو اور تم پڑھتے ہو کتاب پھر کیا نہیں معلوم۔ اور یہ بھی مقصد امر الہی کے ہے اوروں کو ہدایت اپنے کو فضیحت۔ اس کے حکم سے باہر کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ و لتجری الفلک بامرہ یعنی اور تا چلیں ہم جہاں اس کے حکم سے اور اس کی تفسیر التسنن بمشیئہ فی البحر جلالین یہاں بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ فاعل ہیں۔ اور قوله تعالیٰ یخلق ما یشاء یعنی بناتا ہے جو چاہے۔ ای یحول خلقہ کما یشاء و من حال الی حال فی الجلالین۔ (اس میں بھی صیغہ مضارع فرمایا اور فاعل اللہ ہے نہ بندہ) جس حال میں کرنا چاہئے۔ یعنی عزت و توقیر، ذلت و حقیر وغیرہ یہ سب کام کا سبب ہے اور مسبب خدا ہے اور پیدا کرتا ہے تم کو جیسے چاہے اور بدل دینے پر صفتوں کے ان کی بوجہ حکمت۔ (تفسیر تنویر البیان صف ۸۰۸)۔

و قوله تعالیٰ یطیع اللہ علیٰ قلوب الذین لا یعلمون یعنی مہر کرتا ہے اللہ ان کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے۔ ای یختم اللہ فی الجلالین (در حقیقت فاعل خدا ہے مگر بندہ سبب اور محکوم ہے)۔ بل امر بین الامرین۔ اوسط اسی کو کہتے ہیں نہ کہ فعل بندہ پیدا کرنے کو (قوله تعالیٰ یقولون هل لنا من الامر شیء ط قل ان الامر کلہ للہ یعنی کہتے تھے کچھ بھی کام ہے۔ ہمارے ہاتھ تو کہہ سب کام ہے اللہ کے ہاتھ)۔ ای من النصرة والدولة قل یا محمد الدولة والنصرة بيد اللہ فی الجلالین۔ تفسیر عمدة البیان صف ۱۳۹ میں لکھتے ہیں یقولون کہتے نہیں۔ بھاگتے وقت هل لنا من الامر شیء کیا ہے۔ واسطے ہمارے امر فتح سے کوئی یعنی منافق مسلمان کو بھاگتا دیکھ کر کہتے تھے۔ کہ جو نصرت اور

غلبہ کی طمع رکھتے تھے اور محمدؐ اس مقدمہ میں ہم سے وعدہ کرتا تھا کیا وہ پورا ہوگا۔
(ہرگز نہیں) قل ای محمدؐ ان منافقوں سے کہدے ان الامر کله لله بے شک کام
سارے خاص واسطے خدا کے ہیں۔ بیت

اے دل بکشا چشم بین جلوۂ دلدار	کردہ است تجلی ہمہ جابر درود یوار
اے شیخ ز اسرار حقیقت تو چہ دانی	عمرت ہمہ بگذاشت پئے جید و دستار

اس آیت سے بھی یہ حاصل ہوتا ہے کہ مرض اور مشیت خدا ہر کام میں موجودہ
پاتا ہے۔ سوائے خدا کے کار ساز کوئی نہیں۔ قال احقاق الحق میں لکھا ہے۔ کہ فلاح
المؤمنین میں مجبور مطلق درج ہے۔

قلت فلاح المؤمنین موجود ہے کہیں بھی مجبور مطلق نہیں ہے۔ شاید ان
صاحب کو خواب میں دیکھا ہوگا۔ اور اب حضرت نے احقاق الحق میں تین جگہ میں
مجبور کے لفظ لکھا ہے۔ ان تین جگہ کے موقع پر کیوں مجبور مطلق ہو گیا۔ اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ آپ خود پہلے معتزلہ میں داخل تھے ایسا منسوخ شدہ رسالہ سے معلوم ہوتا
ہے۔ جبریہ میں داخل ہوا ہے۔ اور ادھر صراط الحق یعنی نور بخشیہ اوسط میں دعویٰ کرتے
ہیں۔ آپ صاحب خدا کے فضل کسی مذہب میں داخل نہیں۔ بیت

عربی نہ فارسی نہ ترکی نال کی نہ سم کی نہ سُر کی
گھر کے نہ اور کار کے در کے ہو گئے تم نہ ادھر کے نہ ادھر کے ہو گئے
اور یہ بھی حکم الہی قولہ تعالیٰ کل شیء یرجع الی صلیہ یعنی ہر ایک چیز
پھرتی ہے اپنے اصل کی طرف (اصل کے مراد مادہ ہے) ہر چیز کے لئے ثابت سوائے
خداوند کریم کے اور خدا کو معلوم ہے کہ مقدر اڈلی ہے یا لوح محفوظ ہے یا عالم ارواح
الست کے یوم ہے یا یہ خاک مذلت ہے یا آدم ہے یا حوا ہے یا پشت پدر ہے یا رحم مادر

ہے۔ و قوله تعالى ' و عنده ام الكتاب ای لوح محفوظ لا یزید فیہ ولا ینقص فیہ فی الجلالین۔ تفسیر تنویر البیان صف ۵۰۶ میں ہے اور لکھ دیتا ہے۔ کہ جس امر میں مصلحت دیکھتا ہے اور اس کے پاس ہے لوح محفوظ کی اصلی کتاب اور کوئی چیز نہیں ہے مگر اس میں لکھی ہوئی۔ اوسط کا درجہ اصل میں فاعل خدا۔ ظاہر میں سبب مشیت مجازاً بندہ سمجھا جائے۔ اور اسی پر ایمان رکھنا چاہئے۔

قال فی احقاق الحق تہمت اور افترا کا تذکرہ کیا ہے۔ قلت اسباب میں اول خدا کو معلوم دوسرا آں صاحب نے بلا جزا ظہار الحق کے نام سے ایک رسالہ چار ورق کے لکھ کر چھاپ شدہ موجود میں لکھا ہے کہ ساحر اور منجم اور علام الغیوب کا تاج پوش بنایا۔ علاوہ احقاق الحق جو دس ورق کا ہے۔ اس میں لکھتا ہے۔ ایسے لایعنی باتوں کو جواب نہیں دیتا ہوں اور جس صفات میں آں صاحب راستہ دکھاوے اس راستہ سے ہم غریب لاچار چلنا ہوگا۔ ورنہ فساد اور دین اسلام میں رخنہ نکالنا نہیں چاہتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے شان کہ قوله تعالى ' ان الله يفعل ما يريد۔ یعنی تحقیق اللہ کرتا ہے جو چاہے۔ ای من الشقاوة و السعادة فی الجلالین اور تفسیر البیان صف ۶۵۸ میں ہے ان الله يفعل بدستیکہ خدا کرتا ہے۔ ما یرید جو کچھ چاہتا ہے۔ عوض موصلہ اور مشرک سے بر طریق مصلحت اور حکمت کی اور کوئی نہ ہوگا۔

قال فی احقاق الحق حضرت مسلم کے صاحبزادوں کے ایک کونہ قصہ ذکر کیا ہے۔ قلت۔ کیا اچھا مزہ کا تھا کہ اگر واقعہ کر بلا پورا لکھتے تو ایک کتاب بن جاتی تھی اور پڑھنے والوں کو بھی شوق آجائے۔ اور ہاتھ بہ ہاتھ خریدار ہو کر کچھ حاصل بھی ہو جائے۔ اور تفسیر تنویر البیان صف ۶۵۶ میں اس آیہ کے حکم کو التفات فرمادے۔ قوله تعالى ' فی الارحام ماؤن کے رحم میں ما یشاء جس چیز کو ہم چاہیں قرار دیں

یعنی وہ لڑکا کہ مشیت ہماری اُسی سے متعلق ہو کہ اسقاط نہ ہو۔ اجل مسمیٰ تا وقتیکہ نام رکھا جاوے اور مقرر ہو کر وقت پیدا ہونے کا ہے اور کم سے کم چھ مہینے اور دس مہینے اور ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جب نطفہ رحم میں ٹھہرتا ہے حق تعالیٰ ایک فرشتہ اس پر موکل گردانتا ہے۔ فرشتہ عرض کرتا ہے خداوند ایہ نطفہ تام الخلق ہے۔ اس کو گرا دے اور اگر حکم ہو ناقص الخلق ہے اس کو گرا دے اور اگر حکم ہو اکہ تمام خلقت عرض کریگا۔ خداوند امر دہو گا یا عورت اور رزق اس کا کہاں ہوگا اور اجل اس کی کیا ہے۔ اور نیک بخت یا بدکار۔ حکم ہوگا لوح محفوظ میں دیکھ اور اس کو لکھ۔ (مطلب سے لوح محفوظ ہے اور اصل میں جو درج ہے اس میں تغیر و تبدل کم و زیادہ نہیں ہے۔ اگر کوئی کہے دعا اور تعویذ اور درود وغیرہ سے اچھا ہو اور ان کے یاد ہونا اور کوشش اور استعمال میں لانا ایک دوسرے کو یاد دلانا اور گویا جو کرنے کے فعل بھی اسی کتاب میں درج ہیں) اور اس حکم کے درست اور صحیح دلیل میں یہ قطعہ حدیث کے آخری حصہ کو لیجئے کہ قال افتلو منی علیٰ ان عملت عملاً کتبہ اللہ علیٰ ان عملہ قبل ان یخلقنی باربعین مسنة قال رسول اللہ فحج آدم موسیٰ رواہ مسلم فی مشکوٰۃ یعنی کہا آدمؑ نے کیا پھر ملامت کرتے ہو تم مجھ کو اس پر کہ کروں میں وہ عمل کہ لکھا اس کو اللہ نے مجھ پر کرنا اس کا پہلے پیدا کر میرے کہ چالیس برس فرمایا۔ پیغمبر خدا پس غالب آئے آدم موسیٰ پر روایت کی یہ مسلم نے مشکوٰۃ مظاہر حق کتاب الایمان جلد اول صف ۵۳ اور ایضاً اسی صفحہ کے اندر ایک اور حدیث لیجئے۔ ابن مسعود سے روایت ہے کہ نطفہ پدر رحم مادر میں پہنچنے سے ثم یبعث اللہ الیہ ملکا یاربع کلمات فیکتب عملہ وایجلہ و زد نہ و مشقی و سعید ثم ینفخ فیہ الروح فوالذی لا الہ غیرہ ان احدکم لیعمل بعمل اهل الجنة حق

ما يكون بينه و بينهما الا ذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل
 اهل النار فيدخلها و ان احدكم ليعمل بعمل اهل النار حتى ما يكون
 بينه و بينها الا ذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل اهل الجنة فيدخلها
 متفق عليه. یعنی جب چالیس دن ہوئے تو پھر اللہ اس کی طرف کو ایک فرشتہ
 بجاتا ہے چار باتوں کے ساتھ۔ پس فرشتہ لکھتا ہے عمل اس کا (یعنی کوئی ساعمل نیک
 ہو یا بد) اور موت اس کی اور روزی اس کی اور بد بخت ہونا یا نیک بخت ہونا اس کا۔ پھر
 پھونکی جاتی ہے اس میں روح۔ پس قسم ہے اس ذات کی کہ کوئی معبود سوا اس کے کہ
 تحقیق تمہارا۔ البتہ کرتا ہے کام اہل بہشت کی یہاں تک کہ نہیں ہوتا درمیان اس
 شخص کے اور درمیان بہشت کے مگر ہاتھ بھر پس غلبہ کرتی ہے اس کے سرنوشت
 اس کی۔ پس کرتا ہے کام دوزخیوں کے سے پس داخل ہوتا ہے اور تخمین اور تحقیق ایک
 تمہارا۔ البتہ کرتا ہے کام دوزخیوں کے سے۔ یہاں تک کہ نہیں ہوتا درمیان اس کے
 اور درمیان دوزخ کے مگر ہاتھ بھر۔ پس غلبہ کرتی ہے اس پر سرنوشت اس کی۔ پس کرتا
 ہے کام بہشتیوں کے سے۔ پس داخل ہوتا ہے بہشت میں۔ روایت ہے (متفق
 علیہ) اگر کوئی یوں کہے کام کرنا پایا تو کہدے کام کرنا بھی لکھا ہے۔ کام کے سبب بندہ
 مجاز ہے۔ حقیقت میں فعل از طرف خدا ہوا اور اوسط اسی کو کہتے ہیں۔

قال احقاق الحق کے صفحہ ۲ میں اذا يئس الانسان طال لسانه۔ قول:
 یہ بالکل بجا لکھا ہے اور بیجا نہیں کیونکہ رسالہ صراط الحق کا جواب نہ بننے سے واقعہ کر بلا
 اور دونوں صاحبزادہ مسلم کو لکھ کر رسالہ بن گیا۔ کہاں یہ اصول دین ہے اور کہاں قصہ
 کر بلا۔ قال لسانہ اسی کو کہتے ہیں کیونکہ رسالہ صراط الحق میں جو آیت واحادیث لکھا
 گیا ہے۔ ایک کا بھی جواب ندارد اور عام فریب جو آں صاحب نے اہل حدیث کے

علماؤں کے جواب میں لکھا ہے وہ آپ کی طرف بھی عائد ہو گیا۔ عام فریت جو ہے وہ دارین میں بیکار ہے۔ قال صفحہ ۲ میں جزاک اللہ لکھا ہے۔ اقول۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جزاک اللہ کے سوا کچھ نہیں کہتا ہوں۔ آگے چل کر قال صفحہ ۳ میں یہ تہمت لکھا ہے کہ آپ کے اجداد نے ہم غریب سادات کو تین مرتبہ قتل عام کیا۔ ملک تبت تک پہنچ گئے اور یہ بھی لکھا ہے کہ عدالت قیامت میں ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ آپ اور مجھ میں عدالت بھی انشاء اللہ ضرور ہوگی۔ اقول جزاک اللہ اور صفحہ ۳ میں من اذای اولادی اور قیامت کے دن عدالت ان تینوں صفت میں داخل رہنا چاہئے تو آگے کو آپ اور مجھ میں عدالت ضرور ہوگی خدا کی چاہت شرط رکھ کر۔ اور قتل عام کے تہمت اور ضرب لسان کے زخم کو نہیں لکھتے۔ قال عام مجلس میں بحضور مؤمنین آں صاحب کی زبان مبارک سے یہ بھی جاری ہوا کہ تم لوگ یعنی چلو والے فساد ہی ہیں اور ہمارے اجداد کو مار دیا ہے۔ اور جزاک اللہ ضرور کہے گا۔ اقول آپ کی سچائی اسی سے معلوم ہوتی ہے کہ پہلے سطر میں کچھ اور بعد کی سطر میں کچھ۔ ایک بات پر اعتماد نہیں رکھتا۔ کیا یہ اولاد رسول کی شان ہے۔ اور جزاک اللہ کے یہ معنی نہیں کہ آپ کہیں اس کے بالعوض ناسزا کے یا مکارے یا جان سے مار دے اور جزاک اللہ کا مطلب صبر کرنا ہے۔ منہ سے جزاک اللہ کہتا ہے اور ہاتھ میں قلم ہے۔ وہ مثال میں حضرت ذکر یا کے سر مبارک اور کفار کی آری۔ اس کو کون بیوقوف صاحب صابر کہیں گے۔ بلکہ ظالم، جابر، اور مفسد الدین لقب ہو جائے گا۔ کہاں اصول دین کہاں قتل عام اور کہاں واقعہ کربلا ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیہ ہے کہ آنحضرت نے دعا مانگی ہے کہ اللہم حفظنا من شر الحاسدین و قول تعالیٰ و من شر حاسد اذا حسد۔ یہ آیہ شریفہ حاسدین کے حق میں ہے اور حسد ایسا ہے کہ دنیا کیلئے اپنے عقشی کو برباد کرنا ہے

اوروں کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ کیونکہ اس موقع پر ترمذی شریف کی یہ حدیث یاد آئی کہ وہ ابن عباس سے روایت ہے۔ حدیث کے آخری حصہ کو لیجئے۔ واعلم ان الامة لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک الا بشیء قد کتبہ اللہ لکم ولو اجتمعوا علی ان یضرّوک بشیء لم یضرّوک الا بشیء قد کتبہ اللہ علیک رفعت الاتلام و جفعت الصحت یعنی یقین اور ایمان لاوے۔ ایسی بات ہے کہ تمام امت کے لوگ جمع ہو جائیں اس پر کہ تجھ کو کوئی چیز فائدہ پہنچا دیں تو فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔ تجھ کو۔ مگر لکھ دیا ہے اللہ نے تیرے واسطے اور جمع ہون اس پر کہ تجھ کو کوئی چیز نقصان پہنچا دیں تو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ مگر جو لکھا ہے اللہ نے تجھ پر۔ اٹھائی گئی قلم اور سوکھ گیا کاغذ اور اس حدیث کے ماتحت مولوی محمد ابوالحسن سیالکوٹی صاحب اہل حدیث کے علما نے خطبات التوحید جدید کے صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے۔ کہ اور یقین سمجھ دے کہ قلم تقدیری ہرگز نہیں پھر سکتا۔ اور جو لکھا ہے وہ ہرگز نہیں مٹتا۔ پھر اگر سارے جہاں برے اور چھوٹے نبی ولہ بادشاہ اور رعایا مل کر چاہیں کہ کسی کو نفع و نقصان پہنچائیں تو ذرہ بھر نہیں پہنچا سکے۔ ہاں البتہ اللہ اپنے ہر بندے کی دعا قبول کر لیتا ہے۔ مگر قبول ہونا بھی تقدیر میں لکھا ہوتا ہے۔ تقدیر سے باہر دنیا میں کوئی ماک نہیں ہو سکتا۔ اور کچھ کام کرنے کی قدرت نہیں۔ پھر وہ مالک مختار ہے۔ اگر کسی کو کچھ اختیار ہوتا تو اپنی موت کو کچھ لمحے آگے پیچھے کرتے۔ اپنی جان و مال اور عزت و آبرو برباد کے وقت کچھ روک ہیں سکتے۔ دوسرے کو کیا فرق ڈال سکتے ہیں۔ آیت شریف ما لا ینفعک ولا یضرک یعنی خدا کے سوا تجھ کو نہ فائدہ دیں اور نہ نقصان۔ قولہ تعالیٰ قل انی لا املک لکم ضرّاً ولا رشد الخ یعنی کہہ دے اے محمدؐ میں نہیں اختیار رکھتا کچھ تمہارے نفع کا الخ۔ معلوم ہوا کہ

تقدیر نہیں ٹل سکتا ہے اور بندہ مستقل اختیار بھی نہیں۔ بلکہ بل امر بین الامرین اوسط ہونا چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ فعل درحقیقت خدا کی جانب سے ہو بندہ مجازاً نسبت مناسب ہے۔ بطور کاسب اور وہ کامل قدرت ہے۔ بندہ سبب مسبب ہے بارادۂ خدا اور مشیت اس کی سے اور خدا خیر سے خوش ہے اور شر سے بیزار ہے۔ یہ اعتقاد رکھنا اوسط میں ہو کر درست ہے۔ اور نچ البلاغہ میں قول جناب امیر کا یوں منقول ہے۔

قال امیر المؤمنین انی لولقبتم واحد ا و هم ملاء الارض کلها ما بالیت ولا استوحشت و یقین من ربی و انی الی لقاء الله و حسن ثوابه المنتظر ارج یعنی فرمایا حضرت امیر المؤمنین نے تحقیق مجھ کو قسم ہے خدا کی اگر ملاقات کروں میں ان لوگوں کی تنہا اور وہ لوگ تمام روئے زمین میں پڑھ پرواہ نہ کروں میں اور وحشت نہ کھاوں میں اور یقین رکھتا ہوں میں اپنے پروردگار سے اور میں اللہ سے ملنے یعنی دیدار کا اور اس کے ثواب کا منتظر اور امیدوار ہوں اور اسی صورت سے یہ معلوم ہوا کہ تمام روئے زمین کے لوگ جمع ہو کر ایک شخص کے مال اور جان اور عزت میں فرق اور خرابی ڈالنا چاہتے تو بال بھر بھی نہیں کر سکتا۔ مگر شرط یہ ہے کہ مشتاق دیدار الہی کا ہو اور منتظر ثواب اور امیدوار کرامت خدا کا ہو کیونکہ تقدیر جو لوح محفوظ میں لکھا ہے وہ ہرگز جھوٹا نہیں ہو سکتا ہے۔ شرح اصول کافی جز پنجم صف ۱۴۳ مرقوم ہے۔ عن ابی عبد اللہ قال من اذا صلی المغرب ثلث مرات الحمد لله الذی یفعل ما یشاء ولا یفعل ما یشاء غیرہ اعطى خیرا کثیرا یعنی روایت است از امام جعفر صادقؑ گفت ہر کہ گفت چوں گذارد نماز مغرب را کہ سپاس اللہ راست کہ میکند ہر چہ را کہ مے خواہد و نمی کند ہر چہ را کہ مے خواہد غیر او دادہ شدہ خیر بسیار۔ اس حدیث کا فائدہ یہ ہوا حقیقی فاعل خدا ہے اور اس کی چاہت پر

ہے۔ جو ہوگا وہی ہوگا۔ انسان مجازی فاعل کہتے ہیں۔ مگر جو لفظ منہ سے نکلتے ہیں وہ اس کی مشیت پر ہے اوسط بھی ہے۔

قال احتاق الحق صف ۳ اس حدیث کو لکھا ہے۔ من اذا اولادی فقد اذانی فقد اذا لله۔ اقول۔ اس حدیث میں کوئی شک نہیں بالکل درست ہے۔ اس حکم میں داخل رہنا مشکل ہے۔ اس حدیث کے حق میں وہ شخص جس میں یہ چند اشیاء موجود ہوں اور جس کے وجود میں نہیں ہے وہ صرف نام سید ہے اوچند باتیں ویہ ہے کہ صابر ہو بے صبری نہ ہو اور نہ مفسد ہو اور نہ صلح کنندہ ہو اور کوڑ ہی صالح ہو اور اگر عالم ہے جو سائل آجائے عکس جواب دینے والا نہ ہو اور مسائل میں ٹکر ہونے والا نہ ہو۔ کیونکہ دیدار خدا میں عین مکر ہو گیا۔ اور حاسد بھی نہ ہو۔ اور اپنے ہی ہم تقلیدی علا آں کے فتویٰ کو عذر نہ نکالے اور ہر حالت میں نیک خلق ہو بد خلق نہ ہو اور عام مجلس میں فرمایا ہے۔ تصویر کھینچنا اور بنانا بہر حال جائز ہے۔ اور بہت گفتگو بھی ہوئی۔ اس کے بعد اشتہار اظہار الحق صفحہ ۴ میں لکھا ہے کہ جواب عکس دیا ہے۔ یعنی اصل میں حرام ہے۔ تصویر ذی روح بہر حال۔ اور چند روز بعد پھر تصویر جائز ہو گئی۔ کیونکہ آپ صاحب خود کی تصویر فوٹو بنا گھروں میں لٹکا کر رکھا ہے۔ اور کردار جیسا کسی کے وجود میں نہ ہونا چاہئے۔ اور مخصوص ہے سادات میں ضرور نہ ہونا ورنہ ایک باپ کی دو قسم کی اولاد ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ مثال لیجئے ہر ایک کو نصیحت ہے۔ دیکھو حضرت آدم علی نبینا کو قاتیل و ہانیل پیدا ہوئے۔ اور نوح علی نبینا کو سام، جام، یا فیث۔ کنعان چار لڑکے دیا اور حضرت یعقوبؑ کوئی لڑکے دیا۔ دیکھو جو نسا اپنے باپ کے حکم میں رہا اور مذکور صفت سے پاک ہو وہ من اذا کی حدیث میں داخل خدا چاہے ہوگا۔ بلکہ آدم کے دونوں لڑکوں میں سے قاتیل بے راہ چلا گیا اور نوح کے لڑکوں میں

سے کنعان غرق ہو گئے۔ سوائے ان کے درمیان امت بہت واقع ہوا ہے۔ اور ہو بھی رہا ہے۔ اور ایسے ہو گئے ہیں اور ایک ماں باپ کی اولادوں میں سے کوئی کسی مذہب میں کوئی کسی روایں میں جاتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔ ”شعر“

قسمت کیا ہر ایک کو اقسام ازل سے

جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

دیکھو جامع الاخبار صف ۱۴۵ میں ہے کہ ایام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ دعا

میں و ترک الاختیار جمیعاً و تسلیم الامور کلہا ظاہراً با و طناً الی اللہ تعالیٰ یعنی اور چھوڑ کہا تمام اختیار اور سوچا کاموں کو کل اس کے (چونکی وچہ بدی وغیرہ) طرف اللہ تعالیٰ کے۔ یہاں سے ثابت ہوتا ہے امام موصوفؑ نے فعل مختار اختیار نہیں فرمایا اور قولہ تعالیٰ من یشاء اللہ یضللہ یمتہ علی الکفر و من یشاء یجعلہ یمتہ علی صراط مستقیم طریق قائم یرضیہ و بقال من یشاء اللہ یضللک یترکہ مخذ ولا من یشاء یجعلہ یہدیہ و یونقہ و یشہ علی صراط مستقیم علی طریق قائم یرضہ و هو الاسلام فی الجلالین۔ اس آیت کا ترجمہ جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے اور جس کو چاہے ڈال دے سیدھے راہ پر۔ موضع القرآن میں ہے اور یہ جو فرمایا چھوڑے نہیں ہم نے لکھنے میں کوئی چیز یعنی لوح محفوظ میں۔ تفسیر تنویر البیان صف ۲۶۳ میں ہے کہ خدا جس کو چاہے گمراہی میں پڑا رہنے دے اور جس کو چاہے لگا دے سیدھے راستہ پر۔ قولہ تعالیٰ یہدی من یشاء الی صراط المستقیم۔ ای یرسل الی دینہ و و یکرم من کان اھلاً لذلک بدین قائم برضآہ و هو الاسلام فی الجلالین۔ آیت کا ترجمہ اللہ جس کو چاہے سیدھے راستہ پر لادے۔ یہ دونوں آیتوں سے معلوم

ہوتا ہے کہ حقیقت میں فاعل خدا ہے اور فعل درحقیقت خدا کی جانب سے ہے لہذا ایک سبب مجازاً بطور کاسب اس کی قدرت کے ساتھ ایمان رکھنا چاہئے۔ مختار تام کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔

قال۔ احقاق الحق صف ۴ میں ہے کہ لیکن امر بالمعروف نہی عن المنکر۔ اقول۔ آپ کو لفظ اردو اور عربی کی تمیز نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ ”نہی“ کے بجائے ”نہیں“ لکھا ہے۔ خیر اس غلطی کا کاتب پر الزام ہوگا۔ ورنہ یہ شعر سمجھا جاتا ہے۔ انوار اللہ سے لکھے کسی کڑ کے: جس میں غلط سلسل عبارت پڑ کر کے۔ اور کیا ایسے امر معروف کا اثر ہو اور کیا خوبی ہوگا اور کیا ہدایت اور کیا فلیغفرہ حدیث کی پیروی اور اُپر ذکر کر کے آیا ہوں ان میں۔ بیت:-

پر طاووست مبین و پائے بین | تاکہ سوء العین نکشاند کمین

ہر کام میں خدا قدرت رکھتا ہے۔ جو چاہے سو کرے خدا کے ارادہ سے۔ اور خدا کے ایک حکم کن سے (یعنی کن لفظ عربی کا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ہو جا) سارا جہاں پیدا ہوا ہے۔ اور چاہئے ایک حکم سے سب کو فنا کر دے۔ اور جو کوئی کام نہ کر سکے تو خدائی کے لائق کیسے ہوتا ہے۔ جس چیز کا ارادہ ہوے تو خود کو چھوڑے یا کسی مخلوقات سے کر ڈالتے ہیں۔ وہ سب قدرت رکھتا ہے۔۔ قال احقاق الحق صف ۴ میں ہے علیحدہ علیحدہ لکھ دیجئے۔ اقول خوب۔ آپ ہمارے سید ہیں۔ جس طرح راستہ بتلا دیں تو بوجہ لا چاری چلنا ہوگا۔ بشرطیکہ خدا مجھ کو قوت عطا فرمادے۔ بھولے:-

کسی نمی پڑسد کہ بھیا کون ہے :: ایک ہے یا ڈیڑہ ہے یا پون ہے۔

مصرعہ: تیشہ بر پائے خود زند آبلہ اور کبھی کیا خوف ہے خدامد دفر ماویں۔

قال صفحہ مذکور میں ہے۔ کہ کسب کا اختیار ہونے کو اور مجبور مطلق نہ ہونے کو

قائل ہوتے اور آیت و ان تصبہم سیئۃ من نفسک کو آپ مانتے تو آپ کو شرمساری اور مجھ کو رسالہ لکھنے کی تکلیف کیوں ہوتی۔ اول کسب کا مجازاً اختیار خدا کی توفیق سے ہوں۔ پہلے سے اگر یقین نہ ہوئے رسالہ صراط الحق میں دل کی آنگک سے غور کر مطالعہ فرمائے۔ اگر خدا کو منظور ہو تو ذہن نشین ہوگا۔ ورنہ شاید آپ کو کہیں بچپنے کا کوئی خواب یاد آیا ہوگا۔ مجبور مطلق کے اور اس رسالہ میں بھی بذریعہ آیات و احادیث پُر کر ہدایات لکھا ہوا ہے۔ اگر قسمت میں ہدایت ہونے کی ہے تو ضرور ایمان لائیں گے۔ اوسط میں جو اس میں تحریر ہے اپنے فعل مختار کو رخصت کریں گے۔ پھر بھی ان دلائل قطعی پر اپنے ظن کو ترجیح دیوے تو اسلام کی قلاہ اپنی گردن اپنے ہاتھ ہو جائے گا۔ خدا حافظ ضرور ہے۔ میں اس آیت شریف کو خدا کی فضل ماننے والا ہوں۔ گو کہ قرآن شریف کی تمام آیت کو ماننا ضرورت ہے۔ اصول دین میں جو کوئی ایک آیت قرآنی کو نہ مانے وہ کافر ہو جاتے ہیں۔ اور آیت معظمہ کو مکرر لکھنا پڑا۔ ان تصبہم حسنة يقولوا هذه من عند الله و ان تصبہم سيئة يقولوا هذه من عندك قل كل من عند الله۔ یعنی اگر لوگوں کو کچھ بھلائی پہنچے کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور پہنچے تم کو برائی کہیں یہ تمہاری طرف سے ہے۔ کہہ (اے محمد صلعم) کل خدا کی طرف سے ہے اور اس آیت مجملہ سے تمام عقد کھل گیا ہے اگر سمجھ رکھتے ہو۔ اور و اصابتک من سيئة فتن نسفاً (پہلے تو آیت میں غلط لکھا ہے ما اصابتک کے بجائے ان تصبہم لکھا ہے۔ آپ کی عبارت میں لکھا ہے۔ آپ کی عبارت میں دیکھو یہ علیت صرف خود دانی کی وجہ ہے۔ اور ان دونوں آیتوں کو مشرح بیان تفسیر تنویر البیان صفحہ ۱۸۲ میں ہے کہ جو کچھ برائی یا بدی کہ تم کو پہنچے از قسم بدی پس نفس کے سبب ہے اور یہ قول خدا کے لئے بہ ہر حال مناسب نہیں۔ جیسے کہ خدا فرماتا

ہے کل من عند اللہ مجمل طور پر فرمایا کل جانب خدا ہے۔ اس تفسیر نے کھلم کھلا فیصلہ کیا ہے کہ علمائے دین فرمائے کہ کون اس آیت کو ماننا اور کون نہیں ماننا۔ اور میر صاحب آپ خود انصاف سے کہو اسی تفسیر کے مطابق آیت کا انکار کون ہوا۔ ایمان مسلم رکھ کر اقرار کو اور آیت کے انکار ہونے سے توبہ لازم آتا ہیکہ نہیں۔ شرمسار جس کی قسمت میں ازل کے روز تقسیم ہو چکا ہے وہ شرمساری ہوگا۔ میرا عادل خدا دونوں جہاں میں عادل ہے۔ جیسے آپ کے خدا کی ضرورت نہیں۔ صرف عقیقی میں اس کا بیان صراط الحق میں لکھ دیا ہے۔ مطالعہ کرو اور رسالہ لکھے تو منسوخ کیا اپنی قلم سے۔ فضول بلا مقصد کا غزو و شنائی کو صرف کر لیا ہے۔ کیا فائدہ ہے اپنے کو نہ اہل مذہب کو بلکہ اس آیت شریف میں داخل ہے۔ ان اللہ لا یحب المسرفین ط یقین ہے کہ اللہ دوست نہیں رکھتے بیجا خرچ کرنے والوں کو۔ پھر مذکور منسوخ کئے ہوئے کو تقسیم کیا تو مجھ کو لازم ہوا کہ ردی کو رد کرنا اور میں بخوشی نہیں لکھتا ہوں کیونکہ ضرورت ہو کر لکھتا ہوں اگر ہم جواب نہ لکھیں تو کیا معلوم ہے کہ رسالہ احقاق الحق ناسخ ہے یا منسوخ۔ اس رسالہ قائم الحق کے ذریعہ سے معلوم ہوا۔ رسالہ احقاق الحق منسوخ ہے خود مصنف کی قلم سے نہ اور کی ماننے کے قابل نہیں ہے۔

قال احقاق الحق صفحہ نمبر ۴ لفظ مجبور مطابق کو چاقو سے محو فرما کر بجائے اس کے نسبت لیس سبب ایسا لکھا ہے۔ اقول۔ محو کرنا چاقو سے یہ کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ کسی سے عہد نہیں لئے تھے۔ اور آپ صاحب جو لکھا ہے عہد نامہ ثبات عقل سے بقلم خود اہل پنجایت کے پاس موجود ہے۔ وہ چاٹ کر عہد کو توڑنا اور جس چیز کو صاحب پنج کو دینے کے قرار ہو کر انکار ہونا یہ آپ کی اولاد رسول کی شان ہے۔ اور اسی موقع پر سرور کائناتؐ کی یہ ایک حدیث یاد آئی۔ واسطے ہدایت کے لکھتا ہوں کہ قال رسول

اللہ الا ایمان لمن لا مہد لہ۔ وعدہ کر کے ایفا نہیں کیا۔ گویا عہد شکنی کرنے سے حقیقی ایما نہیں رہتے۔ اور یہ بھی خدا کی شان ہے برائے نصیحت لکھتا ہوں۔ اللہ کی طرف سے محمدؐ کو نصیحت نازل فرمایا ہے کہ اپنی امت کو ہدایت کرو۔ قولہ تعالیٰ ولا تنفعکم نصیحی ان اردت ان انصح لکم ان کان اللہ یرید ان یغویکم۔ تفسیر تنویر البیان ۴۳۶ میں اسی آیت کو اس طرح لکھا ہے۔ یعنی نہ اور کام کر کی میری (محمدؐ کی) نصیحت جو میں چاہوں۔ تم کو نصیحت کروں اگر اللہ چاہتا ہوگا کہ تم کو برا جالوے اور خدا بسبب فرط عناد تمہاری ہلاکت تمہارے تئیں والا ہو۔ پس اگر میں چاہوں کہ نصیحت کروں میں تمہارے تئیں وہ نصیحت نفع نہیں پہنچائے ساتھ تمہارے (خدا کی منشاء پر رسولؐ کی ہدایت مقدم نہیں ہوتا ہے) اگر بندوں میں سے کوئی عالم فصیح زبان تبلیغ کرے۔ اگر منشاء الہی مقدر نہ ہو تو کچھ اثر نہیں ہوتا ورنہ سبب مسبب ہے اور اپنے رسولؐ کیلئے خدائے تعالیٰ نے فرمایا کہ قول تعالیٰ وما انت بہادی العمی عن ضللہم۔ یعنی اور نہیں ہے تو (محمدؐ) سیدھے راستہ میں لانے والا اندھوں کو ان کی گمراہی سے (صراط المستقیم) اور ہدایت میں لانے والا خدا کے سواء کوئی نہیں۔ اور رسولؐ جو ہے بلانے والا اور رغبت دلانے والا ہے۔ یہ ایک سبب ہے۔ محمدؐ کی ہدایت سے اسلام میں آگیا ورنہ آگے سمجھو جل جلالہ فرماتے ہیں کہ قولہ تعالیٰ فمن یہدی من اضل اللہ یعنی پس کون ہدایت کرتے ہیں جس شخص کو گمراہ کیا اللہ نے (یہاں مطلب یہ ہے کہ حقیقی فاعل خدا ہے ہر فعل کا۔ قدرت اس کی ساتھ ہے۔ مجازاً بندہ ایک سبب کے نسبت کیا ہو ہے۔ قولہ تعالیٰ کذالک یطبع علیٰ قلوب الذین الا یعلمون ط یعنی ایسی ہی مہر کرتے ہیں اللہ ان لوگوں کے دلوں پر نہیں جانتے ان کو) مقدم موخر ہے جس کے دل پر خدا نے مہر لگائے ہیں۔ تب نہیں

جانتے بعض جگہ ماضی کو مضارع پر۔ ارشاد ہوتے ہیں جیسے یبعث اللہ البنین رسولاً یعنی پیغمبروں کا دنیا میں آنا مقدر قلم ہو چکا تھا جو چاہے۔ ای بخلقه من الشقا والسعادة و المعرفة والنکرة فی الجلالین (بد بخت و نیک بخت جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے۔ سب اللہ کی مرضی اور چاہت پر ہوتا ہے) قول تعالیٰ ان ذالک فی کتب یعنی تحقیق یہ کتب میں ای ما یکون من اهل الارض من الخیر و الشر مکتوب فی اللوح المحفوظ فی الجلالین یعنی جو کچھ ہوتا ہے زمین میں لوگوں سے نیکی و بدی رزق وغیرہ گزرتے ہیں یہ سب خدا کے عدل سے ہے نہ کہ ظلم سے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔ قل تعالیٰ لیس بظلام للعبید یعنی نہیں ہے ظلم کرنے والا اپنے بندوں پر (یعنی جو کچھ دنیا میں گذرتے ہیں سب عدل ہے۔

قال احقاق الحق صفحہ ۴ لقاء کے متعلق بھی آپ کا بہتان ہے۔ اقول۔ اس کا بیان گواہوں سے آگاہ ہوا۔ جس کے روز اہل حق مؤمنین کو اور اس کے ثبوت یعنی دیدار خدا کی انشاء اللہ تعالیٰ آگے آیات پینات احادیث واقفہ سے کریں گے اور اپنے علماؤں کے فتوے بھی درج کئے گئے ہیں ان سب کو ملاحظہ کرنے سے خدا توفیق دے تو حق اور ناحق سے پہچان ہو کر اپنے عقل ناقص کو درست ہو کر بے راہ سے باز آوے تو بہتر ہے اور اگر پھر بھی اپنی گستاخی اور ہٹ دھرمی میں رہے تو خدا حافظ ہے۔

قال احقاق الحق صفحہ ۵ کہ مولوی فضل الہی صاحب کو اسی وقت عرض کر چکا ہوں۔ اقل۔ کسی وقت صدر العلماء مولوی آپ کے مفتی دین ہو جاتے کسی وقت معہ مولوی مذکور کے کے وغیرہ تمام علماء اہل حدیث و رجالوں کذابوں ضال مضل کو ب الشیطان ہوتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ دجال ہیں اور چھوٹے ہیں

اور گناہ اور گمراہ میں ڈالنے والا ہے۔ شیطان کی فوج ہے۔ خوب عرض کر چکا ایسا عرض دنیا میں کوئی نہیں کرتے ہیں جیسے کشمیری کی کہاوت ہے۔

قال احقاق الحق صفحہ ۵ شطرتین میں یہ عبارت ہے کہ الوحي من السماء ط سمجھنا چاہئے کیونکہ وہ صاحب بہت زاہد و عابد و عادل ہے۔ اقول۔ کسی خانہ دادہ کے حق میں ایسا مضمون طعن و مذمت اور عزت میں رخنہ لکھنا اور یہ طعن جو سمجھتے ہیں اس کے لئے محمول نہیں کر سکے گا۔ میں جواب کے لئے لاچار اتنی بات قلم کیا ہے۔ مشرح نہیں کیا ہے اور افسوس کی بات ہے یہی کفران نعمت اسی کو کہتے ہیں۔ اور مسائل کے جواب میں مسائل کے عکس دینا آپ کی شان اور عادت ہے اور مسائل عکس جواب کسی پیغمبر نے نہ کسی امام نے دیا نہیں ہے۔ اگر کوئی دیوے تو اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولو الامر منکم کے خلاف ہے۔ اور من اطاع الرسول فقل اطاع اللہ یعنی جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی تحقیق اس نے خدا کی اطاعت کی ہے اور رسول اللہ کا حکم ہے کہ جس نے ایک عیب خدا کے بندوں میں سے کسی کی عیب پوشی کی تو خدائے تعالیٰ ساتر العیوب نے قیامت کے دن عرصہ محشر میں ستر (۷۰) عیب اس کے پردہ پوشی فرمائے گا۔ اور خاص خدا کا حکم ہے کہ ولا تجسسوا یعنی اور تلاش و جستجو نہ کرو اور میر صاحب دونوں حکم میں خلاف واقع ہو کر صاحب موصوف نے زہد و عدا اور عدل میں رخنہ ڈال دیا ہے مگر ہوگا وہی ہوگا۔ کسی کے کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ قوله تعالیٰ 'ولا اصغرا من ذالک ولا اکبر الا فی کدر منین یعنی اور نہیں چھوٹا بقدر زدہ بلکہ اس سے بھی چھوٹا اور نہیں بڑا نہیں۔ مگر روشن کتاب مبین کے ہے۔ اور عزت و ذلیل؛ ابر، فقر و مفلس و غنی اور تنگی و فراخی اور بد بخت و نیک بخت اور بدکار و نیک کردار یہ سب در وقت قضا و قدر لوح محفوظ میں

ہو چکی ہے۔ وہی ہوگا۔ اور کسی کو ذرہ برابر ایمان ہے تو اس میں دیکھو۔ کہ فعل میں بندہ کی منشاء ہے یا خدا کی منشاء ہے۔ عن ابی الحسن موسیٰ بن جعفر قال لا یكون شیء فی السموات ولا فی الارض الا بیع بقضاء و قدر و ارادة و مشیة و کتاب اجل و اذن فمن زعم غیر هذا فقد کذب علی اللہ۔ اصول کافی کتاب التوحید جز دوم صفحہ ۲۹۰ ترجمہ ابی الحسن موسیٰ بن جعفر سے روایت ہے کہ فرمایا کہ نہیں ہے کوئی چیز آسمان میں اور زمین میں مگر ان سات چیزوں کے ساتھ ایک قضا اور قدر و ارادہ اور مشیت اور کتاب اور امن اور مؤمن۔ پس جو شخص گمان کرے اس کے سوا۔ پس البتہ اس نے جو ٹھہ کیا ہے خدائے تعالیٰ پر۔ (شرح اصول کافی جز دوم ۲۳۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ کے جو فعل ہیں وہ بھی خدا کی یہیں سات چیزوں میں سے ہیں اور انسان ایک سبب نسبت ہو کر قدرت اس کے اظہار کی سبب ہے۔ دراصل فعل خدا کی طرف سے ہے۔ اور روایت ہے ترمذی صفحہ ۲۷ الدعاء والدواء شفا و هما قال ہی من قدر اللہ یعنی دعا اور دوا دونوں شفا یعنی اچھا ہونا ہے۔ آنحضرت نے جواب میں فرمایا کہ یہ بھی اللہ کی قدرت سے ہے۔ معلوم ہوا دوا اور دعا ایک سبب ہو گیا۔ بندہ فعل کا اختیار نام کیونکر ہوا۔ ہونا محال بات ہے۔

قال احتاق الحق صفحہ ۵ میں ہے کہ بطور طعن لکھا کہ کتاب فقہ احوط و دعوات صوفیہ و امامیہ اردو میں ترجمہ کیا۔ جس کا نام فلاح المؤمنین سے۔ اقول۔ البتہ ہمیں انہیں کتابوں سے مطلب ہے۔ مطابق آیات و احادیث کے ہم ضرور مسائل لیں گے۔ اگر کوئی مسائل آجائیں تو بھی انہیں سے آگاہ کریں گے۔ اور بے شک ترجمہ ہی کیا ہے۔ اور ان کو ترجمہ کرنے سے آپ کیوں راضی ہونگے۔ چونکہ آپ

راضی ہونے کے نہیں ہیں۔ اگر آپ راضی نہ ہوئے تو بڑے مت ہو جائے ہم آپ کے مانند نہیں کہ نام کسی کا اور کام کسی کا۔ قول تعالیٰ 'ولا تخشوهم واخلشونی یعنی اور نہ ڈرو ان کو اور مجھے ڈرو' (اللہ نے فرمایا کہ سوائے میرے کسی کو نہ ڈرو کیونکہ رازق میں ہوں نہ کہ بندہ)۔ قول تعالیٰ 'یرزق من یشاء بغیر حساب یعنی رزق دیتا ہوں جس کو چاہے بے حساب' (اور یہاں بھی فاعل حقیقی خدا ہے نہ بندہ اختیار نام اگر بندہ اختیار بھی ہو جائے بلا کیف کسی اور کو مہلت دینے سے لامحال ہے۔ ازیں جہت اللہ تعالیٰ اپنے ہر نسبت میں سبب اور وسیلہ اور مدد اور اذن اور ارادہ رکھا ہے۔ اور بندہ سے کوئی کام صادر نہیں ہوتا ہے۔ الا ما یشاء اللہ یعنی مگر جو چاہے اور قول تعالیٰ 'وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقها و یعلم مستقرها و مستودعها کل فی کتاب مبیین یعنی اور کوئی نہیں ہر جاندار زمین میں۔ اللہ پر ہے اس کی روزی اور جانتا ہے جہاں ٹھہرتا ہے۔) (سکونت رات دن) اور جہاں سونپا جاتا ہے (موت اور دفن کی ہر ایک چیز موجود ہے کھلی کتاب میں) کل کے مراد کل شے یہاں تک کہ ہمارے لفظ اور کرنے کے فعل بھی کوئی معفل ہو۔ موجود ہے لوح محفوظ میں) اور برائے تنبیہ قال معاذ اللہ دنیا جیفۃ طالبہا کلاب یعنی دنیا مردار ہے اس کو طلب کرنے والا جو ہوئے دوزخ کا کتا ہے۔) اس حدیث سے متنبہ ہوا جو کوئی خواہش مال وغیرہ دنیا کے کام، حق بات کو پوشیدہ کرے وہ ضرور اس حدیث کے حکم میں داخل ہوگا اور دوسری حدیث میں دیکھو عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ قال الا ان الدنیا ملعونة ملعون ما فیہا الا ذکر اللہ وما و الا عالم او متعلم رواہ الترمذی و ابن ماجہ یعنی ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ تحقیق دنیا پر خدا کی لعنت ہے۔ اور سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر یا جو چیزیں اسی سے

متعلق ہیں اور سوائے عالم اور طالب علم کے جتنی چیزیں دنیا میں ہیں ان سب پر بھی کڈا کی لعنت ہے۔ اس سے حاصل ہوتا ہے کہ دنیا حاصل ہونے کے لئے یا مال یا عورت یا اولاد غرض دنیائے فانی کے واسطے اپنے دین کو چھپائے لیس مسائل دین میں عکس جواب دیوے گویا اس میں خدا کی اضا مندی نہ ہو پھر بھی اس میں مصروف رہنا اس کے لئے افسوس ہے۔ کیونکہ حدیث مذکور کے حکم میں داخل ہو جائے اور اور چاہے کہ خدا کی ذکر اور پانچوں وقت نماز میں مشغول رہے تا کہ خدا کی لعنت میں نہ پڑے اور دنیا کے جتنے مقدر ہو چکی ہیں اس میں سے اترتے ہیں۔ شب قدر میں قول تعالیٰ اَنَا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (یعنی اتارا قرآن شب قدر میں) ایک حدیث کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی شب قدر سے آئینہ شب قدر تک جو کچھ ہوتا ہے۔ اسی سال میں اس کام پر فرشتہ موکل رہتا ہے تو وہ کام ہو کے رہیں گے۔ یہ بھی لوح محفوظ سے علیحدہ نہیں ارادہ خدا ہے۔

قال احقاق الحق صفحہ ۵ میں ہے کہ آپ کی صرف خودانی ہے مضاف مضاف مضاف اللہ کی خبر نہیں ہے۔ اقول۔ آپ کا یہ مضمون علمیت کا فخر اور تکبر ہے اور قیامت کے روز حساب گاہ میں اول ایمان میں سوال ہوگا۔ جس کے اعتقاد صحیح نہ نکلے جیسے تقدیر الہی پر ایمان نہ رکھنا، ہزار بہانہ کر کے تقدیر سے بھاگنا یہ گویا ایمان ہی نہیں۔ فعل مختار جب بندہ ہو گیا تو تقدیر کچھ بھی نہیں۔ اور تقدیر پر ایمان رکھنا فرض ہے اور رکن اصول ہے اس حدیث کی رؤسے۔ عن علی قال قال رسول اللہ لا یؤمن عبد حتیٰ یؤمن یا ربیع یشہد ان لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ بعثنی بالحق و یؤمن بالموت و البعث بعد الموت و یؤمن بالقدر رواہ الترمذی و ابن ماجہ یعنی روایت ہے حضرت سے کہا فرمایا رسول خدا نے نہیں ہوتا

کوئی بندہ یہاں تک کہ ایمان لاوے چار چیزوں پر۔ گواہی دے اس کی کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ کے اور تحقیق میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں ساتھ حق کے اور ایمان لاوے مرنے پر اور اٹھنا بعد مرنے کے اور ایمان لاوے تقدیر پر۔ روایت کی یہ ترمذی اور ابن ماجہ نے۔ گو تقدیر پر ایمان رکھنا فرض عین ہے۔ حضرت انسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ حدیث کے آخر کے حصہ کو لیجئے یقلبہا کیف یشاء رواہ الترمذی یعنی تصرف و قدرت الہی کے ہیں پھیلتا ہے ان کو جس طرح چاہتا ہے (خدا) روایت کی یہ ترمذی رواہ۔ یہ بھی آیا ہے کہ خشک ہوا قلم اوپر علم خدا کے یعنی تقدیر میں تغیر و تبدل نہیں۔ روایت کی ہے احمد و ترمذی مظاہر حق جلد اول صف ۱۱ اعتقاد جو کام تقدیر کے موافق جس کی قسمت ہو چکا ہے وہ اس کے ہاتھ سے کسی سبب بتلا کر ہوگا۔ حقیقت میں اللہ کی طرف سے ہے۔ و عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہؐ مثل القلب کرشۃ بارض فلا یقلبہا الربیع ظہراً لبطن رواہ احمد یعنی اور روایت ہے ابی موسیٰ سے کہا فرمایا رسول خداؐ نے کہ دن کے مانند ہے کہ بچ میں کہ پھیلتی ہیں ہوائیں پیٹھ سے پیٹ کی طرف۔ روایت کی احمد نے یہ اس طرح کہ دل بھلائی سے برائی کی طرف اور برائی سے بھلائی کی طرف پیرتے ہیں۔ مظاہر حق صف ۶۱۔ یہاں ہوا کی شان خدا کی قدرت وغیرہ اوپر کی مثال انسان کے دل فرمایا۔ اب معلوم ہونا چاہئے کہ انسان ایک سبب ہے اور اللہ مسبب الاسباب ہے۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ اسی پر ایمان رکھنا عین لازم ہے اور قیامت کے دن پہلے ایمان میں سوال ہوگا۔ حساب گاہ میں اس کے بعد فروع میں پرشش ہوگا۔ نہ صفت موصوف میں نہ مضاف مضاف الیہ میں سوال ہوگا۔ یہ ایک فن ہے ہوگا تو آخر درجہ میں ہوگا۔ صرف و نحو دانی کا فخر اور تکبر کسی حالت میں جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

قل تعالیٰ کذا لک یطیع اللہ علی کل قلب متکبر جبار یعنی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اوپر ہر ایک دل متکبر نا فرمان کے۔ (متکبر اور نا فرمان مقدر ہو چکی اس کے دل پر) اللہ تعالیٰ مہر کرتے ہیں۔ (یہاں فی الحقیقیہ والبخاری فاعل (اللہ) آنحضرت نے فرمایا ہے۔ من تکبر احقرہ اللہ یعنی جو تکبر کرے اللہ اس کو ذلیل کرتا ہے۔ یہاں حقیقی فاعل خدا ہے بندہ بطور کاسب فرمایا ہے۔ اعوذ باللہ من نفعۃ الکبر یعنی تکبر کی ایک فحہ سے پناہ چاہتا ہوں اللہ کے امن میں۔ اور مشہور مثال ہے کہ تکبر عزازیل را خورد کرد۔ بزدان لعنت گرفتار کرد۔

قال احقاق الحق صفحہ میں کہ نہ پڑھے نہ لکھے اور معنی کی تمیز نہیں۔ اقول ما شاء اللہ پڑھے لکھے ہو کر مسائل دین میں جھوٹ بولنا اور مسائل کو عکس فتویٰ دینا بھی انہی کی بجا نہیں لکھنا اور کوئی سخت مسائل پیش آوے اپنے علما کو چھوڑ کر مخالف الاعتقاد کے علما سے فتوائیں منگوانا اور دعای استفتاح یعنی سبحانک اللہم کو منع کرنا اور تصویر کھینچنا، فوٹو بنانا جائز کرنا اور آپ خود تصویر کے کام میں مستغرق رہنا اور خدا کی دیدار ہونے سے منکر ہو کر عام مجلس میں مکر کرنا۔ یہ سب آپ کی علیست اور مؤمنوں کی تمیز اور صرف و نحو دانی اور مضاف مضاف اللہ جانے اور صفت موصوف کی خوبی کی برکت اور مذہب کی پابندی ہو کر اصول دین اور تقلید میں اور مومنوں کے درمیان فساد کرنا پُر تمیز ہے اور باقی تمیزوں کو آپ کی تصنیفی رسالہ اظہار الحق اور احقاق الحق اور اعلام الحق تینوں میں مطالعہ کرنے سے معلوم ہو جائے گا اور ہم آپ کے رسالے دیکھ کر خدائے عزت کو شکر کیا ہے کہ جو شخص فساد کی بنیاد اٹھا دے اس کے حق میں مصداق ہیں۔ قل تعالیٰ انّ اللہ لا یحب ال مفسدین یعنی تحقیق خدا دوست نہیں رکھتا ہے فسادی کو۔ قال احقاق الحق صفحہ ۵۔ نہ پڑھے نہ لکھے نام بابو عبد

الشکور خان کیا۔ اقول خود بخود عالم بن کر تکبر اور فساد برپا کرنا شیطان کا کام ہے اور تکبر کی بنیاد بھی شیطان سے ہے۔ بلکہ اس لطیفہ کو سن لیجئے کہ ایک شخص بہت تکبری تھا۔ نام اس کا ابو پورہ تھا۔ اپنے استاد سے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے میرا نام قرآن عظیم میں یاد کیا ہے یا نہیں۔ کہا کہ مجھ کو نہیں دیکھا۔ ابو پورہ نے کہا کہ آپ ٹھیک سے سمجھ کر ملاحظہ کر دیجئے میرے جلال اور مالدار و شرف نسب اور عالم کی کیا قرآن میں قطعی نہیں۔ جب رات آئی تو معلم نے اس آیت کو اس کے واسطے شعر تیار کیا تھا اور وہ شعر یہ ہے:-

اَنْ اَبُو پُورَا كَان كَلْبًا كَبِيرًا | وَا مَا دَابَه جَهَنَّمَ وَ بَیْس الْمَصِیْرَا
یعنی البتہ ابو پورہ بڑا کتا ہے اور پھر نابرا ہے۔ جگہ اس کی جہنم ہے۔ جس کی ابتدائی جبلت حمر جس چیز کی محمور ہے تو اسی چیز کو سبب ہو کر اس سے صدور ہوگا اور کوئی آدمی تکبر میں ہو جائے تو آیت مذکور میں مصداق ہے۔ اور مؤمن مسلمان کو تنبیہ ہے تکبر سے بچ رہیں یعنی خود بین کر کے جو کام کرے دیکھا وہ ہونے سے بچ کے ہو تاکہ دوزخ سے بچے اور عیش دائمی دارین میں پائیں۔

قال احقاق الحق صفحہ ۵ میں یہاں کے باشندے دین سے بے خبر ہیں۔ اب آپ ان کو کلمہ پڑھا کر دین اسلام سے واقف کر دیں۔ اقول۔ ضرور میرا کام یہ ہے کہ جو کوئی مسائل دین میں بے خبر ہیں اصول ہو یا فروع پڑھنا پڑھانا لازم بات ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کا حکم ہے بَلِّغُوا نَبِیِّی وَلَوْ آیَۃً یعنی پہنچاؤ اور اگر ایک آیت ہو۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ یہ حکم عام ہے نہ کہ خاص اور یہ بھی حکم ہے جان بوجھ کر عمداً مسائل کتنے ہی قلیل الاستعمال ہیں اگر اس میں فتویٰ عکس دیوے تو رسولؐ کے حکم کے عکس ہے۔ جب رسولؐ خدا کے حکم کے خلاف ثابت ہوئے تو حضرتؐ نوؐ کے لڑکے

کنعان کے مانند میں لازم آجائے گی۔ ہر ایک مؤمن کو لازم ہے کہ حکم رسولؐ کے خلاف واقع ہونے سے پرہیز رہے۔ فرمانؐ ہے۔ من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی جس کسی نے رسول خداؐ کے حکم کی پیروی کی پس تحقیق وہ خدا کے حکم میں داخل ہے۔ اور یہ بھی عام حکم ہے۔ قوله تعالیٰ 'تأمرون بالمعروف و تنہون عن المنکر' یعنی بتلاتے رہو تم ساتھ بھلائی کے ساتھ اور منع کرو تم برائی سے۔ ایسا فتویٰ نہ دو جسے نام کسی کا کام کسی کا، نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ اگر خدا مجھ کو توفیق عطا فرمادے زندگی تک ہدایت لکھتے رہو گا اور کوئی عالم مقلد ہو اس کو چاہئے کہ اپنے مجتہد کا حکم سنا دینا اور تقلید سے واقف کرنا واجب ہے۔ اور ستر فرقہ ہونے کے لئے فرمان رسولؐ شاہد ہے۔ اگر خداوند ذوالمنن اپنی دریائی کرامت سے فہم عنایت بخشے تو میں ضرور اپنے مجتہد کے فتویٰ فقہ احوط کے اور اپنے رسالہ فلاح المؤمنین سے جہاں تک ہو سکے کسی طرح سے بھی مقلدوں کو سمجھا دوں گا۔ جس پر خدا کی نظر رحمت ہے۔ اس کی ظلمیت قلوب کو سراج منیر سے منور کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ تقلید کا بیان آگے لکھوں گا۔

قال احقاق الحق صفحہ ۱۶ اگر میں ناقص العقل ہوں تو اوّل درجہ سید مختار صاحب و رئیس العلماء مولوی محمد ابراہیم صاحب ہوئے کہ جب تحفہ قاسمی کی تصدیق نہیں فرمایا۔ اقوال۔ بے شک انہوں نے اپنے کامل کی وجہ سے تصدیق نہیں فرمایا ہوگا۔ کیا آپ بھی ان کے ہم پلہ شمار ہیں۔ اگر وہ لوگ اپنے علماء دین سمجھے، ہم تقلیدی ہیں تو ان کے فتویٰ کو کیوں نہیں مانا اور اعتراض کیوں نکالا بحضور مؤمنین بروز جلسہ۔ اگر ہم تقلید ہوتے تو ہرگز معرض نہیں ہوتے۔ خاموشی کیوں نہیں ہوئی۔ عدول فتویٰ کیوں ہوا تو رئیس اور مولوی کیا چیز اور کس کو کہتے۔ اور آپ ناقص ہونے سے اوروں کو بھی ہم درجہ کی طرف کھینچنا چاہتے ہیں۔ ایسا ہونا محال ہے۔ آپ جیسے بے اعتبار علماء دین نہیں ہو

سکتا ہے۔ زیرا کہ زبان سے کہتا ہے تحفہ قاسمی سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ فلاح المؤمنین کو قلمی ہوا ہے۔ یک شد و نہ شد بہ ضد فی الدین کر کے دنیا کمانے کے لئے ہے۔ کیونکہ حقیقت میں صبح ہو چکی ہے۔ کسی تصوف نے کیا اچھا کہا۔ شعر:-

دلا یکدم از خواب بیدار شو	زہر مستی کبر ہشیار شو
بہ حیرت نظر کن سوئے زفتگان	کہ فراوا شوی عبرت دیگران دے
دل منہ بر جہاں بے پرواہ	کہ ثباتے ندارد این دنیا

مثنوی

گر شود ذرات عالم پیچ پیچ	یا فضائے آسمان پیچیدہ و پیچ
این قضا را گون گون تصریف ہاست	چم بندش بفعل اللہ مایشاء ست

و قوله تعالى 'و ما هذه الحیوة الدنیا الا لہو و لعب ط یعنی اوریہ دنیا کا جینا تو یہی جی بہلانا اور کھیلنا۔ دنیا کچھ بھی نہیں بلکہ گرداب غفلت میں غرق ہونے سے نجات کے سفینہ کے لئے دعا کرو۔ اگر منظور ربوبیت کا ہے تو صراط الحق میں نصیب الدائم رہیں گے۔ ولا لقول تعالى 'السجنیہ و اہلہ الا امراتہ کانت من الغابون یعنی ہم بچالیں گے ان کو اور اس کے گھر والوں کو مگر اس کی عورت وہی رہ جانے والوں میں سے ہے۔ خدا متکلم فاعل اہل مفعول اور امرات مستثنیٰ اور غایر مقدر بر تقدیر ہے۔ دراصل فعل خدا کی جانب سے ہے۔

قال احقاق الحق صفحہ ۶۱ اس کا جواب آپ کو بن نہیں سکا۔ اقول۔ اگر جواب نہ بن سکے تو رسالہ صراط الحق میں دیکھو تا کہ معلوم ہوگا کہ جس صاحب کو بقدر دانہ ردئی کے برابر ایمان ہے اس کے ذہن میں روشن ہو جائے گا۔ اور بے شک معلوم ہو کہ صراط الحق کی کسی ایک آیت کا کسی حدیث کو جواب قطعاً نہیں ہے۔ نہ مؤمن کو ہدایت

نہ تنبیہ۔ بلا مقصد نام احقاق الحق سے رسالہ جوڑ دیا نام کے واسطے اور لوگوں کو غریب سمجھنے کے لئے لکھ ڈالا واقعہ کہ بلاتا کہ لوگ اس کو حق سمجھے اور غریب دیکھے اور غریب دیکھے اور لوگوں کو بھی غریب دیکھ لے۔ تو خدائے تعالیٰ کا رساز دو جہاں کے آگے کیا کر لیں گے۔ قولہ تعالیٰ 'و لیس بضارّ ہم شیئاً الا بان یعنی اور نہیں ضرر کرنے والا ان کو مگر ساتھ حکم اللہ کے۔ زور اسی آیت کی تفسیر یہ ہے۔ تفسیر تنویر البیان صفحہ ۱۰۷ میں ہے مگر بفرمان خدا اس اس کی مشیت سے ضرر اور حادثہ مرگ وغیرہ ان کے اقربا کو پہنچتا ہے۔ تاخر۔ تفسیر جلالین میں ہے۔ لیس بضارّ ہم ای المؤمنین مناجات المنافقین یشاء الا باذن اللہ ای بارادۃ اللہ۔

قال۔ احقاق الحق صفحہ ۶ حضرت خاتم النبیین و ابوالبشر خدا کی شان میں ظلم کی نسبت کرنا نامناسب سمجھے حالانکہ آنصاحب معصوم ہے۔ اقول۔ اول تو آپ کو صراط الحق کا مضمون سمجھ میں نہیں آیا۔ تو اضع ازلی اظہار کی ازل کی حقیقت کو سمجھے تو فہو المطلوب تھا۔ مگر وہ لفظ کو سے چشم پوشی کر کے لکھا نہیں۔ بیچ عبارت سے چھوڑ دیا ہے۔ دوسرا یہ کہ آپ کے نزدیک رسول خدا پر سرور کے لفظ کو چسپان کیا مثل آپ کے بنانے کو چاہتے ہیں یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ ہر کام میں خدا کی چاہت ضرور ہوگی۔ اور آنحضرتؐ کے حق میں کیا شر تھا۔ چونکہ شر اور بد خلق اور حسد اور فساد اور بغض اور کینہ وغیرہ تمام مذمت سے معصوم ہے۔ یہ جتنے صفت ذمہ ہیں آنحضرتؐ کی طینت اور جہلیت میں نہیں ہے۔ اب آنحضرتؐ کو کہاں سے شر کے لفظ کو چسپان ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہم کو تعلیم فرمایا ہے۔ یہ بھی ازلی فاعل حکم تعلق ہے۔ چونکہ آنحضرتؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ قول تعالیٰ 'لیغفر لک اللہ ما تقدم وما تاخر۔ اور اللہ سے ایک قسم کی حجت ہے کہ جس کو وہ سمجھ دے۔ آیت ترجمہ تاکہ بخشے واسطے تیرے۔ اللہ جو

کچھ کہ پہلے گزرا ہے گناہ تیرے سے اور جو کچھ کہ پیچھے ہے یعنی (گزشتہ اور آئندہ) اس لئے کہ براہین واضحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ کہ انبیاء اول عمر سے آخر عمر تک معصوم کامل ہیں کوئی گناہ صغیرہ و کبیرہ ان سے سرزد نہیں ہوتا۔ پس کلام کو ظاہر پر عمل نہ کرنا چاہئے۔ جیسا کہ اہل خلاف نے کیا ہے۔ بلکہ عمل کرنا چاہئے ترک مستحب یا گناہ امت مراد لینا چاہئے۔ اور فہیم الصادقین میں بھی مذکور ہو چکا ہے۔ تنویر البیان صفحہ ۱۰۲۴ میں ہے کہ جناب امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کے معنی پوچھا۔ حضرت نے ارشاد کیا کہ قسم خدا کی جناب رسول خداؐ سے کبھی کوئی گناہ واقع نہیں ہوا۔ آیت ہذا و امام صاحب کے قول سے صاف ظاہر ہوا کہ آنحضرتؐ اور تمام انبیاء معصوم ہیں اور شر سے مبرا ہیں۔ اور اس میں بھی مقدم و مؤخر فاعل حقیقی خدائے قادر ہے اور طینت و ازلی کی تواضع ہیں۔ حضرت آدم علی نبینا کے یہ ہے کہ آپ کو صرف ابوالبشر نام سنا ہوا تھا۔ خدا جانے کس عالم کی زبانی مجلس میں واعظ میں سنا ہوگا۔ اگر تفسیر حدیث معلوم ہوتا آدمؑ پر ظلم عاید نہیں ہوتا ہو شائد آپ کا کہنا صحیح ہوتا۔ آدمؑ معصوم میں نہیں رہتے پیغمبروں کا معصوم ہونا ہمارے اصول میں شرط ہے۔ اور آدم صفی نے شجر منہیہ سے تناول جو فرمایا اس میں بھی خدا کا منشاء نہ ہوتا تو نہ کھاتے اور آدمؑ کو پیدا کیا دنیا آباد ہونے کے لئے۔

قوله تعالى 'اننى جاعل' فى الارض خلیفۃ یعنی البتہ میں پیدا کرنے والا ہوں زمیں میں ایک نائب یعنی خلیفہ۔ دنیا آباد ہو کر جنت اور دوزخ بھی بھر جائے۔ قوله تعالى 'لاملئن جہنم من الجنة والناس اجمعین' یعنی ضرور پر کرونگا میں دوزخ کو جن والنس سے بشرطیکہ آدمؑ شجر منہیہ سے نہ کھاتے۔ اس آیت کی تکذیب بلا مطلب لازم آجاتی۔ آیت میں لام تاکید واحد متکلم کے ساتھ فرمایا تاکہ معلوم ہو آئندہ اور میرے کہ حقیقت میں فاعل خدا ہے۔ اور بندہ مجازاً محمول ہے۔ کاسب ہو یا

بین بین ہو یا قعر تین۔ اگر کوئی عذر کر کے یوں کہے کہ درخت منہیہ کے قریب نہ ہو جائے تو ظالمین سے ہوگا۔ اس سے معلوم ہو ظلمنا کے تائید ہوا۔ جواب یہ ہے کہ اگر حقیقت میں مقدر آدم پر ظلم چسپان ہو کر صغی کو علیحدہ کر دیا جائے تو قادر مطلق کے نائب نہیں ہو سکتے۔ اور فتکون من الظالمین اور ظلمنا یہ دونوں آیتیں ایک عبرت و ڈرائی دوسرے میں دعا کا طریقہ ہم کو تعلیم ہے۔ اور اس کا بیان گذر چکا ہے۔ آدم و موسیٰ کے حجت کی حدیث میں فیصلہ ہو گیا (اس بیان سے حاصل یہ ہوا کہ خدا کی منشاء اور مرضی و ارادہ ہوا ہے) اگر منشاء خدا نہ ہوتا تو فتلقیٰ آدم موجود ہے۔ اور نامین ساق عرش پر ہے وہ بھی نہ بتلاتے اور نہ مذکور دعا کو بتلاتا اور کچھ وسیلہ کسی نام کی مدد ہو گیا ہے)۔ آپ نے آنحضرتؐ اور آدمؑ ایک کے اُپر شر اور دوسرے پر ظلم چسپان کر کے ابیٰ واستکبر کی دستار بندی فاضل کے سر پر تاج پرش ہو کر فان علیک..... الیٰ یوم الدین کے انعام سے سرفراز فرمایا۔ قول تعالیٰ من یهدی اللہ فلا مضللہ و من یضللہ فلا ہادی لہ یعنی جس کو خدا ہدایت کرے پس نہیں گمراہ کرنے والا اور جس کو گمراہ کر دے پس نہیں اس کو ہدایت کرنے والا۔ ایضاً ذالک ہدی اللہ یهدی بہ من یشاء و من یضلل اللہ فما لہ من ہاد۔ یعنی تفسیر جلالین میں ہے قرآن راہ دینا (اس کے دین کی) اس طرح راہ دیتا جس کو چاہے اور جس کو چاہے گمراہ کرے اللہ۔ (اپنے دین و ایمان سے) اس کو کوئی نہیں راہ بتانے والا (راہنما اس کے دین و ایمان کی)۔ تفسیر تنویر البیان صفحہ ۹۱۱ میں ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن راہ نمائی خدا کی ہے یعنی ارشاد بندوں کو جانب خدا ہے یهدی بہ راہ راست دکھاتا ہے یعنی توفیق ایمان دیتا ہے بسبب اس کے من یشاء جس کو چاہتا و من یضلل اللہ اور جس کو گمراہ کرتا ہے خدا یعنی چھوڑ دیتا ہے۔

فما له پس نہیں ہے اس کو من ہاد کوئی راہ دکھانے والا جو اس کو گمراہی سے نجات دے۔ مراد کفار و فجار ہیں۔ ایضاً تفسیر ہذا میں ہے۔ و من یهدی اللہ فمالہ من مضل یعنی اور جس کو راہ دکھاوے اللہ اس کو کوئی نہیں گمراہ کرنے والا اور و من یضلل اللہ اور جس کو کہ خدا گمراہ کر دے یعنی اس کو صحرائے گمراہ کفران نعمت اور شقاوت اور پشیمانی کے حال پر چھوڑ دے۔ فمالہ من ہاد پر نہیں اس گمراہ کے لئے کوئی ہدایت کرنے والا جو اس کو راہ راست پر لا دے۔ و من یهدی اللہ اور جس کو خدا راہ نمائی کرے توحید کی طرف طرف فمالہ من مضل پس نہیں ہے کوئی گمراہ کرنے والا اس کو راہ حق سے پھیر دے۔ آپ کی تائید کہاں ہوئی۔ آیت شریف سے مجھ کو یہ حاصل ہوا حقیقی فاعل مطلقاً خدا ہے۔ والقدر خیر شرہ من اللہ تعالیٰ۔ کتاب ذبیحۃ الملک میں ہے اور شکوہ بین متفق علیہ ہے۔ آپ کی نیز دیگر آیتیں کسی غیر اللہ کے نازل اعتبار ہوئی ہوگی یا قرآن پاک سے باہر سمجھتے ہو گئے۔ اگر آپ ان آیات عدلہ کو قرآنی سمجھتے ہیں تو حلقہ بگوش ہوتا تھا۔ معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک یہ آیتیں کوئی ضعیف حدیث کے برابر نہیں ہوئیں۔ اور ان آیات برہان میں مذکورہ تفسیر والا اس حکم میں من وغیرہ کو شرط نہیں باندھا ہے۔ آپ نے شرط رکھا من حرف بشرطہ کر کے۔ تفسیروں کو چھوڑ کر آپ کے لکھے ہوئے کو ماننا اور قابل تمسک اعتماد کرنا مناسب نہیں کیونکہ آپ سے صاحب تفسیر حرف نحو کچھ تھوڑا بہت آپ سے زیادہ نہ ہوئے کچھ تو پڑھا ہوگا۔ تفسیر کو ان حکموں میں دلیل لینا چاہئے جو سامنے مضمون لکھے ہیں۔

قال احقاق الحق صفحہ ہذا میں کہ اذافات الشرافات المشروط۔
اقول فهو المطلوب ہر امر ضروری میں شرط کے بغیر مشروط درست نہیں ہوتا۔
ناقص کہا جاتا ہے۔ اس کو طول نہیں کرتا ہوں۔ کسی اور موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ بیان کیا

جائے گا۔ قال صفحہ مذکور میں کہ خدا خود گمراہ کرتا ہے۔ تو انبیاء اور رسل اور کتاب کیوں بھیجے گئے۔ اقول۔ آں صاحب کے نزدیک خدا کی مشیت اور قول و قدرت اور ارادہ یہ سب آپ کے حق میں مقدر قلم پھیرنے کے وقت نہیں پھرا ہوگا۔ اور اور انبیاء و رسل آئے۔ ہدایت کیا۔ آخر علماء تک نے بھی ہدایت کیا مگر ناشی و التوثر مستقل رہے۔ نہ یہ ہدایت خدا سے جدا ہے۔ نہ اپنے طرف سے کیا ہے۔ نہ ان کو اختیار ہے کہ ہدایت پر لاوے۔ اور جو فعل انبیاء و رسل کے بھی مشیت اور ارادہ مرضی کے تحت ہے۔ اگر انبیاء و رسل باختیار خود ہدایت میں لاتے تو حضرت آدم نے قابل کو، حضرت نوح نے کنعان کو، حضرت محمدؐ نے ابو جہل کو قولہ تعالیٰ 'وما انت بهلذا العمر عن ضللهم یعنی اور نہیں ہے تو (اے محمدؐ) ناپینا کو راہ دکھانے والا ان کی گمراہی سے یعنی ہدایت کر کے سیدھے راستہ میں دینا وغیرہ صرف بشیروند زیر ہے۔ شرح اصول کافی جز دوم ۹۲۷ ان تعالیٰ قال لبنیہ انک لا تہدی من احببت و لکن اللہ یہدی من یشاء یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے نبی (محمدؐ) کو بدرستیکہ تو ہدایت نہیں کرتا ہے جس کو تم دوست رکھتے (ہدایت میں نہیں لاتے ہیں) اور لیکن خدا ہدایت فرماتے اور لاتے ہیں جس کو چاہے۔ ان دونوں آیات کے حکم سے ثابت ہو گیا کہ رسل کے بھی اختیار نہیں رہا اور انبیاء و رسل پر یہ لازم شرط نہیں کہ ہدایت میں لاوے۔

قال احقاق الحق صفحہ ۷ میں ہے کہ فعل الحکیم لا بخل عن الحکمہ۔ اقول۔ یہی حکمت بھی خدا کی قدرت سے ہے۔ فقہ احوط صفحہ ۲۷۱ میں ہے کہ علیٰ ما فعلہ اللہ و علیٰ ما قدرہ اللہ ترجمہ ہر چیز یکہ کرد انرا خدائے تعالیٰ و ہر چیز یکہ تقدیر فرمودہ انرا حق سبحانہ تعالیٰ حکمت بالغہ خود اور دوا کرنا حکیم کا فعل۔ یہ بھی لوح محفوظ میں درج ہے۔ صاحب مشرّح سراج کا مطلب یہ ہے کہ تمام چیز

اللہ کی حکمت میں سے ہیں۔

قال احقاق الحق صفحہ ۸۔ و ہدیناہ النجدین۔ اقول اس کا ترجمہ ہم نے کھودیا دو راستہ (متکلم فاعل ہے) اس میں آپ کو کیا حاصل ہوا۔ ماں کے سینے کے دو نور راستہ مطلب ہے اور علی اللہ قصد السبیل (خدا خود فاعل ہو کر اختیار بھی اپنے پاس رکھا ہے یعنی اللہ پر لازم ہے رستہ چلانا یعنی راہ دکھانا) اگر راہ نہ دکھا دے تو اس کے اختیار میں ہے۔ اس سے بھی آپ کو کیا مطلب حاصل ہوا۔ اور یہاں بھی دیکھو کون فاعل ہے۔ قوله تعالیٰ ليقضى الله امراً كان مفعولاً ط و الى الله ترجع الامور۔ یعنی تاکہ کر دالے اللہ ایک کام جو ہو چکا تھا اور اللہ تک پہنچ ہے تمام کام کے۔ تفسیر تنویر البیان ۳۶۲ میں تاکہ تمام کرے خدا اس کام کو کہ کیا گیا ہے کہ اس کے علم میں گزارا ہے مدد کرنا مؤمنین کا اور خوار و ذلیل کرنا کفار کا اور طرف خدا کے پھیرتے ہیں۔ سب کام کہیں کہ ابو جہل بروز جنگ بدر مسلمانوں کو تھوڑا دیکھ کر کہتا تھا کہ مسلمانوں سے تلوار سے جنگ مت کرو بلکہ ان کو ہاتھوں سے پکڑو و آخر تک۔ اس میں یہ حاصل ہوا دونوں جہاں فاعل حقیقی خدا ہے اور بندہ ایک مسبب بطور کا سبب ہے اور ایک آیہ شریف لیجئے تاکہ خیر و شر کفر و ایمان کے فاعل معلوم ہو جاوے۔ قول تعالیٰ فمن مشرح اللہ صدرہ الاسلام فہو علی نور من ربہ یعنی بھلا جس کا سینہ کھولا اللہ تعالیٰ نے مسلمان پر سو وہ اجالے میں اپنے کی طرف سے۔ و فی الجلالین ای وسع اللہ و لین اللہ قلبہ الاسلام نبور الاسلام علی کرمہ و بیان من ربہ و هو عمار بن یاسر ا کمن ضیق اللہ صدرہ للکفر و هو ابو جہل۔ مثل ذالک فی تفسیر تنویر البیان صفحہ ۹۰۰ اور اسی آیت سے معلوم کرنا چاہئے خیر و شر کفر و ایمان خدا کی جانب سے ہے یا بندہ کی جانب سے ہے)

ہر ایک فعل کے حقیقی فاعل خدا ہے بندہ مجازاً ہے بطور کاسب سبب ہے)۔ عن ابی جعفر قال ان اللہ قبل یخلق قال کن ما ہذا با خلق منک جنتی و اہل طاعتی کن ما صلحا اجاجاً اخلق منک ناری و اہل معصیتی فی شرح اصول کافی جز دوم صفحہ ۲۴۵۔ یعنی روایت ہے کہ امام محمد باقرؑ سے فرمایا تحقیق پہلے پیدا کرنے مخلوق کے کہا کہ ہو جاؤ میٹھا پانی تاکہ میں تم سے پیدا کرو جنت والا میرا اور اطاعت کرنے والا میری (تمام انبیاء اور رسول و صلحا و نیک کردار متقی) اور ہو جاؤ پانی تم کو کڑوا تاکہ میں تم سے پیدا کروں اہل دوزخی میرے اور معصیتی میرے (شیطان و گنہگار ان و بد کردار و نافرمان جتنے بد قسمت ہیں) اور اس حدیث میں بھی ایک سبب پایا جاتا ہے۔ سبب سے کوئی چیز خالی نہیں۔

قال اظہار الحق و احقاق الحق صفحہ ۸ میں ہے کہ فعل کا اختیار بندہ کو دیا ہے اور قدریہ و معتزلہ کے اعتقاد میں لکھا ہے کہ ان کا عقیدہ ہے بندہ کے فعل بندہ خود پیدا کرتا ہے۔ خالق افعال خدا نہیں جانتے۔

اقول۔ فعل کا اختیار بندہ کو دیا ہے۔ تو مالک و فعل بندہ خود ہو گیا تو فعل کا خالق خدا نہیں ہوا۔ تو قدریہ و معتزلہ اور فعل مختار والے میں کیا فرق ہوا ہے۔ اور یہ آپ نے بالکل غلط لکھا ہے کہ علم خدا سے مقدم بندہ کا فعل ان کے عقائد میں اور یہ بھی غلط ہے کہ ان کے عقائد میں خالق افعال خدا نہیں جانتے۔ کوئی مذہب انکار نہیں کہ خالق کل شئی سے اور تمام چیز یعنی کل اشیاء پر علم خدا مقدم ہونے کو۔ دیکھو قدریہ و معتزلہ کہتے ہیں بندہ مختار فعل خود ہے تمام امور کے لئے۔ تمام کام میں خدائے واحد کی مدد کے محتاج نہیں اور مذہب ثنویہ قرویہ میں سے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نیکی خداوند عالم سے ہے اور بدی اہو من سے ہے۔ گو کہ یہ تینوں مذہب باطل ہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ

بدی شیطان سے ہے۔ یہ بھی باطل ہے۔

قال صفحہ ۸ میں ہے کہ فاعل بندہ ہونے کے بارے میں دیکھو۔ اقول۔ پیچھے صفحوں میں مطالعہ کرو کہ تفسیروں کے مطابق فاعل بندہ ہے یا کہ خدا ہے اور آگے کو بھی لکھا ہے۔ دیکھو فی جامع الاخبار شیخ صدیق صفحہ ۶۰ اقال و کن ذا معرفة بانک عاجز ضیف لا تقر علی شیء من خیر کاتک و سکونک الا یحکم اللہ و تقدیرہ یعنی فرمایا اور ہو جاؤ۔ صاحب معرفت تحقیق تم عاجز ضعیف ہو نہیں طاقت ہے کسی چیز پر تمہاری حرکت و سکونت سے مگر بحکم خدا اور اس کی تقدیر۔ (اس حدیث سے ثابت ہوا فاعل حقیقی خدا ہے) اور دیکھو مثل و النحل جز اول صف ۵۸ بر حاشیہ ذا لمعبد هو الفاعل للخیر و الشر و الایمان و الکفر والطاعة و المعصية وهو المجازی علی فعله والربّ تعالیٰ اقدره علی ذالک کله و افعال العباد محصورة فی الحركات وال سکانات و الاعتمادات و انظر والعلم۔ اس سے معلوم ہوا کہ بندے کے تمام افعال درحقیقت خدا کی جانب سے ہیں۔ اور بندہ ہر ایک فعل میں مجازی ہے اور اسی موقع پر خبیہ جدید میں مولوی محمد حسن سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ سب کو کچھ نہ کچھ غرض لگی ہے اور سب اس کے محکوم ہیں سوائے خدا کے کسی کو سب کاموں کی قدرت نہیں اور سوائے خدا کسی چیز میں مستقل تاثیر نہیں۔ ایضاً صفحہ ۸ میں ہے کہ اور ہوتا وہی ہے جو اللہ نے تقدیر لکھ دیا ہے۔

ایضاً صفحہ ۲۲ سطر ۱۲ میں عرض کیا کہ اللہ کے سوا کوئی کچھ آئینہ کی بات اپنے اختیار اور علم سے نہیں۔ قول تعالیٰ و ربّک یخلق ما شاء ویختارط ما کان لہم الخیر یعنی اور پروردگار تیرا پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور اختیار کرتا ہے۔ نہیں

ہے ان کے لئے کوئی اختیار اور نہ ہوگا خصوصاً کافروں کو (ہر عباد خدا کو لہم لفظ عام ہے نہ کہ خاص اور غائب کے صیغہ پر ارشاد ہوا ہے۔) تنویر البیان صفحہ ۸۸۸۔ اس واسطے کہ زمام اختیار قبضہ قادر مختار میں ہے۔ جس کے واسطے مصلحت دیکھے۔ منترہ اور سہرا ہے۔ وہ خدا اس بات سے کہ کوئی اس کے اختیار پر کوئی صاحب اختیار ہو اور جرأت کرے اس پر اختیار کرنے میں جو کچھ اسے خدا نے اختیار نہیں فرمایا اور آیت ہذا میں غور کر کے دیکھو۔ قوله تعالیٰ 'کل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضرراً الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسنی السوء ان انا الا نزیراً و بشیراً القوم یؤمنون یعنی تو (اے محمدؐ) کہدو میں نہیں اختیار رکھتا اپنی جان، نفع و نقصان کا بھی۔ مگر جو کچھ کہ اللہ چاہے اور اگر میں جانتا غیب تو البتہ بہت سے لے لیتا بھلائی اور نہ چھوٹی مجھ کو کچھ برائی۔ میں تو نقد ڈرانے والا ہوں عذاب خدا سے اور خوش خبری سنانے والا ہوں بہشت کی۔ جواز تہہ دل ایمان رکھتے ہیں۔ (اور کسی چیز میں تو ان نہیں بلکہ عاجز ہے حرکت۔ مگر جو ان کو اللہ کی طرف سے وحی یا الہام ہو وہ کبھی نہیں چوکتا وہ بھی ان کو اختیار میں نہیں۔ یعنی وحی اور الہام اپنے اختیار میں نہیں کہ جب چاہے وحی آجائے اور مشکوٰۃ میں ہے قالت قال رسول اللہ لا ادری واللہ لا ادری و ان رسول اللہ ما یفعل من ولا بک یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اللہ کی کہ میں نہیں جانتا اور حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا کہ مجھ یا تم سے۔ (یعنی جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ بعد مرنے کے)۔

قال احقاق الحق صفحہ ۸ میں کہ جناب صدر العلماء خود جل الہی کے جواب لکھتے ہیں۔ اپنے افعال کا ارادہ خود ہی کرتا ہے۔ لفظ افعال موجود ہے جو مسند اپنی

طرف ہے ان سے ثابت ہوا فاعل خیر و شر بندہ ہے۔ اقول۔ یہ افعال کا ارادہ خود کرتا ہے صدر العلماء مولوی خود محمد ابراہیم صاحب کے بیان میں ہے۔ تو آں صاحب نے اس آیت شریف کی رؤ سے فرمایا ہوگا قول تعالیٰ و کان امر اللہ اور ہے وہ کہ جس کو خدا چاہے مفعولاً کیا گیا یعنی وہ امر کہ ارادۃ الہی اس کے ساتھ متعلق ہوا۔ البتہ کیا جائے گا اور وقوع میں آئے گا۔ تنویر البیان صفحہ ۸۴۰۔ اور ویقال کان امر اللہ قضاء اللہ مفعولاً کائنات فی الجلالین اور اس آیت شریف کے مطابق یہ حدیث بھی ہے کہ عن عبد اللہ ابن عمر قال یا رسول اللہ اریتم ما نعمل فیہ امر مبتدع او مبتداء او فیما قد فرع منہ صحیح ترمذی صفحہ ۳۵ یعنی عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیا حکم دیتے ہیں اس چیز کو جو ہم کام کرتے ہیں۔ اس میں وہ کام مبتدع ہے مبتداء (لوح محفوظ میں ثبت ہے یا نہیں) یا اس کام میں تحقیق فارغ ہو کے ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بدرستیکہ فارغ ہو کے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ بندوں کے کام سے فارغ ہو کے ہیں) اور مولوی محمد ابراہیم صاحب بجا ہے اور بیجا نہیں۔ کیونکہ وہ خود اپنے فتویٰ میں لکھا ہے کہ فعل در حقیقت از طرف خدا ہوا بدلیل یفعل ما یرید کے ماتحت یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص بندہ کا فعل کہتا ہے وہ معتزلہ ہے۔ نور بخشی ہرگز نہیں۔ اس کا اعتبار ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ بقلم خود صراط الحق میں لکھا ہے اور اس میں بھی اپنا فتویٰ درج ہے۔ اور علمائے اہل حدیث مولوی فضل الہی اور مولوی عبد اللہ وغیرہ کے حق میں لکھا ہے۔ بقلم شاہ عباس رضوی کے خال مضل و کذا ابون حزب الشیطان۔ اب یہاں احقاق الحق صفحہ ۸ میں لکھا ہے صدر العلماء خود معلوم نہیں کبھی خال مضل ہو جاتی ہے اور کبھی حزب الشیطان ہوتے ہیں۔ کسی بات میں اعتبار کروں۔

قال احقاق الحق صفحہ ۹ میں ہے کہ مالک يوم الدين وغيره جو آیتیں لکھا ہے۔ اقول۔ یہ سب حساب گاہ کے تعلق ہے اور آنحضرت کے ذمہ ہدایت بشیرو نذیر کے تھا۔ وہ کیا اور ہمارے اپر بھی ہے۔ اور ہدایت میں آنا نہ آنا آنحضرت کے اختیار میں نہیں۔ نہ ہمارے اختیار میں ہے۔ جوازی بد بخت ہو اس کے لئے کوئی نصیحت فائدہ نہیں دیتے۔ چنانچہ قول تعالیٰ عادیا الی اللہ باذنه یعنی اللہ کی طرف بلانے والا جو ہے وہ اس کے حکم سے ہے۔ ای الی دین اللہ و طاعته بامرة فی الجلالین۔ تفسیر تنویر البیان ۸۴۲ میں ہے کہ داعیا الی اللہ اور بلانے والے لوگوں کو واسطے پرستش خدا اور اقرار توحید کے اور جو کچھ واجب ہے۔ تصدیق اس کے باذنہ۔ بہ سبب اس کے یا نسبت توفیق اور میسر آنے کے اس کے۔ قول تعالیٰ وہ من یهد اللہ فهو المہتد و من یضلل فلن نجد لهم اولیاء من دونہ یعنی اور جس کو ہدایت کرے اللہ پس وہ راہ پانے والا ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑ دے پس ہرگز نہ پاوے گا تو اس کے واسطے دوست ہوا اس کا من یهد بهذا اللہ فهو المہتد لدینہ و من یضلل عن دینہ فلن تجد لهم اولیاء من دونہ من دون اللہ یو فقہم للہدی فی الجلالین۔ مثل ذالک فی تنویر البیان صفحہ ۸۵۶۔ ان دونوں آیتوں میں بھی مطابق تفسیروں کے بندہ قائل ہرگز نہیں ہوتا ہے۔

قال احقاق الحق ۹ میں ہے کہ مجھ کو مجبوراً اظہار الحق لکھنا پڑا۔ اقول۔ مجبور کیوں ہوئے۔ آپ تو مالک الاختیار ہیں اور جو شخص خود مختار ہے اپنے فعل میں تو مجبور و بے بس کبھی نہیں ہونا چاہئے۔ آپ خود مجبور ہو کر جبریہ میں داخل ہو گئے اور دوسرے کو تہمت کرنا مثل کذب ہے اور جھوٹ کا الزام صراط الحق میں تحفہ کیا ہے۔

اس میں میرا کچھ دخل نہیں ہے۔ نہ ہم نے دے چکا ہے۔

قال احقاق الحق صفحہ ۹ کہ بدی کر کے توبہ نہ کیا تو دوزخی ضرور ہے۔ اقول۔ توبہ کی شرط اعمال کی قبولیت میں ضرور کے لفظ سے ثابت ہو گیا ہے اور جو توبہ کے بغیر مرے قطعی دوزخی ہو گیا چاہے کسی حالت کا مؤمن ہو کیونکہ گناہ کبیرہ نہ ہو تو صغیرہ سے کون آزاد ہے۔ سوائے پیغمبروں اور اماموں کے۔ چونکہ شرط جو ہے مشروط صحیح ہونے کی قطعی دلیل ہے اور توبہ کی بحث کہیں بھی نہیں ہوا تھا۔ یہ منسوخ احقاق الحق میں نکلی اور ایک مسئلہ کا فیصلہ نہ ہوا۔ ثانی مسئلہ میں داخل ہونا آپ کی صلاحیت بغیر مفسد کی علامت ہے اور افترا و تہمت وغیرہ چند باتوں کا جواب لکھنا مثل آپ کے ہوتا ہے۔ اس وجہ سے نہیں لکھا۔

قال احقاق الحق صفحہ نمبر ۹ میں ہے کہ ہمارے مجتہد محمد نور بخش رحمۃ اللہ نے پہلے ہی جواب دئے ہیں انّ قولہم لطیب خاطر المتکاملین من کلمات الغافلین۔ اقول۔ ہمارے کہنے سے مقلد ہوتا ہے پس مسئلہ میں پیروی کرنے سے ہوتا ہے۔ مسئلہ میں پیروی کرنے سے مقلد ہوتا ہے۔ صرف کہنے سے نہیں ہوتا ہے۔ اگر آپ ہماری کہتا تو دعائے استفتاح یعنی سبحانک اللہم کو منع نہ کرتے اور فرسوان کی نیت اپنی زبان میں لوگوں کو تعلیم نہ دیتے اور ان تک ہمارے کسی عالم نے کسی لڑکے کو لکھایا نہیں۔ آپ صاحب ایمان سے کہو اپنے مجتہد محمد نور بخش رحمۃ اللہ کی تقلید اور علماؤں کی ہم پیروی سے خارج ہوا یا نہیں۔ اور دعا مذکور کو ہم تمام عام لوگ ضرور پڑھنا چاہئے۔ اور انّ قولہم لطیب خاطر المتکاملین من کلمات الغافلین ان لوگوں کے حق میں جواب فرمایا ہے جو مذہب والوں کے یہاں پہنچے ہم قوم ہوئے یا غیر قوم اور اسی حالت میں کوئی خوف بھی نہیں اگرچہ وہ خواہ اہل قادیانی

کیوں نہ ہوا نہیں کے طریقہ پر نماز پڑھتے ہیں۔ اس وقت اطاعت خدا اور رسول و تقلید مجتہد اور صراط الحق کو کیا چیز کہتے ہیں۔ کیونکہ خدا اور رسول کی مرضی بھول جاتے انہیں کی مرضی کے خواستگار ہوئے اور غافل اور کارملین لوگوں کی خاطر تسلی کے لئے اپنے مذہب کو مخفی کرنا خود غافل اور کارمل میں داخل ہے اور کوئی نہیں بلکہ صراط الحق صفحہ ۴ میں بھی لکھا ہے۔

قال احقاق الحق صفحہ ۱۰ میں جو آیتیں ان میں ہیں۔ اضامو الصلوة والتبوعو الشهوات فسوف يلقون غيا۔ یہ بھی قاطع دلیل ہے ان کے حق میں جو ماقبل ذکر ہو چکی ہیں اور باقی آیتیں سب حکم مقدم موخر جملہ مکتوبات تکوین ----- مقدم ہوا ہے۔ وہ یہاں دنیا میں آکر سبب بتلا کر اپنے مقصد کے مقام میں ضرور پہنچے گی۔ اس کا جواب قبل ازیں ہو چکا ہے۔

قال احقاق الحق صفحہ ۱۰ میں لا یقدرون مما کسبو اعلیٰ شیء - یہ کفار اور اہل نفاق کی شان میں ہے۔ اقول خاص بلکہ عام ہے اللہ کی مشیت اور ارادہ ہوگا۔ مثال تمثیل اپنے بندوں کو قدرت نے خود کو اظہار کیا ہے۔ اور ولّٰہ عاقبۃ الامور کا مقصد یہ ہے کہ تمام کام کا زمام آخر کو اللہ کے اختیار ہی میں ہے۔ ورنہ جتنے بندے سب چاہتے ہیں جنت کو مگر مرضی خدا کی ہوگی۔ جتنی و دوزخی بخشایا نہ بخشا خدا کی چاہت پر ہے۔ قول تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ مَنْ یَّشَاءُ موجود ہے۔ حکم مقدم مقدر لکھا ہے وہی ہوگا۔ کوئی سا بندہ اپنا کسب دکھا کر آزادی نہیں ملے گی اور یہاں دنیا میں فعل مختار نام اور وہاں حساب گاہ میں کسب پر مختار تام ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک الاعتقاد کیونکہ دونوں جہان میں خود مالک ہوگا۔ تو یہاں ضد الہی ثابت ہوتا ہے اور مالک مختار جب ہو گیا تو شرک ہونے میں کوئی دیر نہیں۔ اور اسی طریقہ پر

منعقد ہونی چاہئے۔

مصرعہ:

ہرچہ حاکم و عادل کند ہمہ داد است: | چہ در دنیا چہ در آخرت

اپنے افعال کو قضا و قدر الہی کے ماتحت میں اعتقاد نہ رکھے۔ وہ جیسے مذہب معتزلہ و مجوس ہے۔ شرح اصول کافی جز چہارم صفحہ ۱۲۸ میں ہے کہ کسے کہ افعال عباد اور تحت قضا و قدر الہی نہ سمرو۔ چنانچہ مذہب معتزلہ و مجواست۔

قال احقاق الحق صفحہ ۱۱ میں ہے کہ ہمارے ہاں کہنے کی جگہ نہیں۔ آپ کے وہاں جگہ بہت ہے۔ اقول۔ اسی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو نبوت ملی کہ جبرئیل نازل ہوتا ہو گا یا عالم الغیب ہو گیا کیونکہ خود نے معلوم کر لیا کہ میرے یہاں جگہ ہے۔ اس کے لئے مثال لیجئے کہ جس وقت عزازیل کو بذریعہ عبادت لوح محفوظ کو خداوند عالم نے دکھا دیا کہ ایک بڑا فرشتہ گمراہ ہونے کو لکھا ہے تو نیچے آ کر سدرۃ المنتہیٰ پر جبریلؑ وغیرہ ملائکہ مقرب سے کہنے لگا ایک بڑا فرشتہ گمراہ ہونے والا ہے۔ تین مرتبہ کہا۔ آخر تیسرے مرتبہ میں جبریلؑ نے کہا کہ ہم سے تم بڑھ کر ہو گیا لوح محفوظ تک پہنچا ہے۔ ہم اس جگہ سے بال بھر اپر نہیں جاسکتے۔ شاید تمہیں ہو ہم سے کیوں سناتے ہو۔ اور یہ روایت اگر ضعیف ہے یا قوی ہو۔ ہدایت میں کوئی خوف نہیں۔

قال احقاق الحق صفحہ ۱۱ میں ہے کہ پہلے سے اختلاف ان باتوں میں تھا۔ اقول۔ آپ نے جو صفحہ ۱۱ میں تحریر فرمایا ہے وہ بالکل اپنی پہلی ہدایت سے خلاف لکھا ہے۔ اور پہلے کی ہدایت یہ ہے کہ آپ صاحب نے فرمایا ہے کہ بندہ کے فعل میں خدا کی کوئی تعلق نہیں ہم فعل مختار ہے۔ نہ خالق کا ذکر نہ کاسب کا۔ یہ جانی کہتا ہے کہ در حقیقت فعل خدا کی طرف سے ہیں۔ حقیقی میں ہر فعل کا فاعل خدا ہے کیونکہ مشیت اور

ارادہ اور مرضی اور قدرت خدا کے بغیر کاسب بھی نہیں ہو سکتا اور ہر فعل کا حقیقی فاعل خدا ہونے کا ثبوت پیچھے لکھ چکا ہے۔ اور آگے بھی دلائل انشاء اللہ دیکھو۔ اگر کوئی شاہ سید محمد نور بخش رحمہ اللہ کا تقلیدی ہے تو فقہ احوط سراج الاسلام میں فانک تقضی کے ماتحت مشرّع نے لکھا ہے۔ بدرستیکہ تو حکم مے کنی و آنچه ہما میرسد بحکم قضای است۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو کچھ بندوں پر گذرتی ہے سب خدا کا عدل ہے کیونکہ قضا کے معنی حکم اور انصاف گویا عدل ہے اور گذشتہ کے مراد یہی ہے نہ کہ آئندہ کے۔ اپنی فقہ کے حکم سے ثابت ہوا کہ فعل مختار بندہ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں پر خود مختار ہے۔ دعوات صوفیہ میں لکھا ہے کہ قوله تعالیٰ 'یفعل اللہ ما یشاء یعنی کرتے ہیں آنچه مشیت رکھتے ہیں۔ دیکھو اپنی کتاب کے مطابق خدا اور بندے میں کون فاعل ہوا اور دعوات صوفیہ میں ہے کہ قول تعالیٰ 'بحکم ما یرید یعنی حکم کرتے ہیں جس چیز کو وہ (خدا) ارادہ رکھتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ بندہ محکوم ہے نہ حاکم (حاکم کے حکم کے بغیر ایک بات ہی نہیں کر سکتا ہے تو فاعل حقیقی خدائے تعالیٰ ہوا نہ کہ بندہ۔ دیکھو اس حدیث میں اگر امام کو ماننے والا ہے سمعت ابا جعفرؑ یقول ان فی بعض ما انزل اللہ من کتبہ انی انا للہ لا الہ الا خلقت الخیر و خلقت الشر فطو لمن اجریت علیہ ال المنیر و ویل لمن اجریت علی یدیہ الشر شرح اصول کافی جز دوم صفحہ ۲۴۹۔ یعنی روایت ہے۔ امام محمد باقرؑ سے روایت کہتا ہے کہ سنا میں نے ابی جعفر سے ہے کہ تحقیق مجھ میں بغض ہے۔ اللہ کے نازل کئے ہوئے سے اس چیز کو جو اپنی کتابوں سے (لوح محفوظ)۔ تحقیق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ہوں خدا نہیں ہے سوائے میرے۔ میں نے پیدا کیا نیکی کو اور پیدا کیا میں نے شر کو۔ پس خوش خبری ہے اس شخص

کیلئے کہ میں خود جاری کرتا ہوں۔ اس کے دونوں ہاتھوں سے نیکی اور ویل ہے۔ (دوزخ) اس شخص کیلئے کہ میں خود جاری کرتا ہوں اس کے دونوں ہاتھوں پر برائی (اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ خیر و شر دونوں خدا کی طرف سے ہے۔ وہ دونوں اجرت میں متکلم فاعل خدا ہے) قول تعالیٰ 'و کان امر اللہ قدراً مقدوراً یعنی اللہ کا حکم مقرر ٹھہر چکا۔ اے کان قضاء اللہ قضا کائناً فی الجلالین و کان امر اللہ اور ہے حکم خدا کہ تھا قدراً مقدوراً حکم جاری کیا گیا اور نافذ یعنی وہ حکم جو پیغمبروں پر نازل کیا تھا ایک حکم تھا جاری کر دیا گیا اور البتہ اس مقدار میں واقع ہونے والا ایک حکمت تھا اور کوئی فرق اور خلل اس میں راہ نہ رکھتا تھا۔ تنویر البیان صفحہ ۸۴۱۔

قال احقاق الحق صفحہ ۱۱ میں ہے بندہ خاتم المجتہدین رحمۃ اللہ کا مقلد ہے۔ اس لئے اپنے مجتہد کی کتاب محاورہ رکھتا ہے۔ اقول۔ منہ میں میٹھی بغل میں آری۔ اپنے کہنے سے اور مجتہد کی کتاب کا محاورہ رکھنے سے اہل مقلد کو کیا فائدہ اور محاورہ رکھنے سے مذہبی نہیں بنتے۔ تمام کتب خانوں میں ہر ایک مذہب کی کتابیں رکھ کر مطالعہ و محاورہ رکھتا ہے۔ اس میں کیا اعتبار ہے۔ جب اپنے مجتہد کی فقہ سے خلاف اور ہم تقلیدی علماؤں کے فتویٰ اور مسئلوں میں خلاف واقع ہوئے تو وہ اس مجتہد کی تقلید سے خارج ہے اور جواب کے لئے ہر ایک کتاب سے جو اپنی کتاب اور اپنے ہم تقلیدی علماؤں کے فتویٰ کے مطابق جس کتاب سے ملے دلائل کے لئے ضرور پیش کیا جائے گا اور اس میں جن تفسیروں کا حوالہ دیا ہے ہر ایک کتاب کے نام درج ہیں اٹھا کر دیکھو۔ تاکہ علم اللہ میں جسکے مقلدین نیک بخت قائم ازل سے قسمت کے وقت حصہ ہو چکا ہو ضرور توفیق ہو کر ان دلائل میں تابع ہو جائے گا۔ اگر خدا نخواستہ کہ مذکور مقدر

کے عکس ہے تو خدا حافظ اور نگہبان ہے اور اپنے کہنے اور محاروہ رکھنے سے مراد مجازاً ہے اور مقلد اس کو کہتے ہیں کہ اپنے مجتہد کے ہر ایک مسئلہ میں بلا عذر عمل میں لانا اور اعتقاد ہونا اس کو مقلد کہتے ہیں اور اپنے اور محارہ سے کیا فائدہ ہو۔

قال احقاق الحق صفحہ ۱۱ میں کہ فقہ احوط سے دلیل نہیں ملا تو الغریق یتشبث بالحبشیش کے مطابق یہ بھی ثبوت میں سمجھا جائے گا۔ اقول۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ آں صاحب کے نزدیک فانک تقضی اور علیٰ ما فعلہ اللہ و علیٰ ما قدرہ اللہ بحکمة البالغہ اور فعال لما یرید۔ یہ آیت فقہ احوط میں مسطور ہے یہ حبشیش سمجھ کر پس پشت ڈالا اور اس ضعیف میں یہ قوت نہیں کہ جو فقہ خود میں لکھا ہے۔ یہ حبشیش جان کر تصدیق بالقلب نہیں ہوا۔ پیچھے ان کا بیان لکھ کر آیا ہے۔ خاتم المجتہدین سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ کی تقلید ہے۔ فقہ کے مشرح عفی عنہ نے فانک تقضی کے ماتحت لکھا ہے۔ ان صاحب کو ایمان لاؤ۔

قال احقاق الحق صفحہ ۱۲ کہ حکم دو قسم کی ہیں ایک امر اور دوسرا نہی جو اس کے متعلق ہے۔ اقوال۔ ایسے ہی رسالہ بنانے کے لئے آیہ مشبہات لکھا ہے۔ ورنہ قضا و قدر اور آیہ مشبہات جتنے ہیں سب سے قضا و قدر مقدم ہے نہ کہ مشبہات اور ام الکتاب کے بیان ذکر ہو گیا ہے۔ یعنی لوح محفوظ ہے۔ اور کل من عند ربنا یعنی کل اشیاء خدا کے پاس ہیں۔ یہاں آپ کا کیا مطلب حل ہوا ہے۔ (کل کے لفظ نے کوئی چیز نہیں چھوڑا ہے بلکہ ہر مخلوق کے منہ کے لفظ تک داخل ہے۔) اللہ تعالیٰ کا علم تمام نکتہ سے مقدم ہے اس میں لا و لغم کی جگہ نہیں۔ قول اللہ تعالیٰ وما من غائبۃ فی السمآء والارض الیٰ فی کتب مبین یعنی اور کوئی چیز نہیں ہے غائب آسمان اور زمین میں مگر ہو کھلی کتاب میں۔ ای من شیء من سرّ حفی من

۱ اهل السماء والارض الا مكتوب في لوح محفوظ في
الجلالين كتاب مبين سے مراد لوح محفوظ سے ہے۔ تنویر البیان ۷۵۴۔ سمعت
عن رسول الله صلعم يقولون اول ما خلق الله القلم فقال اكتب قال ما
اكتب قال ما كان وما هو كائن الابد ترمذی صفحہ ۳۸۔ یعنی راوی کہتا ہے کہ سنا
میں نے رسول اللہؐ سے فرماتے تھے کہ تحقیق پہلے آنچہ پیدا کیا خدا نے قلم کو۔ پس فرمایا
قلم سے لکھ۔ قلم نے عرض کیا کیا لکھوں۔ خدا نے فرمایا لکھ جو کچھ ہوا ہے اور آئندہ
قیامت تک ہونے تک۔ ترمذی۔ یہ دونوں حدیث اور آیت سے حاصل ہوتا ہے کہ
بندہ پر جو کچھ گذرتا ہے سب لوح محفوظ میں لکھا ہے۔

قال احقاق الحق صفحہ ۱۳ میں جو کچھ لکھا۔ اقوال ان سب کا بیان نیچے ذکر ہو چکا
ہے۔ قضا و قدر میں بحث کرنا فضول جانئے۔ سرّ من اسرار اللہ جانے تو یہ آیات
مشبہات لیکر اور بحر عمیق میں ہاتھ پیرا چھال کر کیوں کود پڑے اور بڑا دلیر ہے اور
”نخضر“ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جائے تو پھر بھی آنحضرتؐ کی نافرمانی کر کے رسالہ
احقاق کو تالیف کیا افسوس ہے۔ کہ اوروں کو نصیحت اپنے کو اثر ندارد۔ اور آنحضرتؐ کے
صحیح فرمان جو ہیں وہ مطابق وحی من اللہ ہیں۔ چنانچہ ما ينطق الہدی ہے۔ یہ
سب کتاب مبین سے علیحدہ نہیں ہے۔ کتاب مبین کے بیان قبل ازیں ذکر کیا ہے۔
اور آپ کے رسالہ احقاق الحق کے صفحہ ۱۲، ۱۳، ۱۴ میں جتنا لکھا ہے۔ سب کتاب پورا
کرنے کیلئے لکھا ہے۔ کیونکہ آیات بینہ اور احادیث قاطع کہیں سے بھی بندہ فعل مختار
تام ہوگی حجت ودلائل سے مقصر ہونے کے ثبوت ہے۔ والا کوئی حجت قاطع لیجئے۔
شرح اصول کافی میں کن فیکن کے ماتحت مرقوم ہے کہ ظاہر اُدر دست خلق است و
در حقیقت نزد او است چہ سررشتہ ہر کارے بادست مینے آنکہ چیزے ہر بندگان باشد۔

جز اول صفحہ ۵ (حقیقت میں ہر فعل کے فاعل خدا ہوا نہ بندہ مختار تام) ظاہر میں کوئی ایک سبب ہو کر دکھا دیتے ہیں۔ ایضاً ولا اقول انّ ہم ما مثاؤا اضعوثم قال انّ اللہ یهدی و یضل شرح اصول کافی جز دوم صفحہ ۲۷۶۔ یعنی اور نہ حکم دیا میں نے تحقیق ان کو جو چاہو سو کرو۔ پھر فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اور گمراہ کر دیتا ہے (یہاں سے نہ چاہت نہ کسی چیز کا اختیار اور بندے سبب کر کے چاہت اپنی کریں گے تو بندہ فعل کے محل صدور ہو گیا نہ کہ فاعل)۔ فقہ احوط میں ہے قول تعالیٰ افعال الما یرید اس کی تفسیر یہ ہے کہ بیشک کر داتا ہے تیرا رب جو چاہے۔ تحقیق تیرا پیدا کرنے والا ہے۔ جس چیز کو چاہے عذاب دینے کے بغیر عارض ہونے سے معترض کے۔ تنویر البیان ۴۶۲۔ قول تعالیٰ یرجع الامر کله ای والی اللہ یرجع امر العباد و تفسیر فی الجلالین۔ (اس میں امر العباد کہا نہ امر المعاد) اور تفسیر تنویر البیان ۴۶۲ میں ہے کہ ہر ایک کام بغیر تغیر اس کی طرف سے نہ غیر اس کے پھر میں تمام بندوں کے۔ (اس میں کسی مکان کی یا زمان نہیں کیا۔)

قال احقاق الحق صفحہ ۱۲ میں کہ من مسرّ القرآن بالرائی فلیتبؤا مقعده من النار موجود ہے۔ اقول۔ جس نے یہ آیہ مشبہات لے کر رسالہ بنایا ہے۔ اگر مشبہات نہیں تو کیا ہے والراسخون فی علم وغیرہ مرقوم ہیں۔ یہ سب مشبہات ہیں نہ کہ حجت قاطع ہے۔ اور قائم الحق ناسخ اور قال احقاق الحق منسوخ دونوں رسالوں میں مطالعہ کرنے سے ذہن نشین ہوگا۔ خدا کو منظور ہے کہ جس نے بلا تفسیر اپنی رائے لکھا ہوگا وہی مقعده فی النار۔ فی قلوبہم زیغ۔ حماقت ہوگا۔ اور مقام فی النار ہوگا۔ اور لومڑی کا بیان صراط الحق میں لکھا۔ تکرار عبارت لکھنا فضول ہے۔

قال احقاق الحق صفحہ ۱۴ کہ پس واضح انجو حضرت علیؑ ہیں۔ اقول اس میں حقیر قائل ہے۔ آپ صاحب منکر عین ہیں کیونکہ کیا فکر اپنے جدا مجد کا حکم ہے۔ منکر ہوئے تو کیا ڈر ہے۔ اگر شرط و مشروط کو عمل میں نہیں لاویں۔ کیونکہ مولائی متقیان امام الانس و جن مشکل کشا خواجہ، بے نوا اور کھف الفقراء، معدن جود و سخا، مظہر العجایب، اسد اللہ الغالب، امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب نے علم انجو کے اندر ہی ہر ایک جزیات اور کلیات فات الشرط فات المشروط کو شرط رکھا ہے۔ آپ صاحب دوستدار مخلص اولاد ہاشمی کے نزدیک بعض حکم میں واضح انجو عمل درآمد ہیں۔ بعض حکم میں بدعت سمجھ کر عمل میں عامل نہیں ہوتے۔ اپنے مقام میں پورا اس کا بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس نحیف کی واضح انجو مولائی ہر مشکل جناب مصطفیٰ خلیفہ اول ہے اس لئے ہر مؤمن و دوست دار کو لازم ہے کہ واضح انجو کے حکم کو ہر کلمہ میں جاری رکھیں چہ اصول و چہ فروع میں۔ اور اس بے نوا نے صراط الحق میں یوں لکھا کہ بعض نے بدعتیں شمار کیا ہے مگر ان صاحب کو لفظ بغض کی تمیز نہ ہوئے تو میرا کیا قصور ہے۔ مثال لیجئے فقہ احوط سراج کے صفحہ ۱۱۶ میں صاحب شرح رحمۃ اللہ نے لکھا ہے ارادۃ کاملہ خود کہ برائے ہر موجود ہے۔ مقدر مقرر فرمودہ خدا کہ سزاوار کبریائی است۔ اس سے یہ معلوم ہوا مقدر مقرر جو ہوا ہے وہاں تک تمیز ہوگا۔ اس سے علاوہ کہاں ہوگا۔ اور تمیز بھی ایک بڑی نعمت الہی ہے۔ جس کو خدا کی منشاء ہوئے عطا فرماتے ہیں۔ قول تعالیٰ یعطی من یشاء یعنی دی دیتا ہے جس کو خدا چاہے۔ تصور اور دہن بھی ایک نعمت خدا ہے تو بعض کے مطلب نہ سمجھے تو کس کو شکایت کریں اور لفظ بعض کے مطلب کے لئے مائے عامل میں دیکھئے خدا کو منظور تو ذہن نشین ضرور ہوگا ورنہ خدا حافظ ہے۔) دیکھو آنحضرتؐ پر نازل ہوا عتبہ اور شبہیہ اور ابو جہل جیسے کفار کے شان میں

قول تعالیٰ ء انذرتهم ام لم تنذرهم فهم لا يؤمنون ۝ ختم اللہ علیٰ قلوبہم طبع اللہ علیٰ قلوبہم سمعہم و علیٰ ابصارہم غشاوة و لہم عذاب عظیم شدید فی الآخرۃ ۝ اور یعنی یا تو ان کو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ ایمان نہیں لائینگے۔ مہر کردی اللہ نے ان کے اوپر ان کے کان پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ اور اور ان کے لئے بڑے عذاب ہیں اور تفسیروں لکھا ہے۔ دیکھو کہ ء انذر تم خوفتمہم بالقرآن ام لم تنذرہم لا يؤمنو فی العلم اللہ ۝ ختم اللہ علیٰ قلوبہم طبع اللہ علیٰ قلوبہم علیٰ سمعہم و علیٰ ابصارہم غشاوة عطاء لہم عذاب عظیم شدید فی الآخرۃ (اس آیت کے اندر مقدم موخر ہے) جب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دیا ازل میں تو یہ حکم نازل ہوا۔ ثابت ہے تو کہاں ایمان لائینگے (اور لفظ بعض کو سمجھے فہو المطلوب ورنہ خدا حافظ ہے۔ اس آیت کے شان میں داخل ہونے سے۔ اور بعض کے مراد یہ ہے کہ حضرت علیؑ کو نہ ماننے والا بھی ہے۔ اگر کوئی زبان سے کہے دل سے تصدیق نہیں کیونکہ جس کو خدا نے تمیز ہر بات میں عنایت فرمایا ہے وہ تمیز کرتے ہیں۔ ہر ایک کو تمیز ہونا بھی محال ہے۔ چنانچہ پس کردند آنچه را کہ گذشتہ بود برائے ایشان در علم اللہ۔ پس محال است کہ اللہ تعالیٰ عمل بہ مقتضاء علم خود کند و خلاف حکمت کند۔ شرح اصول کافی جز دوم صفحہ ۲۴۷) جو در علم خدا مقرر مقدم ہوا ہے وہی اصل ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتے ہیں اور بعض کے تمیز بھی ایسے ہی ہے) اور ختم اللہ کی تائید میں ہے۔ قوله تعالیٰ ولو شاء ربک لا من من فی الارض کلہم جمیعاً۔ امی یا محمدؐ جمیع کفار۔ افانت تکرہ الناس حتیٰ یکون مؤمنین ای تعجب الناس۔ وما کان نفس ان تؤمن الا باذن اللہ ای بارادۃ اللہ و توفیقہ فی

الجلالین۔ اور اگر چاہتا پروردگار تیرا بہ جبر سب آدمی ایمان لائیں تو البتہ ایمان لاتے وہ لوگ کہ بیچ زمین کے ہیں وہ لوگ سب کے سب۔ کیا زبردستی کرتا ہے آدمیوں کو اے محمد ایمان کے مقدمہ میں یہاں تک کہ ہوئے وہ ایمان لانے والے یعنی تو قدرت نہیں رکھتا ہے کہ زور سے مؤمن کر دے۔ خدائے تعالیٰ میں البتہ قدرت ہے۔ وہ چاہے تو ایسا ہو سکتا ہے اور نہیں ہے کسی نفس کے واسطے کہ یہ ایمان لائیں مگر باذن خدا کہ قدرت ہر طرح کی عقل اور فہم عطا کر دے کہ جس سے حق کو ناحق سے جدا کریں تا آخر۔ تنویر البیان صفحہ ۴۳۸ (عقل و فہم خدا کی جانب سے ہے۔ حقیقت میں فاعل خدا ہر فعل کو ہو کر وہ فعل بھی مقدر مقرر ہے)۔

قال احقاق الحق صفحہ ۱۴ میں ہے کہ ہمارے ہاشمیوں کی ظرافت ایسی ہوتی ہے۔ اقول۔ یہ شرط نہیں کہ اولاد ہاشمی جس کو کہے اس کی ظرافت کرے۔ اولاد ہاشمی اس کو کہتے ہیں کہ صراط الحق میں رہے۔ بلکہ بعض اولاد ہاشمی ہو کر بھی راہ کجی میں تقدیر مقدر ہو کر گر جاتا ہے۔ اس کے لئے کیا ظرافت ہے۔ اگر کوئی ظرافت کرے تو غلط ہے۔ دیکھو امام زید بھی اولاد ہاشمی تھا اور آج کل زمانہ میں بہت اولاد ہاشمی طمع مال کے قادیانی ہوئے ہیں۔ کوئی وہابی اور کوئی آریہ مذہب میں جاوے تو سب کو ظرافت کے شرط نہیں ہے۔ اگر کوئی اپنے ہم مذہب سے یا کتاب و سنت سے خلاف واقع دیکھے تو تہذیر کرنا چاہئے۔ خدا جس کو قوت دے تہذیر کرنیکی اور تہذیر ہونا یا نہ ہونا خدا کے حوالہ ہے۔ دیکھو وقوع کل ما يتعلق علم اللہ تعالیٰ و ارادۃ و اختیارہ بعدم وقوعہ عقاید نسفی صفحہ ۱۰۷۔ یعنی اور ہونا ہر ایک چیز کا (ایک لفظ ایک نگاہ تک) اس چیز کو تعلق رکھتے ہیں کہ خدا کے علم اور اس کے ارادہ اور اس کے اختیار کے ساتھ عدم وقوع اس کے ہے۔ قوله تعالیٰ اللہ الامر من قبل و من بعد یعنی

اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کام پہلے اور پچھلے۔ اے اللہ الامر العلم والقدر
 والمشیة من قبل من قبل ابداع الخلق و من بعد من بعد اثناء الخلق
 اے کان اللہ امرا من قبل المامورین و من بعد المامورین فی الجلالین
 اور کشف الاسرار میں مراد قبل اور بعد قبل ازل کے ہے۔ اور بعد کے لئے حکم ازل اور
 ابدی اس کے واسطے ہے جو مالک و ازل اور ابد کا ہے۔ تنویر البیان۔ صفحہ ۹۹۔ قال
 قال رسول صلعم کل ميسراً ما من كان من اهل السعادة فانه يعمل
 للسعادة و اما من كان من اهل الشقاوة فانه يعمل للشقاوة۔ (ترمذی
 صفحہ ۳۵) یعنی کہا فرمایا رسول خدا نے ہر ایک کام کا امان ہے لیکن جو شخص ہو سعادت
 لوگوں میں سے پس تحقیق وہ کام کرے گا واسطے ہدیہ کے (جس بندہ کے فعل ابتدا میں
 مقرر ہو کے ہیں یہاں آ کر وہی کرے گا)۔

قال احقاق الحق صفحہ ۱۵ میں ہے کہ خدا کی صفات اور اسماء جو اوراد فتحیہ کے یا
 اللہ سے لیکر یا ستار تک ہے۔ اقول۔ اس کے بعد جو خدا کی جلالت میں نار و اباتیں
 قلم کر رکھا ہے۔ خداوند امیرے قلم کو نصیب نہ ہو جائے۔ ایسی باتیں خدا کی شان
 میں بے ادبی اور اپنے پر کفر لازم آئے۔ اور یہ ۹۹ نام صرف خدا کے نام کی صفات
 ہیں باقی جتنے ملک الجبار سے لیکر ما سکن فیہما اللہ الواحد القہار تک
 وغیرہ آپ کی تعریف ہوگا۔ یہ آپ کا ناحق نہیں کیونکہ دعوات صوفیہ آپ کے نزدیک
 غلط ہے اور غلط کیوں ہوا اپنی نہ ہونے سے ہے۔ اس وجہ سلسلہ الہی قبول طاعات میں
 پیران پیر حضرت شاہ جلال سید الاخیار عفی عنہ کے حق میں بے ادبی کہتے ہیں۔ وہ
 بات میں اپنے قلم سے کیوں لکھوں۔ اگر کوئی مقلد سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ کا ہے وہ
 کتابوں کو ہرگز غلط نہیں کہتا ہے۔ اور اپنے مجتہد کی مذہبی کتابوں کو غلط کہنے سے خارج

تقلید ہے۔ (مطلب اس کا یہ ہے غلط بتا کر عمل کرنا چھوڑ دیا جاوے لوگوں کے دل خراب کرنا ہے۔)

قال احقاق الحق صفحہ ۱۵ میں ہے کہ معبود برحق نے ضلالت کو اپنی طرف نسبت دینا مناسب نہیں سمجھا۔ فرمایا و افعلہم السامری و اضلّ فرعون قومہ وغیرہ۔ اقول سامری اور فرعون کی طرف نسبت کرنے والا بھی خدا ہے اور ان کو قدرت بھی خدا نے دیا ہے اور خدا خود نے ان کی طرف نسبت فرمایا اور اپنی طرف سے مناسب نہیں سمجھا۔ آپ کے قول سے معلوم ہوا حقیقی فاعل خدائے واحد ثابت ہو گیا۔ کیونکہ اگر خدا ان کو اتنے کی قدرت نہ دیتے اور نسبت نہ فرماتے تو ان میں کوئی کسی چیز کا اختیار نہیں۔ دیکھو من یہدی اللہ فہو المہتدی و من یضلل فاولئک ہم الخاسرون یعنی جس کو راہ دکھا دے اللہ پس وہ راہ پانے والا ہے۔ دیکھو تفسیر تنویر البیان صفحہ ۳۴۲ میں کہ جس کو عطیہ توفیق دے کر ہدایت کرتا ہے خدا۔ پس وہ ہدایت پانے والا ہے۔ اور جس کو گمراہی میں پڑا رہنے دے پس وہ لوگ گمراہی میں رہیں گے۔ اور تفسیر جلالین میں ہے کہ لدینہ عن دینہ و قول تعالیٰ بل اللہ الامر جمیعاً یعنی بلکہ اللہ کے ہاتھ میں ہے سب کام۔ تفسیر تنویر البیان صفحہ ۵۰۴ میں ہے کہ بلکہ تمام امور یعنی قدرت اس کی تمام چیزوں پر پہنچی ہے اور آخر تک۔ تفسیر جلالین بل اللہ یفعل ذالک جمیعاً ان شاء (اس سے معلوم ہوا کہ ہر فعل کا فاعل خدا ہو کر مشیت کے لفظ کو شرط رکھا ہے بندہ فعل صدور ہے۔) اضلّہم السامری و اضلّ فرعون قومہ ۛ تبّت یدا ابی لہب وغیرہ یہ سب خود گمراہی میں کیوں ہوا اور ان کو خود ان کے تابع ہو کر گمراہ میں کیوں پڑے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو شعلہ آتش میں کیوں مقام ہوا۔ اور حضرت یوسفؑ کو کنویں میں اور

جیل میں کیوں جگہ ہوگئی۔ اور فرعون کی قوم دریا میں کیوں غرق ہوگئی اور یہ سب اختیار تام سے ہوا ہے یا بے اختیاری سے ہے۔ مشیت خدا ہوا یا بندہ کی چاہت ہوا اور لوح محفوظ سے باہر ہوا ہے یا اسکے مطابق ہوا ہے۔ دیکھو قول تعالیٰ 'ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسک الا فی کتب من قبل ان نبراهما' یعنی کوئی آفت نہیں پڑی ملک میں نہ اپنے نفس میں جو نہیں لکھی ایک کتاب میں پہلے اس سے پیدا کریں ہم اور اس کو دنیا میں اور کتاب سے مراد لوح محفوظ لکھا ہے۔ فی الجلالین عن ابی عبد اللہ قال خلق اللہ المشیة بنفسها ثم خلق الاشیاء بالمشیة اصول کافی ج ۲ دوم۔ یعنی حضرت ابی عبد اللہ سے روایت ہے کہ کہا پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے مشیت کو ساتھ اپنے نفس کے (ہ کے ضمیر مشیت کی طرف ہے) پھر پیدا کیا اشیاء (یعنی چہ نیکی و چہ بدی و چہ فعل و چہ فاعل و مفعول اور لفظ تک گویا تمام شے) ساتھ مشیت کے۔ (تو کیا سامری وغیرہ اس حکم سے باہر ہے) اس حدیث میں ثابت ہو گیا کہ کل کا فاعل خدا ہوا ہے۔ نہ کہ بندہ فاعل تام ہے۔

قال احقاق الحق صفحہ ۱۵ میں قطع بریدہ کرنا۔ دیکھ کر مجبوراً رسالہ لکھنا پڑا۔ اقول۔ اس عاجز کو یہ غرض نہیں کہ مطلب کہیں بیان کہیں۔ مثل واقعہ کر بلا و قتل عام وغیرہ درج کر کے رسالہ پورا کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ نہ دین کی ترقی نہ خود کی عزت۔ صرف کاغذ اور قلم اور سیاہی اور محنت وغیرہ جتنے صرف کیا جو چیز بیجا کیا ہے تو بیجا خرچ کرنے والوں کے حق میں یہ آیہ شریف کو الحاق ہے۔ قوله تعالیٰ 'ان اللہ لا یحب المفسرفین' یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتے ہیں بیجا کسب حلال کو خرچ کر نیوالوں کو۔ (یہ آیہ ایک تہذیر ہے مگر مشیت الہی سے باہر نہیں)۔ مجبوراً رسالہ لکھنا پڑا کیوں پڑا محال بات ہے۔ خود مالک مختار ہو کر مجبور ہونا۔ ہاں بیشک بندہ کو مجبور ہونا

پڑتا ہے۔ مالک کے ماتحت ہونے سے۔ دوسرا آل صاحب مجبور کے لفظ سے مقدر کہتے ہیں۔ شاید کہیں مجبور کا لفظ دیکھے چاٹ کر مٹانا چاہئے۔ ہاں البتہ یہ اعتقاد متوسط رکھنا چاہئے کہ اگر نجات کا طلب گار ہے وہ یہ ہے کہ کسی موقع میں گاہے مجبور کسی موقع میں بظاہر سبب مسبب ہو کر محل فعل صدور ہو جاتا ہے نسبت کے ساتھ بین القدر تین مطابق فقہ احوط کے اور ہمارے علماء کے فتویٰ کے۔ قول تعالیٰ ہم چو اللہ ما یشاء و یثبت یعنی مٹا دیتے ہیں اللہ جو چاہے۔ اور ثابت کرتے ہیں جو چاہے۔ (حاصل یہ ہوا کہ خدا خود فاعل اور چاہت بھی اپنی ہر چیز ہر فعل میں آپ کو کیا حاصل جنت ہے)۔ اور ایمان میں کمی و زیادہ ہونا بھی مقدم ابتداء ہے۔ حادثہ نہیں۔ علم خدا اور مشیت اور ارادہ سب کام میں ثابت ہے۔ تو کرانا نہ کرانا۔ کیا بات ہے ہو کے رہیں گے۔ آنصاحب فعل مختار تام پر فتویٰ دیتے ہیں۔ کہاں متوسط میں رہا بلکہ قدر یہ و معتزلہ و رافضی و وہابی و آریہ سماج کے بھی یہ اعتقاد ہے کہ فعل مختار تام بندہ ہے۔ جب ہم تام ہو تو خدا بندہ کے فعل سے بے تعلق ہوا۔ خدا پناہ دے ایسے اعتقاد سے۔ دیکھو قول تعالیٰ کل شیء یرجع الی املہ کا بیان ہو چکا ہے۔ اور عقائد نفسی و اما القدرة بمعنی ان شاء فعل و ان لم یشاء لم یفعل متفق علیہا بین الفرقین۔ (یہاں فعل کا دار و مدار قدرت ہو گیا۔ جس کو خدا نے جس کام کیلئے قوت عطا کیا تو وہ فعل پایا جاتا ہے۔ اگر قوت و بخشش ہو تو فعل کا صدور ہونا محال بات ہے۔ تو حقیقت میں ہر فعل کا فاعل خدا ہوا۔

قال احقاق الحق صفحہ ۱۶ میں کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ اقول یہ بھی لیجئے کہ قول تعالیٰ فمنہم شقی و سعدای من الناس یومئذ قد کتب علیہ شقاوۃ و قد کتب لہ سعاده فی الجلالین (یہاں آکر مکتوب قدیمی

کے تابع ہو کر رہیں گے۔ اس کے خلاف نہیں ہو سکتے بموجب مذکور آیتوں کے)۔ اور تنویر البیان صفحہ ۴۶۲ میں ہے کہ بعض اہل موقف سے بد بخت ہوں کہ بہ مقتضائے وعید دوزخ میں جگہ ان کی ہو اور یہ لوگ کفر اور طغیان سے ہوں اور بعض نیک بخت بموجب وعدہ بہشت جگہ ان کی ہو اور وہ مؤمنین ہونگے۔ اور صاحب پرہیزگاری و صلاح خیر میں ہے۔ اور احقاق الحق صفحہ ۱۷ میں جو حدیثیں درج ہیں سب انکی رو میں جو متوسط بین الامرین کے حکم سے بڑھ کر افراط و تفریط میں ہو گیا ہے۔ جیسے کہ اختیار تام فی الفعل چہ باطنی چہ مجازی فاعل بندہ خیر و شر اعتقاد رکھتے ہیں۔ ان کی تردید میں ارشاد ہے اور متوسط بین اعتقاد جس کے ہر اصول و ہر فروع میں ان کے لئے کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور متوسط اعتقاد اسی نسخ میں کئی جگہ لکھا ہے۔ اور منسوخ شدہ کے صفحہ ۱۸ میں جو حدیث ہیں اس میں آں صاحب کو کوئی حاصل نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے آخر میں یہ بھی موجود ہے کہ فقال شیخ وما القضاء والقدر الذان ما سرنا الا بهما هو الامر من الله والحکم۔ جواب میں آنحضرت نے فرمایا پس وہ حکم جدا تھا۔ (معلوم ہوا کہ جو کام ہوتا ہے بندہ سے وہ حکم خدا ہوتا ہے۔ نہ بندہ اختیار تام رکھتا ہے) دیکھو کہ علی ابن ابراہیم عن محمد بن عیسیٰ عن یونس عن بکار بن کردم عن مفصل بن عمرو و عبد لا مؤمن الانصاری عن ابی عبد الله قال قال الله عذو جل انا الله لا اله الا انا خالق الخیر و الشر فطوبی لمن اجریت علی بدیہ الخیر و ویل لمن اجریت علی یدیہ الشر یعنی امام جعفر صادق کہ گفت گفت الله عز وجل من ان مستحق عبادت مشہورم کہ نیست مستحق عبادتی مگر من کہ تدبیر کنندہ خیر و شر م پس خوشا کسے کہ جاری ساختم بردست او خیر۔ اور بدی ہر کسی کہ جاری ساختم ہر دست او شر را۔ ترجمہ اردو۔ امام جعفر صادق

نے کہا فرمایا اللہ تعالیٰ نے میں ہوں معبود نہیں ہے سوائے میرے عبادت کے لائق۔ پیدا کرنے والا خیر و شر کا ہوں۔ پس خوش خبری ہے اس شخص کو کہ جاری کیا میں نے اس کے دونوں ہاتھوں پر نیکی اور ویل ہے (دریغ یا دوزخ کا میدان ہے) اس شخص کو کہ جاری کیا میں نے اس کے دونوں ہاتھوں پر برائی۔ شرح اصول کافی (مطابق اس حدیث کے ہر فعل کا فاعل خدا خود ہو کر مجازاً محل صدور سے اپنی قدرت ظاہر ہوتے ہیں) ان دلائل کی رؤ سے بندہ فعل مختار تام ہرگز نہیں ہو سکتے ہیں دیکھو تفسیر تنویر البیان صفحہ ۱۴۰ میں کہ اولاً حکم کیا خدا نے اور تقدیر فرمائی کہ زمانہ آئینہ میں حسب مصلحت ہر روز ہر ساعت کیا فضل کرے گا بعد اس کے۔ بعد اس کے اسی کے موافق اس فعل کو عمل میں لائے گا تا قیام قیامت و انّ الٰہی ربّک اور یہ بھی صحف ابراہیم و موسیٰ میں ہے۔ کہ پروردگار کے حکم کی طرف ہے۔ انتہی نہایت اور کے۔ فی شرح اصول کافی عن ابی عبد اللہ اِنَّہٗ قَالَا یَسْتَلْکَ بِالْسَعِیْدِ فِی طَرِیْقِ الْاَشْقِیَاءِ حَتّٰی یَقُوْلَ النَّاسُ مَا اَشْبَہَ بِہُمْ بَلْ هُوَ مِنْہُمْ ثُمَّ یَتَدَارَکُ السَّعَادَۃَ وَ قَدْ یَسْتَلْکَ بِالْشَقِیِّ طَرِیْقَ السَّعَدِ اَوْ حَتّٰی یَقُوْلَ النَّاسُ مَا شَبَّہَ بِہُمْ بَلْ هُوَ مِنْہُمْ ثُمَّ یَتَدَارَکُ الشَّقَاءَ اِنْ مِنْ کَتَبَہُ اللّٰہُ سَعِیْدًا وَاِنْ لَمْ یَبْقَ مِنْ الدُّنْیَا اِلَّا فَوَاقٍ نَّاقَۃٌ خَتَمَ لَہٗ بِالسَّعَادَۃِ وَ هٰذَا الْقِیَاسُ الشَّقَاءِ۔ یعنی روایت ہے حضرت امام جعفر صادق سے کہ کہا چلا جاتا ہے نیک بخت آدمی بد بخت لوگوں کے راستہ میں تک کہ کہتے ہیں لوگ اس کو وہ چیز کہ ہو گیا۔ مثال اس کے ساتھ انہیں کے لیکن وہ ان میں سے ہیں پھر پالیتے ہیں وہ نیکی کو۔ اور تحقیق چلا جاتا ہے بد بخت نیک لوگوں کے راستہ میں یہاں تک کہ کہتے ہیں وہ لوگ اس کو وہ چیز ہو گیا۔ مثال اس کے ساتھ انہیں کے لیکن وہ ان میں سے ہیں۔ پھر پالیتا ہے برائی۔ بد بخت یہ کہ تحقیق لکھا

اسکی خدائے تعالیٰ نیک بخت (قلم جو پھر گیا خشک ہوا) اور اگر نہ باقی رہا دنیا کی عمر سے مگر دودھ دھونی اونٹ کے سے و قریب مرنے کے) خاتم اس کے لئے ہوتا ہے نیک بخت جتنی لوگوں کے اوپر اور یہ مثال شقی بد بخت کا بھی ہے۔ (مقرر ہوئے کو ہو کے رہیں گے) دیکھو حضرت علیؑ حضرت رسول اللہ صلعم سے مروی ہے کہ عن علی قال قال رسول اللہ صلعم ما منکم من احداً لا قد کتب مقصدہ من النار و مقصدہ من الجنة قالو یا رسول اللہ افلا فتکل علی کتابنا ندع العمل قال اعلمو ا فکل میسر لما خلق له ام من کان من اهل السعادة فیسر يعمل اهل السعادة و اما من کان من اهل الشقاوة فیسیر يعمل الشقاوة فی المشکوة متفق علیہ و فی ذخیرۃ المک۔ یعنی روایت ہے حضرت علیؑ نے کہا کہ فرمایا رسول خداؐ نے نہیں تم میں سے کوئی مگر البتہ لکھا گیا ٹھکانہ اس کا بہشت میں اور لکھا گیا ٹھکانہ اس کا دوزخ۔ (گویا معین ہو چکا ہے جتنی اور دوزخی) عرض کیا صحابہ نے یا رسول اللہؐ کیا بھروسہ کریں ہم اپنے پر لکھی ہوئی کے اور چھوڑ دین عمل کرنا۔ فرمایا عمل کرو۔ پس ہر ایک آسان کیا گیا ہے اس کے واسطے جو شخص کہ ہوا اہل نیک بخت کا۔ پس آسان کیا جاتا ہے واسطے عمل نیک بختی کے اور جو شخص اہل بد بختی ہو پس آسان کیا جاتا ہے واسطے عمل بد کے (پس حاصل حضرت کے جواب کا یہ ہے کہ ہونا سابقہ قضاء و قدر کا باعث ترک عمل کا نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم ساتھ ربوبیت کو امر و نہی کی اور بندوں پر بقضاً عبودیت کے فرمان برداری اس کو لازم ہوئی اور عمل کو علامت سعادت اور شقاوت کی اور یہ ہے داخل قضاً قدر کی ہے۔ جس پر مقدر کیا کہ عمل کرے گا کرتا ہے۔ اور جس پر مقدر کیا نہ کریگا نہیں کرنا۔ اور ثواب اور عذاب ایک تصرف ہے کہ اپنے ملک میں کرتا ہے یعنی خدا کی

ملکیت میں) اپنی کرنے سے جنتی دوزخی ہوتے ہیں۔ الجواب تو دیکھو کہ عن سهل بن سعد قال قال رسول الله ان العبد ليعمل عمل اهل النار وانه من اهل الجنة و يعمل عمل اهل الجنة و انه من اهل النار و انما الاعمال بالخواص في المشكوة متفق عليه۔ یعنی روایت ہے سهل بن سعد سے کہ کہا فرمایا رسول خدا نے تحقیق بندہ کام کرتا ہے دوزخیوں کے اور تحقیق وہ ہوتا ہے جنتی اور کرتا ہے کام جنتیوں کے اور تحقیق وہ ہوتا ہے دوزخی اور نہیں اعتبار عمل کا مگر ساتھ خاتمہ کے۔ روایت کی یہ بخاری مسلم نے۔ لا یقدر و مما کسبو ا علی شیء کو کفر کی طرف ضمیر کرے تو حدیث متفق کے خلاف ہے نہ جمع ضمیر عام ہے۔ تمام بندوں کی طرف نہ خاص۔ اور خدا کی چاہت ہر کل احوال بندہ ہے نہ کہ بندے کی چاہت پر خدا کے احوال۔ دیکھو قولہ تعالیٰ لو شاء ربک لجعل الناس امة واحدة یعنی اگر چاہتا تیرا رب کرڈالتا لوگوں سے امت ایک گروہ پر اور دیکھو تفسیر تنویر البیان ۴۲۴ ہیں ہے کہ اگر چاہتا پروردگار تیرا البتہ گردانتا جب اور قہر اور انجام کو لوگوں کا ایک گروہ یعنی دین اور آئین پر (اللہ تعالیٰ جب کرے مجبور بھی نہیں کرتا ہے اور بندوں کو پورا اختیار تام بھی نہیں دیا ہے۔ قولہ تعالیٰ فان الله یضل من یشاء و یهدی من یشاء یعنی پس تحقیق کہ اللہ تعالیٰ گمراہی میں رہنے دیتا ہے جیسے چاہے اور ہدایت کرتا ہے جس کو چاہے۔ فی تفسیر جلالین۔ فان الله یضل من یشاء عن دینہ من کان اهلا لذلک وہ یهدی من و یشاء عن دینہ فلا تذهب نفسک فلا تهلك نفسک۔ تفسیر تنویر البیان ۸۶۳ میں ہے کہ پس بدرستی کہ حق تعالیٰ چھوڑ دے جس کو چاہے اور وہ ہر شخص ہے کہ لطف الہی نے اس میں اس کے سبب فرط عناد اور جھگڑے کے تاثر نہ کیا ہو۔ اور حق تعالیٰ نے بجہت

اسکے اس کو صحرائی گمراہی اور پشیمانی میں چھوڑ دیا ہو۔ بجہت اس کے قبیح جانے کہ راہنمائی کرے جس کو چاہے۔ گمراہ کرے جس کو چاہے۔ (اب دل کھول کر انصاف سے کہو کہ فعل کے کرنے میں خدا کا اختیار ہے یا بندے کا اختیار میں ہے۔) اور حکم خدا بھی ہر کام کے ساتھ ہے۔ قول تعالیٰ 'اِنَّ الْحَكَمَ اِلَّا لِلّٰهِ' یعنی حکم کسی کا نہیں سوائے خدا کے۔ تنویر البیان صفحہ ۴۸۶ میں ہے کہ نہیں ہے حکم اور فرمان مگر اس خدا کو جو چاہے کرے اس پر میں توکل کرتا ہوں نہ غیر اس کے۔ فی الجلالین۔ ای مال حکم فی القضاء فیکم الا اللہ۔

قال احقاق الحق صفحہ ۸ میں ہے کہ توضیح کے ساتھ لکھا جائے گا۔ فاعل بندہ ہونے کے بارے میں۔ اقول۔ خدا فاعل ہے یا بندہ فاعل ہے۔ پیچھے لکھ کر آیا ہوں غور کر کے مطالعہ کر۔ اگر خدائے تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو ہدایت پر آجائے گا ورنہ خدا حافظ ہے۔ آگے کو بھی لکھا ہے۔

قال احقاق الحق صفحہ ۸ میں ہے کہ قدریہ و معتزلہ کے عقائد سے بے خبر ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے بندہ کے فعل بندہ خود پیدا کرتا ہے۔ احقاق الحق صفحہ ۲۰ میں آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ متوسط درجہ۔ بندہ کے فعل بندہ خود پیدا کرنے کو ماننے کے متوسط ہے۔ اقول۔ یہ تو ان کے عقیدے سے بالکل یکسان ہے کوئی متوسط نہیں ہے۔ صاحب تمیز ان دونوں عقیدوں میں تمیز کر سکتا ہے۔ اس نحیف و ضعیف نے اس مسئلہ میں مطابق آیہ وحدیث اور فقہ احوط کے متوسط اس طرح لئے ہیں کہ سبب مسبب بطور کا سبب صحت آلہ نسبت ہو کر مجازاً بندہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ بھی خدا کی قدرت اور ارادہ و مشیت کے ساتھ ہے۔ لوح محفوظ کتاب مبین میں جو قسمت ہوا ہے۔ تقدیر میں تغیر و تبدل کمی و زیادہ نہیں۔ درحقیقت فعل خدا کی طرف سے ہے۔ کیونکہ فعل بھی

مقدر ہوا ہے۔ تو حقیقی فاعل بھی خدائے تعالیٰ ہے۔ دیکھو اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ لا یقضی الا ما کتسبت لی و رضا بما قسمت لی یعنی نہیں پہنچتی مجھ پر مگر وہ چیز جو تو نے (خدا) میرے لئے لکھا ہے۔ اور راضی ہوں ساتھ اسی چیز کے جو قسمت ہوا میرے لئے اور قول تعالیٰ اور قول تعالیٰ قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا فی شرح اصول کافی جز پنجم صفحہ ۹۵۔ یعنی کہ اے محمدؐ کہ ہرگز نہیں پہنچتی ہم پر مگر وہ چیز جو لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے۔ عن عبد اللہ بن عمرو قال خرج علينا رسول الله صلعم و فی یدہ کتابان فقال اتدرون ما هذان الكتابان فقالنا یا رسول الله الا من تخیرنا فقال للذی فی یدہ الیمنی هذا کتاب من ب العالمین فیہ اسماء اهل الجنة والسماء باسهم و قبائلهم ثم اجمل علی آخرهم فلا یزا و فیہم ولا ینقص ابدا فقال اصحابہ ففیم العمل یا رسول اللہ ان کان امر قد فراع منه فقال سدو و اوقاربون صاحب الجنة و ان عمل ای عمل و ان صاحب النار ینحتم له یعمل اهل النار و ان عمل ای عمل ثم قال رسول الله بیذیه فنبذهما ثم فرغ ربکم من العباد فربی فی الجنة و فریق فی السعیر فی الترمذی جلد دوم صفحہ ۳۶۔ یعنی روایت ہے کہا کہ نکلے ہم پر رسول خداؐ اور آپ کے ہاتھ مبارک میں دو چٹھیاں تھیں۔ پس فرمایا کیا جانتے ہو تم یہ دونوں چٹھیاں کیا ہیں۔ پس ہم نے عرض کیا ہمیں نہ معلوم ہے یا رسول اللہ۔ آگاہ کر دو خبر دو ہم کو۔ پس آنحضرتؐ نے فرمایا یہ چیز ہے میرے سیدھے ہاتھ چٹھی ہے رب العالمین کی طرف سے ہمیں جتنے لوگوں کے نام اور ان کے باپوں کے نام اور ان کے قبیلہ کے نام ہیں۔ پھر لپیٹ لیا۔ دوسرے خط میں بھی مثل ہذا کے ہے۔ پس نہ

زیادہ رہو گے ان میں۔ نہ کم ہونگے ان میں سے کبھی۔ یعنی ہرگز۔ پھر کہا یہ میرے
 اٹے ہاتھ میں چٹھی ہے۔ خدا کی طرف سے اس میں دوزخی لوگوں کے نام اور ان کے
 باپوں کا نام اور قبیلوں کے نام ہیں۔ پس صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر عمل میں کیا
 ہے اگر ہے کام فارق ہو کے ہیں۔ اس سے پھر آنحضرت نے فرمایا قربت حاصل
 کرو۔ (حاصل کرنیکی قوت و توفیق عطا ہوئے تو قربت حاصل کر سکتا ہے ورنہ ندارد۔
 پس اگر صاحب جنت ہے مہر لگایا جاتا ہے۔ اس کے لئے عمل کرتے ہیں جتنی لوگوں
 کے اور اگر وہ عمل کرے کوئی سا اور اگر صاحب دوزخ ہے۔ مہر لگایا جاتا ہے اس کے
 لئے وہ عمل کرتا ہے دوزخیوں کے اور عمل جیسا عمل کرے۔ پھر فرمایا رسول خدا نے
 اپنے دونوں ہاتھوں سے پھینک دیا وہ دونوں چٹھیاں) پھر فرمایا فراغت ہو چکے ہیں
 تمہارے بندوں کے معاملات سے ایک جماعت جنت میں اور ایک جماعت دوزخ
 میں ہے۔ اس حدیث سے پورا معلوم کر سکتا ہے کہ فاعل کون ہے۔ کہ خدا ہے یا بندہ۔
 (شعر میں عقل کی ضرورت ہے)

نفس العین کہ بعد طاہر	سگ و خوگ است میت و کافر
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی	کسی کو بس نہیں قدرت خدا کی
چشم سر ہے تو دیکھ لو صاحب	ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

آپ ناحق نہیں سمجھ لیجئے۔ قولہ تعالیٰ 'بل التبع الذین ظلموا اھوائھم
 بغیر علم فمن یھدی من اضلّ اللہ وما لھم من نصیرین یعنی بلکہ چلے ہیں
 یہ بے انصاف اپنے نفسی خواہش پر بن سمجھے تو کیوں ہو جاوے (ہدایت) جس کو اللہ
 نے بہکایا (گمراہ) اور نہیں ان کا مددگار۔ قول تعالیٰ 'فطر اللہ الّتی فطر الناس
 علیہا ای دین اللہ الّتی خلق الناس علیہا فی بطون امھاتھم و یقال

النبع الميثاق في الجلالين۔ دیکھو ان دونوں آیتوں میں فاعل کون ہے۔ عقائد نفسی میں ہے۔ یا يقال فالقائل يكون العبد خالقا لا فعالة يكون من المشركين دون الموحدين یعنی نہیں کہا جاتا ہے۔ پس کہنے والا اپنے فعل کا پیدا کرنے والا بندہ ہونے کو۔ یہ کہ ہوئے مشرکین میں سے سوائے موحدین کے الظاهر خالقین لا فعالہم یعنی ظاہر میں فعل کا صدور بندہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق لا فعال العباد کلہا من کفرو والایمان والطاعة والعصیان یعنی خدا خود پیدا کرنے والا ہے بندوں کے تمام کام (یعنی جو کام نیکی و بدی) و کفر و ایمان، طاعت و عصیان کے۔ المستدل علیٰ کون العباد خالق افعالہم جمہور المعتزلة یعنی دلیل لیتے ہیں بندہ خالق ہونے کا ان کے فعل پر تمام معتزلہ (جتنے کہ معتزلہ کی شاخ ہیں) سب کا عقیدہ ہے بندہ کے فعل بندہ خود پیدا کرتا ہے۔ و فی الجلالین قول تعالیٰ و ما تشاؤون من الخیر و الشرّ و الکفر و الایمان من ان یشاء اللہ لکم ان تشاء و لذلک و ان اللہ کان علیما بما تشاء من الخیر و الشرّ حکما حکم ان لا تشاء و من الخیر و الشرّ الا ما یشاء اللہ بدخل من یشاء فی رحمة اللہ یکرم من یشاء بدینہ الاسلام من کان اهلا لذلک والضّالین الکفرین المشرکین۔ روایت است از مروی از امام جعفر صادقؑ گفت لعنت کنا و قدریہ را کہ مے گویند کہ فعل بقدرۃ خود است بایں معنی کہ تمام تدبیر آن بابت بندہ است کہ بندہ مستقل در قدرت بہ فعل خود است و فعل او در تحت مشیّت و ارادت و قدر و قضا و ادن اللہ تعالیٰ نیست۔ شرح اصول کافی کتاب الایمان و الکفر جز چہارم حصہ دوم صفحہ ۲۹۶۔

عن ابی عبد اللہ قال ان اعلم الناس باللہ ارضاهم بقضاء اللہ

تعالیٰ یعنی روایت است از امام جعفر صادقؑ گفت بدستیکہ دانا تر مردم باللہ راضی تر ایشان است بقضا و قدر اللہ عزوجل در نفع و ضرر (نفع سے مراد نیکی ہے اور ضرر سے مراد بدی ہے) شرح اصول کافی جز چہارم صفحہ ۱۳۱۔

قول تعالیٰ 'ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتب من ان نبوءہا کی تفسیر تنویر البیان صفحہ ۱۰۵۶ اور صفحہ ۱۰۶۱ میں ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے موافق تقدیر کے ہوتا ہے۔ تو سب امور اس پر آسان ہو جائیں گے اور برابر ہو جائیں گے۔ اور جو کچھ ہوتا ہے اس کے موافق ہے جو کہ لوح محفوظ میں لکھا ہے۔ الا فی کتاب کی تفسیر سے ثابت ہے کہ یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہے کہ ان سب امور کو اختیار ایک منشا ہے اور وہ ایک تمنا ہے۔ دیکھو انسان کی تمنا اور ارادہ پورا ہوجانے کے نسبت کس شاعر نے کیا کہا ہے۔

شعر

منی حصین ان بسوء و خزاۃ	افامسی حصین قد افل و اقہرا
-------------------------	----------------------------

یعنی حصین کی آرزو تھی کہ وہ قبیلہ خزاعہ کا سردار بن جائے مگر اس کی یہ تمنا پوری نہ ہوئی بلکہ وہ ذلیل اور مقہور ہو گیا اور مشیت سے ارادہ مقدم ہے اور ارادہ سے علم مقدم ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں مشیت ہے وہ صادق ہے نہ کذب۔ اور ضال مضل مثل شیطان و فرعون و نمرود اور سامری وغیرہ اور ان کی قوم جو ان کے تابع ہوئی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق نہیں رکھتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک قسم کی صفت عالیہ سے تعلق ہے کیونکہ قادر مطلق نے شیطان و فرعون وغیرہ کی طرف نسبت کیا ہے اور جو چیز علم اللہ میں ثابت ہو چکی ہے اس کے سبب مناسب بندوں کی جانب ہر فعل مجازاً نسبت کر کے قدرت ازلی کو اظہار کیا ہے۔

دیکھو اگر بندے میں اپنے فعل کا اختیار تام ہے تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے حضرت اسماعیل ذبح اللہ کو مہمان سرائے ایزوی میں لے گیا۔ اور جب خلیل اللہ کے لے جانے کے بعد ابلیس لعین حضرت حاجرہ کے پاس آ کر بہت تلپیس کیا تو حضرت حاجرہ نے جواب میں کہا کہ فرمان رب جلیل پر حاجرہ واسماعیل جیسے ہزاروں جان فدا ہونگے تو شیطان مایوس ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

یہاں پر حاصل یہ ہے کہ اول حضرت حاجرہ نساء و ناقص العقل مشہور ہے۔ جہاں تک خرد مندی ہے مثل یہ ہے کہ نابالغ جو ہے وہ الصبی و لقی کان النبی۔ پھر بھی شیطان کے دام تجویز میں مبتلا ہونے اگر شیطان کو گمراہ کرنے کے صاحب اختیار ہے تو حضرت حاجرہ کو اپنے قابو میں لا کر مغلوب کیوں نہیں بنے وہ خود مایوس ہو گئے اور شیطان کو اختیار نہیں دیا ہے دوسرے کو اپنے قابو میں کرنے کا۔ اور جو کچھ خدا نے عنایت کیا ہے وہ اس کے اعمال کا بدلہ دیا ہے۔ نہ یہ کہ تمام خلقت اس کے تابع ہونے کے۔ دیکھو شرح اصول کافی جز چہارم صفحہ ۳۳۲۔

قول تعالیٰ 'انّ عبادی لیس لک علیہم سلطان الا من اتبعک من الغوین۔ جامع الاخبار شیخ صدوق صفحہ ۱۵۷۔ قول تعالیٰ 'انّہ لیس لہ سلطان علی الذین امنو و علی ربہم یتوکلون ولن بقدر علیٰ ہذا۔ اور جو شیطان کے حصہ میں ہے۔ وہ اس کے بہکانے میں جائے گا ورنہ نہیں۔ دیکھو تفسیر اکسیر اعظم مصنف محمد احتشام الدین مراد آبادی جلد ثانی صفحہ ۶۴ میں مسطور ہے کہ طہرانی اور نیرار نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ ایک روز بہت لوگ جمع ہو کر رسول اللہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ حضرت ابوبکر یہ فرماتے ہیں کہ نیکیاں سب خدا کی طرف سے ہوتی ہیں اور برائیاں بندوں کی طرف سے اور حضرت

عمر یہ کہتے ہیں کہ نیکیاں اور برائیاں سب خدا کی طرف سے ہوتی ہیں۔ ایک جماعت ابوبکر کے ساتھ ہو گئی اور ایک جماعت عمر کے قول کا شریک ہوئے اور آپس میں بہت بڑی بحث اور نزاع واقع ہوئی ہے۔ آپ اس میں قول فیصل فرما دیں۔ یہ سن کر رسول اللہؐ نے تبسم فرمایا کہ طرفہ اتفاق ہے کہ آج کل آسمان والوں میں بھی یہی بحث ہو رہی ہے۔ میکائل ابوبکر کے قول سے موافق ہیں اور جبرائیل کی رائے عمر کے قول کے موافق ہے۔ پھر ان دونوں نے اس کا فیصلہ حضرت اسرافیل سے چاہا۔ تو انہوں نے راز تقدیر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ تمام نیکی اور بدی، شیرینی اور تلخی اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر ابوبکر سے فرمایا کہ اے ابوبکر کہ اگر چاہتا کہ کوئی گناہ نہ کرے تو ابلیس کو پیدا نہ کرتا۔ یہ سن کر ابوبکر نے کہا بے شک اللہ اور رسولؐ کا فرمان سچا ہے

ایضاً مذکور صفحہ ۶۲ میں ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنے بزرگوں سے سنا تھا کہ بخت نصر ملک عراق شہریاں میں پیدا ہوگا اور اس کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو بہت نقصان پہنچے گا اور بیت المقدس کو چھین لے گا اور اس کا ٹھیک ٹھیک پتہ بتا دیا تھا کہ فلاں تاریخ فلاں مقام پر پیدا ہوگا۔۔۔ چنانچہ جب اس کے پیدا ہونے کا زمانہ قریب آیا تو ہم لوگوں نے چند آدمی اس غرض سے بھیجے کہ اس کو قتل کر ڈالیں۔ جب ان لوگوں نے وہاں جا کر اس لڑکے کا پتہ لگایا اور اس کو مار ڈالنے کا قصد کیا تو جبرائیل نے اپنی دامن کے نیچے چھپا لیا اور کہا کہ اگر یہ وہی ہے جس کے نسبت تقدیر الہی میں یہ مقرر ہو چکا ہے کہ اس کے ہاتھ سے تم پر ایذا پہنچے گی تو تم اللہ کی تقدیر کو کیوں کر بدل سکتے ہو اور اگر یہ لڑکا وہ نہیں ہے تو پھر ایک بے گناہ بچے کو کیونکر قتل کرتے ہو۔۔۔ غرض ان لطائف الحیل سے جبرائیل نے اس لڑکے کو بچا لیا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ اس لڑکے نے جو ان ہو کر بیت المقدس پر فوج کشی کی اور بنی اسرائیل کو تباہ کر لیا۔ عقائد نفسی میں ہے

کہ ولما نقل عن بعض الاشاعره انه یصح ان یقال انا مؤمن انشاء
 اللہ بناء علی ان العبرة فی الایمان والكفر والسعادة والشقاوة
 بالخاتمة حتی ان المؤمن السعید من مات علی الایمان و ان کان
 طول عمره علی الکفر والعصیان و ان الکافر الشقی من مات علی
 الکفر نعوذ باللہ و ان کان طول عمره علی تصدیق و الطاعة علی ما
 الشیر الیہ بقولہ تعالیٰ فی حق ایلّیس و کان من الکافرین و یقولہ علیہ
 السلام السعید من مسعد فی بطن أمه والشقی من شقی فی بطن امه
 الشار الیٰ ابطال ذالک بقولہ (والسید قد یشقی) بان یرتد بعد
 الایمان نعوذ باللہ (و یشقی قد یسعد) بان یومن بعد الکفر (والتغیر
 یكون علی السعادة والشقاوة دون الاسعاد ولاشقاق و هما من
 صفات اللہ تعالیٰ) لما ان الاسعاد نكوين السعادة والاشقات کوين
 الشقاوة (ولا تغیر علی اللہ تعالیٰ ولا علی صفاته) لما مؤمن ان
 القدیم لا یكون محلا للحوادث. یعنی اور جب کہ نقل بعض شاعرہ سے (ابو
 موسیٰ الاشعری) سے مثال یہ ہے کہ صحیح کیا جاتا ہے یہ کہ کہا جاتا ہے ہم مؤمن ہیں۔
 اگر خدا چاہے بنیاد اس پر اسی چیز کو بیان کیا گیا ہے۔ ایمان اور کفر اور نیک بخت کے
 بیان میں ساتھ خاتمہ کے یہاں تک یہ کہ مؤمن نیک بخت کے بیان میں ساتھ خاتمہ
 کے یہاں تک کہ مؤمن نیک بخت مرجاتے ہیں ایمان کے اوپر۔ اور اگر اس کی عمر
 بہت زیادہ دراز ہوئی کفر اور نافرمانی پر اور اگر کافر اور بد بخت شخص جو کفر پر مرے نعوذ
 باللہ اور اگر اس کی عمر بہت طول ہوئی تصدیق اور طاعت و عبادت پر تو اس کی اسی
 چیز کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بقولہ اللہ تعالیٰ ایلّیس کے حق میں و کان من

الکافرین یعنی اور وہ کافروں میں سے ہے اور فرمایا ہے علیہ السلام نے کہ نیک بخت اس کی ماں کے پیٹ میں سے ہے اور اور بد بخت و بدکار جو ہیں وہ ماں کے پیٹ میں سے ہیں۔ اشارہ ہے اس کے اطفال کی طرف ساتھ قول اس کے۔ (اور نیک بخت البتہ بعد ایمان کے بد بخت ہو جاتے ہیں کہ وہ مرتد ہو جاتے ہیں)۔ نعوذ باللہ۔ (اور بد بخت البتہ بعد کفر کے ایمان لاتے ہیں اور نیک بخت ہو جاتے ہیں اور تغیر ہو جاتے ہیں نیک بخت کے پر بد بخت کے سوائے سعاد و شقا کے اور یہ دونوں اس کے منفقون میں سے ہیں)۔ جب کہ سعاد تکوین میں سعادۃ ہیں اور شق تکوین میں شقاۃ ہیں۔ (اور تغیر نہیں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ پر اور نہ اس کی صفات پر) جب کہ گذرا یہ کہ قدیم سے نہیں ہوتا ہے۔ محل یعنی جگہ حوادث کے واسطے۔ (نیکی و بدی، تلخی و شیرینی فعل وغیرہ تمام اشیاء قدیم سے ہیں نو پیدا کوئی چیز نہیں ہے) شرح اصول کافی جز دوم صفحہ ۲۳۲۔

مثالث ابا عبد اللہ هل یكون یوم شیء لم یکن فی علم اللہ بالامس قال لا من قال هذا فاثره اللہ قلت ارایت ما كان وما هو کائن الی یوم القيامة الیس فی علم اللہ قال بل قبل کان یخلق الخلق یعنی میں نے عرض کیا ابا عبد اللہ سے کیا ہوتا ہے آج کل جو چیز علم میں نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا نہیں جس نے یہ بات کہا ہے پس اس کو خدا شرمندہ کرے۔ عرض کیا میں نے خبر کر دے مجھ کو جو ہوا ہے اور جو چیز قیامت تک ہونے والی ہیں۔ کیا علم اللہ میں نہیں ہے۔ فرمایا یہ کہ پیدا کرنے خلق کے (تمام چیزیں بندہ کے فعل تک قبل خلق ہونے مخلوق کے خدا کی علم میں ثبت ہو کے ہیں۔ شرح اصول کافی میں ہے کہ عن علی بن محمد مسئل العالم کیف علم اللہ قال علم و مشاء و اراده

و قدر و قضی واللہ یفعل ما یشاء یعنی روایت ہے علی ابن محمد سے کہا سوال کیا گیا عالم کیلئے (عالم نے امام موصوف سے) فرمایا کہ علم اور مشیت اور ارادہ اور قدر و قضاء اور کرتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے۔ (اس سے معلوم یہ ہوا کہ حقیقی و مجازی دونوں میں خدائے تعالیٰ فاعل ہیں) دیکھو سراج المنیر ترجمہ تفسیر کبیر میں اور اگر آدم و موسیٰ میں کوئی مناظرہ کرے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا مقصود یہ نہیں تھا کہ حضرت آدمؑ کو ان کی خطا پر طعن دے یا حضرت آدمؑ کا مقصود یہ نہیں تھا کہ علم الہی سے اس کی معذورت اور اپنا بے قصور ہونا ثابت کرے۔ بلکہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت آدمؑ سے اس نعش کا سبب دریافت کیا تھا جو ان سے واقع ہوئی اور اس کی وجہ سے وہ جنت سے باہر کئے گئے۔ تو حضرت آدمؑ نے اس کا جواب دیا کہ جنت سے میرا باہر ہونا درحقیقت اس نعش کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ خدائے تعالیٰ نے میری نسبت لکھ رکھا تھا کہ میں جنت سے باہر ہو کر زمین پر لایا جاؤں گا اور زمین میں خلیفہ ہوں گا۔ اور توریت میں بھی اس امر کا ذکر موجود تھا۔ اس وجہ سے حضرت آدمؑ کی حجت و دلیل قوی ہو گئی اور موسیٰؑ بمنزلہ مغلوب کے ہو گئے۔ حدیث۔ لا یستطیعون الخروج من علم اللہ یعنی تم علم الہی سے باہر نہیں ہو سکتے ہو (ان تمام دلائل سے میر صاحب کے فعل مختار بندہ ہونے کو متوسط ماننے کو کہتے ہیں) یہ بالکل غلط اور لغو اور بے ہودہ ہو گیا اور فعل مختار جب ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے فعل پر خود قادر ہے تو ایسے لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ قادر اور مرید اور مختار نہ ہو اور متوسط کا بیان اپر گزر چکا ہے اور یہاں قدر یہ وجہ یہ فعل مختار ان تینوں کے سوا متوسط اعتقاد اس طرح رکھنا چاہئے کہ بندہ محل صدور فعل مجازاً محمول ہے۔ نسبت مناسبت بطور کا سبب درحقیقت فعل از طرف خدا ہے اس اعتقاد سے انسان نہ بالکل اختیار رکھتا ہے اور نہ بالکل مجبور ہے۔ امام جعفر

صادق کا قول ہے کہ جبر یہ و قدر یہ دونوں غلطی پر ہیں اور امر حق ان دونوں کے درمیان میں ہے یعنی جبر بھی نہیں اختیار بھی نہیں۔ جب فعل مختار بندہ خود ہے یہ اختیار نہیں کر سکتے ہیں مگر قدرت کے۔ اگر قدرت کا دعویٰ کرے تو قدر یہ کے ہم مثل ہے اور فعل مختار نہیں ہو سکتے اگر بندہ کے فعل بندہ خود پیدا کرنے کو اعتقاد رکھے۔ نعوذ باللہ ایک طرح کا شریک لازم آتا ہے۔ صاحب علم اس میں غور کر سکتے ہیں کیونکہ فقہ احوط کے مشرح لکھتے ہیں کہ ارادہ کاملہ خود کہ برائے ہر موجودہ مقدر مقرر فرمودہ خدائے سزاوار کبریائی راست۔ یہ قطعہ مکرر لکھا کہ مختار اس وقت ہوتا ہے۔ ارادہ مختار ہو ورنہ مختار محال ہے کسی شے کا مختار تام ہونا خدا کی ملکیت میں خلاف ہے۔ دیکھو فعل مختار کیسے ہو سکتے ہیں۔ تفسیر اکسیر اعظم میں اس مسئلہ میں دو باتیں مقرر ثابت ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ دنیا میں جتنے واقعات ہوتے ہیں خواہ اچھے یا برے۔ انسان سے متعلق یا حیوانات یا جمادات سے خواہ ہدایت ہو یا گمراہی بیماری ہو یا تندرستی، فراغت ہو یا تنگ دستی، دوستی ہو یا عداوت، موت ہو یا زندگی، ظلم ہو یا انصاف، غرض دنیا میں جو کچھ ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے اور آئندہ ہوگا۔ یہ سب اللہ کے علم میں پہلے مقرر ہو چکے ہیں اور اس کے بموجب ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ ایک ذرہ بغیر اس کے حکم حرکت نہیں کر سکتا۔ یہی تقدیر کا مسئلہ ہے۔ جس کی تفصیل کسی قدر ہم بیان کر چکے۔ دوسرے یہ کہ خدائے تعالیٰ نے جا بجا کافروں اور نافرمانوں کو قصور وار اور ملزم بھی ٹھہرایا ہے اور دار و مدار انتظام شریعت کا اسی پر ہے کہ انبیاء کو پہنچ کر احکام اپنے مشہور کئے اور یہ حکم دیا کہ جو ان کو مانے گا وہ عذاب سے نجات اور جنت میں ثواب پائے گا اور جو نہ مانے گا وہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ یہ دونوں باتیں قرآن اور حدیث سے ثابت ہوئیں ان دونوں کو جمع کرنے سے یہ اعتقاد ثابت ہوتا ہے کہ مذہب حق کے پیچھے

مسطور ہوا ہے اور یہ اعتقاد بھی اللہ کی طرف سے ایک تکلیف بندوں کی امتحان کے واسطے مقدر کی گئی ہے جو مطیع ہیں وہ اس کو مانیں گے خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور جو نافرمان ہیں وہ قسم قسم کے شبہات پیدا کریں گے۔ ظاہر اُیہ گمان کیا جاتا ہے کہ جب ہم دوسرے عالم میں پہنچ جائیں گے اس وقت اللہ اس لاحل مسئلہ کے اسرار کو کھول دے گا۔ اس وقت جو اس مسئلے کی وجہ سے حیرانی ہم کو حاصل ہے اس کی فی الجملہ تسکین ہم یوں کر سکتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے دنیا کا انتظام اس طرح مقرر کیا ہے کہ اگرچہ تمام امور موافق تقدیر الہی کے واقع ہوتے ہیں مگر انسان اور جانور حرکتیں کرتے ہیں۔ دنیا کے معاملہ میں اپنی رائے اور تدبیر سے کرتے ہیں۔ اپنے اختیار میں سمجھتے ہیں بلکہ اپنے ہاتھ پاؤں اور تمام اعضاء کو مطیع جانتے ہیں۔ اور ان کو اس بات کا وہم بھی نہیں ہوتا کہ ہم کسی اور کے اختیار میں ہیں۔ غرض دنیا کا کارخانہ ایسی غفلت کے حجاب میں ظاہر ہوا کہ ہر شخص اپنے افعال میں اپنے آپ کو مستقل سمجھنے لگا۔ جیسے میر صاحب کا اعتقاد ہے کہ بندہ کے فعل بندہ خود پیدا کرنے کو متوسط جانتا ہے تو معلوم ہوا کہ خدا کے اختیار سے خارج ہو گیا۔ نعوذ باللہ من ذالک الاعتقاد۔ مستقل اور جو خود پیدا کرنا۔ ان دونوں لفظوں میں تاثیر اور ارادہ و مشیت وغیرہ کچھ پایا جاتا ہے مثل معتزلہ کے ہوا۔ متوسط کہاں ہوا۔ اور پیدا کرنا اور خالق میں کیا فرق ہے؟۔ جواب صرف عربی اور اردو کے لفظوں میں ہے۔ اور مصدر اور اسم فاعل میں فرق ہے اور پیدا کرنا اور خالق ایک مصدر ہے دوسرا اسم فاعل ہے اور اسم فاعل مصدر سے مشتق ہے نہ کہ مصدر اسم فاعل سے مشتق ہے۔ اور ہر ایک نئی کے لئے مصدر ہے اور نعوذ باللہ میر صاحب کے نزدیک خدا فرع ہو گیا۔

ایضاً تفسیر کبیر میں مذکور ہے کہ جب کوئی اس امر میں ان کو نصیحت کرے تو

تقدیر کا مسئلہ جواب میں پیش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو یہ بھی خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اس میں شک نہیں کہ سارے امور اللہ کی طرف سے ہیں مگر جس شخص کی توجہ افعال خیر کی طرف ہوتی ہے اس پر یقین کیا جاتا ہے کہ اسی حالت پر اس کا خاتمہ ہو گیا تو بے شک اللہ نے جنت کے واسطے اس کو پیدا کیا ہے اور جو شخص برے کاموں کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ اگر اس حالت میں مر گیا تو بے شک دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے۔ امام مالک اور ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہؐ یوں فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا آدمؑ کو پیدا کیا پھر اس کی پیٹھ پر اپنا سیدھا ہاتھ (یعنی قدرت کا ہاتھ کیونکہ خدا جسم سے مبرا ہے) پھیرا اور اس میں سے انکی کچھ ذریت نکالی۔ پھر کہا کہ میں نے ان سب کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ دوزخیوں کے سے اعمال کریں گے۔ اس شخص نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ عمل سے کیا حاصل۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس بندے کو جنت کے واسطے پیدا کیا اسے اہل جنت کے کاموں میں مشغول کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی موت بھی اہل جنت کے عمل پر ہوتا ہے۔ اور اس کے صلہ میں اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے۔ اور جس کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے اس کو دوزخیوں کے کاموں میں مشغول کر دیتا ہے یہاں تک کہ اس کی موت بھی دوزخیوں کے عمل پر ہوتی ہے پھر اس کو دوزخ میں داخل کر دیتا ہے۔ (یہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشغول کر دینا اور داخل کر دینا سے ثابت ہوا کہ فاعل خدائے تعالیٰ ہے ہ کہ بندہ) امام احمد، ابوداؤد اور ابوماجہ نے ویلی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ابی بن کعب کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میرے دل میں مسئلہ تقدیر کی نسبت کچھ شبہ پیدا ہوا ہے۔ آپؐ مجھ سے اس مسئلہ کا کچھ بیان کریں شاید میرے دل سے یہ نکل جائے۔ ابی بن کعب نے کہا

کہ اگر اللہ تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں پر عذاب کرے تو اس عذاب کے کرنے میں ظالم نہ ہوگا اور ان پر رحم کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہوگی اور اگر تو کوہ اُحد کے برابر سونا اللہ کی راہ میں کر دے تو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا جب تک کہ مسئلہ تقدیر پر ایمان نہیں لاوے اور یقین جان لے کہ جو تجھ پر پہنچا وہ تجھ سے بچ نہیں سکتا تھا اور بچ گیا وہ پہنچ نہیں سکتا۔ اگر تو اس اعتقاد پر نہ مرے گا تو دوزخ میں داخل ہوا۔ ابن ویلی کہتے ہیں کہ پھر میں عبد اللہ ابن مسعود اور خذیفہ اور زید بن ثابت کے پاس آیا سب نے کہا جو ابی بن کعب نے کہا۔ اور تفصیل سے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ ہدایت اور ضلالت دونوں من جانب اللہ ہیں کسی دوسرے کے اختیار میں نہیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ختم اللہ کے بیان میں کہ جب دلوں پر خدا نے مہر لگا دی، آنکھوں پر پردہ ڈالا تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ خدا کو بھی ان کی ہدایت منظور نہیں۔ یہی مسئلہ تقدیر ہے۔

عن ابی عبد اللہ قال سمعته يقول امر الله ولم يشاء و اشاء ولم بامراهر ابليس ايسجد لآدم و شاء ان لا يسجد ولو شاء يسجد و نهى آدم عن اكل شجر و شاء ان ياكل منها ولو لم يشاء لم ياكل شرح اصول کافی جز دوم صفحہ ۲۴۰۔ یعنی روایت ہے ابی عبد اللہ سے فرمایا کہ میں نے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ حکم کیا اللہ تعالیٰ نے نہ مشیت اور مشیت کیا اور نہ حکم کرتے۔ حکم کیا ابلیس کو آدم کے لئے سجدہ کرنے اور مشیت یہ کہ سجدہ نہ کرے اور منع کیا آدم کو درخت منہی سے کھانے کو اور مشیت تھی یہ کہ کھاوے اس درخت سے اور اگر خدا کی منشاء ہوتی نہ کھاتے۔ اور منشاء الہی ہوتی آدم کو سجدہ بھی کرتا۔ (اس حدیث سے یہ حاصل ہوا کہ حکم اور مشیت دونوں خدا اپنی مخلوق میں ہمیشہ

ہر دم جاری ہے اور تمام نیکی و بدی جو بندہ کے فعل ہیں سب خدا کی جانب سے ہے نہ کہ بندہ کی طرف سے ہے اور بندہ کے فعل بندہ خود پیدا کرنا کہاں سے ثابت ہوا۔ شاید میر صاحب اپنی عقل سلیم سے کہا ہوگا ورنہ آیات پیئہ واحادیث قاطعہ و معتبر تفاسیر جو اسی میں درج ہیں کہیں ثابت نہیں کہ بندہ کے فعل بندہ خود پیدا کرنا سوائے میر صاحب کے اور مطابق ان آیات واحادیث کے کسی مومن مسلم کے اعتقاد نہیں جیسے میر صاحب کا اعتقاد ہے۔

دیکھو تفسیر اکسیر اعظم کا مضمون یہ ہے کہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ خدا کے ملک میں غیر کا تصرف کس طرح نہیں ہو سکتا اور جو افعال انسان سے سرزد ہوں یا بنظر ظاہر بعض اسباب پر متفرع ہوں وہ بھی درحقیقت اللہ کے حکم اور ارادہ سے ظاہر ہوتے ہیں (کہاں بندہ فعل مختار اور کہاں بندہ کا فعل بندہ خود پیدا کرتا ہے۔ اور دیکھو ابوالابصار اس رسالہ میں تا کہ تقدیر کے مسئلہ سے واقف ہو کر گمراہ میں نہ پہنچے۔ اور اہل سنت کا یہ اعتقاد ہے کہ انسان کا ہدایت پانا یا گمراہ ہونا سب اللہ کی طرف سے ہے۔ تفسیر اکسیر اعظم میں ہے اور شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ بندہ اپنے فعل کا آپ مختار ہے۔ تحفہ العوام۔ اور اہل وہابی کا اعتقاد ہے کہ بندہ فعل مختار تام۔ مولوی فضل الہی کے فتویٰ میں ہے کہ خدا خود مرید ہے یعنی صاحب ارادہ ہے۔ جو چیز دنیا میں واقع ہوتی ہے خدا کے اختیار سے ہوتی ہے نہ آزادی اور اضطراری سے۔ خدا کی ذات میں اضطرار جائز نہیں وہ خود مختار ہے۔ اب معلوم دو مختار ہونا یہ محل اشکال ہے چونکہ قانون الہی میں خلاف کیونکہ سلطنت میں دو بادشاہ ہوئے فساد سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ قول تعالیٰ 'لَفَسَدَتَا' یعنی البتہ فساد اور جھگڑا اٹھائے ہیں اور ایک رائے اور ایک ارادہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اور قادر میں بھی ایک دن نہیں رہتے ہیں کیونکہ لیس کمثلہ کی

ضد ضرور ہو جاتا ہے۔ قدریہ اور معتزلہ اور رافضی کا اعتقاد یہ کہ فعل بندوں کے پیدا کئے ہوئے ان کے قدرت سے ہے۔ اللہ کی قدرت سے نہیں۔ اور نوربخشیہ صوفیہ امامیہ ناجیہ کا اعتقاد متوسط فقہ احوط سراج الاسلام اور اعتقاد نوربخشیہ مطابق گذشتہ صفحوں میں لکھ کر آیا ہوں۔ مجموع قدرتین کے مراد ہے کہ ایک تو اللہ تعالیٰ کی ذاتی تعلق دوسرا اس کی صفات کا تعلق ہے یا یہ کہ مجازی اور حقیقی یا کہ کبریٰ یا صغرا ہے یا اس مجموع کا یہ مطلب ہے کہ دو قدرتوں میں جمع کیا ہوا ہے۔ مجازی و حقیقی جمع کر کے ایک قدرت میں موجود ہے۔ توحید میں جمع نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر بندے میں جمع ہو خدائے تعالیٰ سے قادر کی صفت سلب ہو جاتی ہے۔ یہ ممکن نہیں اور خدائے تعالیٰ خود قادر کامل کل ہے۔ بندہ کامل ہونا ناممکن بات ہے۔ اور بندہ کی چاہت کبھی نہیں ہوتی ہے بغیر خدا کی چاہت کے۔

قول تعالیٰ 'لمن شاء منکم ان یستقیم وما تشاء ون من الاشقامۃ و توحید الا ان یشاء اللہ لکم ذلک رب العالمین رب کل ذی روح رب علی وجہ الارض من اهل السماء۔ اور تفسیر تنویر البیان صفحہ ۱۱۶۱ میں ہے کہ لمن شاء منکم اور اس شخص کے لئے جو چاہے تم میں سے ان یستقیم اسی بات کو مستحکم ہو راہ خدا میں اور کرے حق کی۔ وما تشاء ون اور نہ پہنچے ہو گے تم لوگ مستی اور ہدایت کو اپنے اختیار سے الا ان یشاء اللہ مگر یہ کہ خدا چاہے رب العالمین کہ پروردگار ہے تمام عالم کا یعنی تم اپنی خواہشوں سے اور دیکھو کہ خدا کی یہاں تقدیر میں دو قسم ہیں۔ قدرتین اور ارادتین۔ مشیتین ہے۔

شرح اصول کافی جز دوم صفحہ ۲۴۲ میں عن ابی الحسن قال ان اللہ تعالیٰ ارادتین و مشیتین ارادة ختم و ارادة عزم ینہی و هو یشاء و یا

مر وهو لا يشاء و او ما رايت انه قد آدم وزوجته ان يا كلا من الشجرة و شاء ذلك و لم يشاء ان يا كلا لما غلبت مشيتهما مشية الله و امر ابراهيم ان يذبح اسحق (او اسمعيل) و لم يشاء ان يذبحه ولو شاء لما غلبت مشية ابراهيم مشية الله - البخاري سے روایت ہے کہ خدائے تعالیٰ کے دو ارادے ہیں اور دو مشیتیں ہیں۔ ایک ارادہ ختم (واجبی) کسی کام کو چھوڑنا۔ دوسرا ارادہ وعزم کہ اس کو منع کریں اور وہ (خدا) چاہے حکم کرتے ہیں اور وہ نہ چاہے۔ کہ آیا یہ بھی کبھی نہ دیکھی کہ تحقیق آدم اور حوا کو چاہا یہ کھائے دونوں نے درخت سے (یہ مشیت الہی کھانے کی تھی) اور نہ چاہیں کہ کھائیں دونوں نے (تو نہ کھاتے جب تک کہ غالب ہوا آدم اور حوا کی چاہت پر خدا کی چاہت کو اور حکم کیا ابراہیم کو یہ کہ قربانی کرو اسحاق کی) (اس میں اختلاف ہے مگر زیادہ مشہور اسمعیل ہے) اور نہ چاہا یہ کہ وہ ذبح ہوئے اور اگر چاہے ابراہیم جتنا بھی جب کہ غالب ہوئی مشیت ابراہیم پر مشیت خدا اور جو مقرر ہوا ہے علم خدا میں مشیت اس کی وہی ہوگا۔ اور محدث بندے سے واقع ہوتے ہیں وہ محمول پر مجاز ہے۔

مسلم نے عمران بن حصین سے روایت کی ہے جس کا محض یہ ہے کہ دو شخص قبیلہ مزنیہ کے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے التماس کیا کہ یا رسول اللہ یہ خبر دیجئے کہ آدمی اب جو عمل کرتے ہیں اور اس میں کوشش کرتے ہیں کیا ایسا امر ہے جس کا حکم ان پر مقرر ہو چکا اور تقدیر جاری ہو چکی یا ایسا امر ہے جس کا تعلق آئندہ سے ہے۔ اس قسم سے کہ ان کے نبی نے ان کو سکھایا اور ان کی دلیل ان پر ثابت ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ حکم ان پر ہو چکا اور تقدیر جاری ہو چکی اور اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔ قول تعالیٰ و نفس وما

سَوَا هَافَا لَهْمَا فَجُورَهَا وَتَقْوَاهَا یعنی قسم ہے نفس اور اس کی جس نے سنوارا پھر سکھا دیا اس کو نافرمانی اس کی اور تقویٰ اس کا۔ بخاری نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ میں ایک جوان آدمی ہوں اور مجھ کو اپنے نفس پر یہ خوف ہے کہ کہیں زنا میں مبتلا نہ ہو جاؤں اور اتنی مجھ میں وسعت نہیں کہ نکاح کروں۔ گویا ابو ہریرہ اس تقریر میں اس بات کی اجازت چاہتے تھے کہ وہ خفی ہو جائیں۔ مردی کے مادہ کو قطع کر دیں۔ یہ سن کر رسول اللہؐ ساکت رہے۔ میں نے پھر کہا۔ پھر حضرتؐ چپ رہے۔ تیسری بار پھر میں نے عرض کیا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ خشک ہو چکا قلم ان چیزوں پر جو تیرے سامنے آنے والی ہیں۔ اب خواہ نامرد بن خواہ اس خیال کو چھوڑ۔

قال ابو عبد اللہؑ فَوَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ اَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَاَهْلَ الْاَرْضِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ يَّهْدُوْا وَّلَا يَهْدُوْا لَوْ اَنَّ اَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَاَهْلَ الْاَرْضِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ يَّضَلُّوْا عِبَادَ اللّٰهِ يَرْيَدُوْنَ هٰذِهِ مَاسْتَطَاعُوْا اَنْ يَّضَلُّوْا كِتَابُ تَوْحِيْدٍ۔ جز دوم شرح اصول کافی صفحہ ۲۷۷۔ یعنی فرمایا ابو عبد اللہؑ نے پس قسم ہے خدا کی اگر البتہ تمام اہل آسمان اور اہل زمین جمع ہو کر ہدایت کریں کہ کسی بندے کو اللہ چاہتے ہیں (یا ارادہ) اس کو گمراہ میں چھوڑے طاقت نہیں رکھتے ہیں اُپر یہ کہ وہ لوگ اس کو ہدایت میں لادیں اور البتہ تمام اہل آسمان اور اہل زمین کے لوگ جمع ہو کر کسی بندے کو گمراہ کرنے کی کوشش کریں کو اللہ کا ارادہ ہے اس کو سیدھے راستے میں چلے تو ان کو طاقت نہیں ہے کہ اس کو گمراہ کرے۔ اصول کافی۔ اور اس بات میں دو روایتیں ابوداؤد کی کہ سخت مذمت فرمایا ہے نقل کرتے ہیں جو ابن عمر کے واسطے ہیں۔ ایک یہ

کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ اس امت میں بھی صورت بگڑ جانے اور زمین میں دھنس جانے کا عذاب ہوگا اور یہ ان لوگوں کے واسطے ہے جو مسئلہ تقدیر کی تکذیب کرتے ہیں۔ دوسرے قدریہ (یعنی منکران تقدیر) اس امت کی مجوس ہے اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ اور مریں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ اس فرقہ کے مقابلہ میں ایک فرقہ باطل جبریہ ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ آدمی کا کوئی قصور ہی نہیں اس لئے وہ بالکل مجبور ہے۔ یہ دونوں فرقے اس وجہ سے گمراہ ہوئے کہ انہوں نے قرآن و حدیث کے مقابلہ میں اپنی عقل کو دخل دیا۔ (میر صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ کے فعل بندہ خود پیدا کرتا ہے) اس میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ اپنے افعال کا موجد ہو تو ضرور ہے کہ اس کو اپنے فعل کا علم تفصیلی ہو۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس کو اپنے فعل کا علم تفصیلی نہیں ہو سکتا اور جب علم تفصیلی نہیں ہو سکتا تو وہ اپنے فعل کا موجد بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر بندہ اپنے فعل کا موجد ہو تو جس امر کا ارادہ کرے تو فوراً اس چیز کا واقع ضروری ہے۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے کہ ہر ایک بندہ بسا اوقات تحصیل علم وغیرہ کا قصد کرتا ہے مگر اس کو جہل وغیرہ حاصل ہوتا ہے اور علم سے محروم رہتا ہے۔ دیکھو یہاں میر صاحب کے عقیدہ کو آیت اور حدیث کی تفسیروں کی اور اس تقریر کے لغو اور عبث ہو گیا۔ اگر قسمت ہے تو صراط الحق میں اور اس رسالہ میں بین الامرین مجموع القدرتین موافق فقہ احوط متوسط کا عقیدہ مسطور ہے۔ اپنے لغو و عبث عقیدہ سے توبہ کر کے متوسط میں باز آؤ۔ اس موقعہ میں جناب ختم مآب صلعم نے ایک دعا فرمایا ہے۔ سب نے امین کہا۔ مسلم نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ سب آدمیوں کے دل اللہ کی دوا لگیوں (قدرت کی) میں اس طرح ہیں جیسے ایک دل ہو پھیر دیتا ہے۔ ان کو جس طرف چاہتا ہے۔ فرما کر آنحضرت نے یوں

دعا مانگی۔ کہ اے اللہ پھیرنے والے دلوں کے پھیر دے ہمارے دلوں کو اپنی طاقت کی طرف۔۔ اپنی کتاب دعوات صوفیہ میں بھی یہی دعا موجود ہے۔ یا مقلب القلوب یعنی اے دلوں کے پھیرنے والے۔ والا بصارت یعنی نگاہوں کو۔ یا اللہ پھیر دے صراط الحق متوسط کی طرف زلیخ ہے۔ جہل کے زنگ کو نور کے پانی سے صیقل فرماویں۔ آمین یا اللہ۔

میر صاحب کو فتویٰ علما مولانا مولوی محمد ابراہیم تھو کھوری، مولانا مولوی سید قاسم شاہ کھر کو۔ مولانا مولوی محمد گب کھور، صاحبان کے سے مایوس ہو کر قطع کلام کر دیا۔ صرف مولانا میر واعظی سید محمد مختار صاحب کے فتویٰ سے مجموع القدرتین پایا۔ اس میں بھی میر صاحب اپنے ہاتھ کو اپنے ناز و فخر و تکبر عالمانہ کے پانی سے دھونا لازم ہے۔ کیونکہ مجموع القدرتین کی تقریر آپ کے ضمیر منور میں راہ نہ دیا تو آپ ناحق نہیں ہے کیونکہ تقسیم قسمت کے وقت اسے ہی حصہ میں ہوگا۔ ورنہ مجموع القدرتین کی تقریر یہ کے فعل ذات وجود خدا تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا ہے۔ پھر طاعت یا معصیت کی صفت اس میں حاصل ہوتی ہے اور یہ صفت قدرت حادثہ اور قدرت قدیمی کا ایک مقدور کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تو ان دونوں کی وجہ سے وہ مقدور پیدا ہو جاتی ہیں۔ گویا کہ بندہ کا فعل خدائے تعالیٰ کی اعانت سے ہوتا ہے۔ اسی کا نام کسب بھی ہے اور کسب ایک فعل ہے جو معین کے سبب واقع ہوتا ہے۔ اپنے عقیدہ سے قدرتین میر صاحب خود نسبت کر کے توبہ میں آنا چاہئے اور اپنے عقیدہ کو درست کر۔ بتوفیق الہی ہو جاوے۔ الحمد للہ ورنہ خدا پناہ بخشے بہ روزِ معاد۔

قال مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۲۷ء کے ایک رقعہ میں یہ بھی لکھا ہے اور تصویر کی بحث اظہار الحق میں لکھ چکا ہے اور یہ بھی ہے چونکہ میں حیدر کرار غیر فرار کی اولاد ہے۔ اقول

تصویر کا بیان انشا اللہ تعالیٰ اسی کے بیان میں لکھوں گا۔ اور میر صاحب اس بات کا فخر کرتے ہیں کہ حیدر کرار غیر فرار کی اولاد ہے۔ یہ جو صفت ہوا ہے وہ خاص اسد اللہ الغالب مظہر العجائب مطلوب کل طالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا ہے۔ نہ ذریت کا۔ آپ کا اس میں کچھ فخر و ناز و تکبر نہیں کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اے صفیہ محمدؐ کی پھوپھی، اے فاطمہؑ محمدؐ کی بیٹی تم قیامت کے روز میرے پاس اپنے اعمال لے کر آنا۔ اپنی نسبت لے کر مت آئیو۔ کیونکہ میں خدا کے ہاں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا (بلکہ آپ امت عاصی کے شافع ضرور ہیں مگر نسب کا بھروسہ نہ کرو) اور آنحضرت صلعم نے ارشاد کیا ہے کہ جس شخص کا عمل اسکو دیر لگائے گا اسکا نسب اس کے لئے شتابی نہ کرائے گا۔ اسی طرح سے قول تعالیٰ 'فلا انساب بینہم یومئذ ولا یتساء لون۔ اس دن ان میں نسب نہ ہونگے اور نہ باہم سوال کریں گے۔ لیس بامنیکم ولا امانی اهل الکتاب من بعمل سوء عجزوہ یعنی نہ تمہاری آرزویں ہیں اور نہ اہل کتاب کی آرزوئیں۔ جو شخص برائی (موافق تقدیر کے) کرے گا اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ ولا تکسب کل نفس الا علیہا یعنی کوئی شخص کمائی نہیں کرتا (موافق تقدیر کے) مگر اپنے لئے ولا تذروا ذرۃ وزرا اخری یعنی کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اے رب میرے تکبر و فخر اور وسوسہ شیطان سے اس کی تلخیص کے نفس میں مبتلا نہ ہوئے ربنا واجعلنا مسلمین لک یعنی کہ اے پروردگار ہم کو موحد اور مخلص کر دے کہ تیرے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا یعنی اے پروردگار! نہ پھیر دے ہمارے دلوں کو (اس متوسط اصول سے جو پیچھے مسطور ہوا ہے) ہدایت کے بعد۔ (دیکھو یہاں بھی ہم کو دعا کرنے کی توفیق اور قبول کرنا اس کی مرضی پر ہے۔ تو معلوم

ہوا کہ حقیقت فعل از طرف خدا ہوا۔

سراج الاسلام فقہ احوط کے صفحہ نمبر ۱۰۷ میں ہے کہ ہر گردانندہ نیست چیزے را کہ تو آں را تقدیر فرمودہ۔ ایضاً صفحہ ۱۰۹ میں ہے کہ نگہدار مارا۔ اے پروردگار از بدی چیزے کہ حکم کردی و قضا فرمودی تو آں بدی از ما دور کن۔ پس بدرستی کہ تو حکم میکنی آنچه ہما میرسد بہ حکم و قضائے است و حکم کردہ نئے شود ہر تو آنچه مے خواہی مے کنی کہ حکم حکم تو ست۔ اور موضح القرآن میں ہے کہ حضرت یوسفؑ کی قید یہ ہے کہ اور قید ہونا تھا قسمت میں۔ آدمی کو چاہئے کہ اپنے حق میں برائی کو نہ مانگے، بھلائی مانگے۔ گو کہ وہی ہوگا جو قسمت میں ہے۔ لا راداً لقضائہ ولا معقب لحکمہ لا مانع لما اعطیت ولا معطى لما منعت ولا ینفع ذالجد و منک الجدد۔ دعوات صوفیہ رد کرنے والے نہیں ہیں اس کی قضا کے لئے اور دیر کرنے والے نہیں ہیں اس کے حکم کے لئے۔ (کل اشیاء) منع کرنے والے نہیں ہیں۔ آنچه تو عطا کرے اور دینے والا نہیں ہے آنچه تو منع کرے اور فائدہ نہیں دیتے صاحب بزرگی کو اس کے بزرگی نے اور تجھی سے بزرگ ہے۔ (میر صاحب کا اصول قدریہ و معتزلہ کے ہم مثل ہو گیا)۔ ان تمام آیات و احادیث اور فقہ احوط اور اپنے علماء کے فتویٰ سے خارج اور جو شخص میر صاحب کے اصول عقیدہ میں ہے اس کو چاہئے کہ اگر اس کو صراط الحق کا راستہ چاہئے تو توبہ کرنے کی توفیق عطا بخش یا اللہ۔ ورنہ بندے کو کیا طاقت ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھ کر عبرت حاصل کر۔ اگر قسمت میں ہے تو عطا فرمائے گا۔ اور دیکھو شرح اصول کافی جز پنجم صفحہ ۹ میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ اس است کہ ہر ایک از ترک اختیار بہ بندگان نمی باشد مگر بوسیلا انگیزی و مشیت اللہ تعالیٰ۔ اور مظاہر حق جلد دوم صفحہ ۲۸۱ میں ہے کہ اور لا حول تسبیح کے بیان میں ہے۔ کہ

جب اس کے پڑھنے والے بے معنی اس کی تصور کئے تو یقین ہوتا ہے کہ اس کے دل میں کہ ہر امر نفع اور ضرر (نیکی و بدی) بلکہ منہ کے لفظ تک) اور سوچتا ہے امر اپنا اللہ پر اور راضی ہوتا ہے قضاء و قدر پر اور ہر امر (بندے کے تمام افعال) اللہ کے اختیار میں ہیں۔ اور یہ تسبیح و دعوات صوفیہ میں موجود ہے۔ اور تفسیر تنویر البیان چھاپہ آگرہ مطبع نور الہی صفحہ ۱۸۲ میں ہے کہ کل جانب خدا ہے۔ (افعال عباد) اس کی مشیت اور حکم یوں ہی ہے۔ کسی کو اس میں مداخلت نہیں اور چارہ نہیں وغیرہ کے لفظ بھی ہے۔ شرح اصول کافی جز سیوم صفحہ ۱۵۰ میں ہے کہ فاذا اخذ الله ميثاق النبيين ان لا يكون لهم اله الا الله فاعلم ان الله لا يترك عبدا من عباده الا ان يشاء الله فاعلم ان الله لا يترك عبدا من عباده الا ان يشاء الله۔ (جب گواہ گرفت ایشان را بر خودشان کہ ایا نیست صاحب کل اختیار شما گفتند بلے) جب اختیار وعدہ کر لیا خدا سے) شرح اصول کافی صفحہ ۳۷۰ میں قول تعالیٰ اذ رمیت ما رمیت ولكن الله رمى۔ خداوند حاصل کرنے کی توفیق بخشے ورنہ جب ان تمام استدلال سے رجائے موصلت کو منقطع ہو جائے تو یہ شعر سمجھو۔ العاقلة تكفية

الشارۃ ط

نے فرمت حکم آمدنی اصول	شرم بادت از خدا و رسول
شیخ سعدی رحمۃ اللہ نے بچوں کو نصیحت لکھی ہے اس کو یاد کرو۔	

نگہ کن بریں گنبد زر نگار	کہ شفقش بود بے ستون استوار
یکے پاسبان و یکے پادشاہ	یکے داد خواہ و یکے باج خواہ
یکے شادمان و یکے درد مند	یکے کامران و یکے مستمند
یکے تاجدار و یکے باجدار	یکے سرفراز و یکے در حریر
یکے بر حصیر و یکے بر سریر	یکے در پلاس و یکے در حریر
یکے بے نو و یکے مال دار	یکے نا مراد و یکے کامگار

یکے تندرست و یکے ناتوان	یکے سال خورد و یکے نوجوان
یکے در صواب و یکے در خطا	یکے در دعا و یکے در دعا
یکے نیک خلق و یکے تند خو	یکے برد بار و یکے جنگ جو
یکے در جہاں جلالت امیر	یکے در کمند حوادث اسیر
یکے بستہ از بہر طاقت کمر	یکے در گناہ بردہ عمرے بسر
یکے را شب و روز مصحف بدست	یکے خفته در گنج میخانہ مست
یکے ہر در مشرح مسماء دار	یکے در رہ کفر زناہ دار
یکے مقبل و عالم و ہوشیار	یکے مدبر و جاہل و شرمسار
یکے کاتب ایل دیانت ضمیر	یکے دزد باطن کہ نامش دبیر

قول تعالیٰ 'وجعلنا علیٰ قلوبہم اکنۃ' یعنی وعظ اور تلاوت قرآن کو کان لگا رکھتے ہیں۔ ہم نے ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ ان یفقہوہ کہ سمجھے اس کو یعنی سمجھنا سخت مشکل ہے۔ تنویر البیان صفحہ ۲۶۰۔ (یہاں فاعل کون ہوا از روئے ایمان کہو)۔ جعلنا کانون جمع متکلم ضمیر ہے۔ خدا کی طرف اور حقیقت میں واللہ اعلم و رسولہ اور قول تعالیٰ منہم امۃ مقتصد یعنی ان میں (تمام امت) سے وہ گروہ حق پر ہے جو میانہ روی پر ہے۔ ایضاً وابتغ بین ذلک سبیلاً یعنی اور تلاش کرو اس کو بیچ میں راہ ہے اور قال رسول اللہ و الا قتصاد و جزء من اربۃ و عشرون جزء من النبوة ترمذی جلد دوم صفحہ ۲۲ اور جو وابتغ امر کے صیغہ پر آیا ہے مطابق ہذا امر بین الامرین مجموع القدرتین و متوسط وغیرہ کے ذکر ہو چکا ہے اور اگر بندہ کو فعل کا اختیار دیا ہے تو اختیار پر خود مختار نہیں فرمایا ہے۔

عقیدہ اول اللہ جل جلالہ قدیم ست و قدیم آں را گویند کہ ابتداء و

انتہائیش نباشد ہمیشہ است و ہمیشہ خواہد بود خالق کل مخلوقات و صانع کل مصنوعات کسی ہم دستریک او نیست او بذات خود احد است بہ جمیع صفات کمالی در احاطہ علم و قدرت او بیچ چیز بیرون نیست۔

عقیدہ دوم: صفات حق تعالیٰ ازلی است بذات او قائم است علم و قدرت و عیانت و سمع و بصر و ارادہ و کلام و تکوین ہست کردن از صفات اوست۔

عقیدہ سیوم: مؤمنین بعد حساب داخل شدن در بہشت بدیدار حق سبحانہ تعالیٰ مشرف خواہد شد۔ اما تعلق بہت و مکان نہ خواہد بود۔

عقیدہ چہارم: خالق و کفر و ایمان و طاعت و عصیان کہ بندگان مرتکب ان میشود از حق سبحانہ تعالیٰ است و ہمہ کار ہا بارادہ و مشیت قدرت ہست۔

عقیدہ پنجم: بندہ در کار ہا نہ مختار محض است نہ مجبور محض است۔ ایں قدر باید و انست کہ اللہ تعالیٰ بندگان را اختیار دادہ مگر براختیار مختار نہ فرمود۔

عقیدہ ششم: حق تعالیٰ بندگان را زیادہ از استطاعت و امکان تکلیف ندادہ۔ معتبر کتاب اہل سنت و الجماعت است۔ و مرجیہ جبریہ مے گوید کہ خیر و شر ہمہ از خدا نیست۔ بندہ را در اں ہر اختیار۔ از فرقہ جبریہ افعالیہ گویند بروے بندہ فعل است ولیکن بدون قدرت و اختیار و فرقہ جبریہ معیہ گوید برائے بندہ فعل و قدرت است بغیر طاقت دادن حق تعالیٰ است۔ فرقہ قدریہ گویند بندہ فعل مختار خود است در تمام امور ہمہ و مدد حق تعالیٰ محتاج نیست۔ فرقہ قدریہ ثنویہ گویند کہ نیکی از یزدان است و بدی از اہر من است۔ از شرح مشکات اور قدریہ یہ ہے کہ تقدیر کے منکر ہیں۔ فعل بندوں کے پیدا کئے ہوئے ان کے قدرت میں ہیں۔ اللہ کی قدرت سے نہیں۔ اس طرح سے تقدیر کے انکار کرنے والے کو قدریہ کہتے ہیں۔ اس میں معتزلہ بھی داخل ہیں اور رافضی

بھی۔

فرقہ مرجیہ یہ ہے کہ قائل نہیں اس باب کے اور کہتے ہیں نیست کرنا طرف بندہ کے ایسا ہے۔ جیسے نسبت کرنا فعل کا طرف عبادات کے کہ جب اس کو پھینکنے تو پھینکا جاوے۔ اس کو اپنے پھینکنے میں کچھ دخل نہیں۔ اسطر ح بندہ کو اپنے کام میں کچھ دخل نہیں محض بے اختیار ہے۔ از شرح مشکات کتاب الایمان بالقدر محررہ مولوی محمد گب کھور ہے۔ تحفہ قاسمی صفحہ ۴۹ میں ہے کہ تقدیر کے انکار کرنے والے کو قدریہ کہتے ہیں۔ اس میں معتزلہ بھی اور رافضی بھی داخل ہیں۔ اور ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں فرقہ کافر ہیں لیکن قول مختار علماء کا یہ ہے کہ کافر نہیں بلکہ فاسق ہیں۔

واضح رہے کہ میر صاحب کے اصول یعنی بندہ کے فعل بندہ خود پیدا کرنا (یعنی اپنی قدرت سے ہو۔ خدا کا اس میں نہ اعانت نہ قدرت مثل قدریہ کے ہوا) اور فعل مختار کا جو عقیدہ ہے وہ بھی قدریہ کے فروع میں سے ہیں اس کا بیان ہو چکا ہے۔ اور اب اس تقدیر کے مسئلہ میں زیادہ طول و تقریر کرنا خوف ہے کیونکہ یہ بہت دقیق مسئلہ ہے۔ بہت عالم اس میں متخیر ہیں بلکہ بعض گمراہ ہو گئے ہیں۔ یہ بھی اس کے اندر غور کرو چنانچہ نسائی اور ابوداؤد ابن ماجہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہؐ سے ایک شخص نے یوں کہا کہ ما شاء اللہ و شیت قال جعلتہ اللہ نداً بل ما شاء اللہ وحدہ یعنی جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا۔ آنحضرتؐ نے یوں ارشاد فرمایا کہ اللہ کی چاہت ہوگی نہ بندے کی۔ اگر بندے کا کچھ منشا ہوتا تو آنحضرتؐ اس کو منع نہ فرماتے کیونکہ یہ تقدیر کی بات ہے۔ یہ تقدیر ایک مستور چیز ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی مخلوق کو خبر نہیں کہ انجام کیا ہوگا۔

قال احقاق الحق صفحہ ۱۲ میں قضا و قدر پر محض ایمان لازم ہے۔ اقول۔ آپ

کے اصول میں قضا و قدر کچھ چیز بھی نہیں ہوئے گویا خدا نے بلا مطلب فضول چیز قدر کے نام سے مقرر فرمایا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ قول تعالیٰ والذی قد آرفہدی یعنی جس نے ٹھہرایا پھر راہ دی (یعنی اول تقدیر لکھی پھر اسی کے موافق دنیا میں لایا۔ موضح القرآن)

فی الجلالین والذی قدر جعل کل ذکر و انشیٰ فہدی فہر ف و انہم کیف یاتی الذکر بالانشیٰ و یقال قد خلقہ حسنا او ذمیما او طویلا و قصیرا و یقال قدر السعادة و الشقاوة لخلقہ فہدی فبین الکفر والایمان والخیر و شرّ و اذا کان کون الفعل موجوداً من اللہ و کونہ مکتسباً من العبد فہو راجع الیٰ مذهب القاضی ء ان الفعل تحت قدرتین قدرة اللہ بحسب ذابّة و تحت قدرة العبد بحسب وصفہ۔ ایضاً (واللہ تعالیٰ یضلّ من یشاء و یہدی من یشاء) بمعنی خلق الضلالة والاهتداء لانه الخالق وحده و فی التقبل بالمشیۃ اشارة الیٰ انه لیس المراد بالہدایۃ بیان طریق الحق لانه علم فی حق الكلّ ولا الا ضلال عبادۃ عن وجدان العبد ضالاً او تسمیۃ ضالا الیٰ لا معنی لتعلیق ذلک بمشیۃ اللہ تعالیٰ ء نعم قد تضاف الہدایت الیٰ النبیّ مجازاً لطریق التسبب کما تسند الیٰ القرآن و قد بسند الاضلال الشیطان مجازاً کما لیسند الاصنام اور نبی و رسول تمام بندوں سے مکلف ہیں۔ قول تعالیٰ انک لا یہد من اجیبت و بقولہ اللّٰہم الہد قومی مع انه بین الطریق و دعا ہم الٰہتداء الخ۔ عقائد نسفی الیٰ القول بان اللہ تعالیٰ خالق کلّ شیء و العبد کا نسب و تحقیقہ ان صرف العبد

قدرتہ و ارادہ الی الفعل کسب و ایحاد اللہ تعالیٰ الفعل عقیب
 ذلک خلق و المقدور الواحد داخل تحت قدرتین لکن بجهتین
 مختلفین فالفعل مقدور اللہ بجهة الایجاد و مقدور العبد بجهة
 الکسب و هذا القدر من المعنی ضروری و قوله تعالیٰ مشاء فلیؤمن
 شاء فلیکفر الی غیر ذلک و ایضاً منقوص بافعال الباری جلّ ذکرہ
 لان علمہ و ارادہ متعلقان بافعال له فیلزم ان یکون فعلہ و اجبا علیہ
 فان قبل لا معنی لکون العبد فاعلا بالاخیار الا کونه موجد الافعالہ
 بالقصد والارادة قد سبق ان اللہ تعالیٰ مستقل بخلق الافعال و ایجاد
 ها و معلوم صر ان المقدور الواحد لا یدخل تحت قدرتین مستقلتین
 فی النسفی اور بندہ کے فعل خدا کی خلق اور ایجاد ہے۔ عن کون فعل العبد
 بخلق اللہ تعالیٰ و ایجاده مع ما فیہ للعبد من القدرة والاخیار و لهم
 فی القران بینهم عبارات مثل ان الکسب لا یضح انفراد القادر به و
 الخلق یصح انفراده۔

قال اظہار الحق صفحہ ۶ میں ہے کہ انبیاء و رسول رہبر سمجھنا فضول ہے۔ لغو
 ٹھہرے گا جو کچھ خدا کرتا ہے۔ اقول۔ جھوٹ کے بیان اور انعام صراط الحق میں تحریر
 ہے۔ اس میں سے آپ لیجئے کیونکہ خدا کرتا ہے کے لفظ کو اس احقر نے کہیں بھی نہیں
 لکھا ہے اور امر و نہی اور انبیاء و رسول ان دونوں میں سے کون حادث ہے اور کون
 محدوث اور ابتدائے مقدور میں یہ دونوں مقرر تھے یا بد میں بدع ہے۔ اور یہ دونوں
 وغیرہ جتنے تکلیف اور مکلف اور جتنے ہادی مثل انبیاء وغیرہ) میں سے کون سا ہے۔
 ایک دوسرے کے سبب مسبب لازم ہے اور امر و نہی کے عدم موجود ہے تو انبیاء کی آمد

بیکار ہے۔ مگر خداوند کریم نے کوئی بیکار چیز پیدا نہیں کیا ہے اور اگر امر ونہی و افعال انبیاء وغیرہ مقرر اذلی نہیں ہیں انبیاء سے محدوث ہیں تو یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ جو مقرر نہیں ہے اس کا پیدا اور ایجاد کرنے والا خدا ہے اور انبیاء کو یہ قوت نہیں ہے نابود چیز کو بود کرنے کی تو معلوم ہوا کہ دونوں مذکور میں ایک سبب اور دوسرا مسبب ہے۔

(تقدیرہ) وهو تحديد كل مخلوق تجده الذي بوجد من حسن و قبح و نفع و ضرر و ما يحويه من زمان و مكان و ما يترتب علمه من ثواب و عقاب و المقصود تعميم ارادة الله و قدرته لما مر من ان لكل بخلق الله وهو يستدعي القدرة و الارادة لعدم الاكراه و الاجبار (تكوين) وهو المعز الذي يعبر عنه بالفعل و الخلق و التخليق و الابداع و الاحداث و الاختراع و نحو ذلك يفسر باخراج المقدم من العدم الى موجود وهو علمه و ارادته و غيره.

(مشیت و قدرت) اور خدا تعالیٰ کو ندا کرتا ہے اس اسم کے ساتھ یا مسبب الاسباب تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر ایک چیز کے لئے سبب مع اسباب کے ہوتا ہے۔ فان قبل السبب المؤثر في العلوم كلها هو الله تعالى لا نّها بخلقہ و ايجادہ من غير تاثير للحاسة والخير الصادق و العقل و سبب الظاهري كالنار للاحراق هو العقل لا غير۔ جیسے قاتل جو ہے وہ مقتول کا سبب بن جاتا ہے۔ وہ محروق سبب اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی تمام چیزوں کو میعاد اجل مسمیٰ ہوا ہے۔ اس اجل مسمیٰ تک ہر چیز قائم رہتی ہیں اور پورا ہونے پر اجل کا ایک لمحہ بھی نہیں رہ سکتی ہیں۔ قوله تعالى اذا جاء اجلهم لا يستأخرون ساعة والا يستقدمون یعنی جب آئے اجل ان کی تاخیر نہیں کرتے ایک ساعت

بھی اور نہ جلدی کرتے ہیں اور دیکھو جب اجل نہ ہو تو کتنا زور کرو کچھ نہیں ہو سکتا ہے
 چہ حیوان چہ انسان ہو۔ یہ مثال ہے کہ ابراہیمؑ کا روبرو حلق السملعیل نہادہ ہفتاد بار یکشید
 ذرہ از پوست و گوشت و رگ و پے نیرید۔ ابراہیمؑ در غضب شدہ کار داز دست بیفکند و
 نفدرت باری تعالیٰ ان کار دبادے در سخن آمد کہ اے پیغمبر خدائے خشم مگر الخلیل
 بامرونی بالقطع والکیل ینہانی و من آن میکن کی خدائے خواہد۔

بیت

اگر تیغ عالم بچبد زجائے	نبرد رگے تا نخواہد خدائے
-------------------------	--------------------------

قال انبیٰ ذامعرفة بانک عاجز ضعیف لا تقدیر علی شیء من
 حرکاتک و سکونک الا بحکم اللہ و تقدیرہ فی جامع الاخبار
 صفحہ ۱۶۰ المعروف شیخ صدوق شیخ محمد المضانی
 الاصفہانی و اقا سید محمد عاملی نجفی نجف عربستان شایع نمود۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص فعل مختار یا بندہ کے فعل بندہ خود پیدا
 کرتا ہے۔ ایسی عقیدوں کو باطل بلا ثمر کر دیا ہے۔ شرح اصول کافی جز پنجم صفحہ ۱۵۳ میں
 ہے کہ عن معاویہ بن عمار قال من قال فی دبر الفریضة یا من یفعل ما
 یشاء ولا یفعل ما یشاء اهد غیرہ ثلاثم سال اعظمیٰ ما سال۔ در ذخیرۃ
 الملک صفحہ ۶ میں ہے کہ معرفت آنچہ ہر چہ میرد و از نیکی و بدی ہمہ بہ تقدیر و قضائے
 اوست۔



باب الرویة

بیان دیدار خدا کی

قال کہ لقاء یعنی دیدار خدا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اگر ممکن ہے تو حضرت موسیٰ کو کیوں نہیں ہوا جبکہ آنحضرت اولوالعزم کلیم اللہ تھا۔ بروز جلسہ مؤمنین کو اس بات کا یقین بموجودگی گواہوں کے ہوا۔ اقول

اول: الانسان ضعیف البیان ہے اور اس ضعف جسم کو جلوہ خدا کو اس ضعف جگہ میں کیسے دیکھ سکتا ہے۔

دوم: خدا بے رویت ہے تو جبل یعنی پہاڑ کیوں کر جل کر سرمہ ہو گیا۔

سیوم: حضرت موسیٰ جاہل بھی نہیں کہ بے خبری سے سوال کیا ہے تو موسیٰ پر جہل لازم آتا ہے۔

چہارم: موسیٰ بے ہودہ کام نہیں کرتے۔ اگر جان کر عبث کام کرے تو معصوم میں نہیں رہتے۔

پنجم: اپنا دیدار کو دوسرے کو دکھلا نہیں سکتا ہے تو قادر نہیں ہوتا ہے۔

ششم: قرآن میں یہ حکم نہیں ہے کہ میں اپنی دیدار کو نہیں دکھا دوں گا۔

ہفتم: قرآن میں یہ حکم ہے کہ تم نہ دیکھ سکیں گے کیونکہ اس دنیا میں ضعف کی صفت آئی ہے۔ اپرند کو رہے تو ضعف کو قوی کی وجہ ہرگز نہ اٹھا سکے گا۔ اگر جبر کرے نقصان ہوگا۔

ہشتم: یہ دنیا بے پائدار ہے اس لئے اپنے خاص مؤمنوں کو کامل نعمت بہشت میں بغیر چوں چرا کے ضرور دیدار ہوگا۔

نہم: اگر دیدارِ خدائے تعالیٰ ہونے میں انکار اور جائز نہیں ہے تو مؤمن اور منافق اور جنتی اور دوزخی کا کیا فرق ہوا۔ بلکہ اس مسئلہ میں یکسان ہیں۔

دہم: اس کی جو نعمت خدائے تعالیٰ کی طرف سے قیامت کے دن بعد حساب عطا ہو جائے گا حور و غیرہ جتنی چیزیں ہمارے اعمال کے بدلے جزائے جزیل ہے اور دو گنہ چو گنہ کتنا ہی لطف ہو جائے اعمال کے مطابق مقرر ہے وہی عنایت ہوگا۔ اور ہمارے اعمال کے موافق سے زیادہ جو تمام نعمتوں کے سوا ایک بڑی نعمت خاص جنتیوں کو اپنی ذات مقدس سے عطا ہوگا وہ اسی کا دیدار ہے۔

یازدہم: اس کی تمام مخلوقات سے بے مانند دکھائی دے گا۔

دوازدہم: جب دیدارِ خدا ہوگا اس وقت جنت کی تمام نعمتیں بھول جائیں گے۔ سیزدہم: اگر کوئی یوں کہے کہ کسے دکھائی دے گا۔ الجواب تم خدا کی ہستی پر ایمان ہے۔ تو بتلاؤ کس جگہ پر ہے تا کہ میں بتلا دوں گا خدا کا رنگ و صورت وغیرہ ہے۔ چہار دہم: قولہ تعالیٰ 'لیس کمثلہ شیء' یعنی نہیں ہے اس کے مانند کوئی چیز۔ کسی شے کے مثل نہیں بتلا سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اشیاء کی مثال بتا دے تو شرک ہو جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔

قال ابن عباس اکثر المفسرین الی ربہا عیاناً بلا حجاب و قال ابن عباس و مقاتل لا یدرکہ الابصار فی الدنیا و هو یری فی الآخرۃ فی معالم تنزیل مرقوم ہے تحفہ قاسمی میں ہے یعنی کہا ابن عباس نے کہ بہت مفسرین قائل ہیں کہ دیکھنا ہے اپنے پروردگار کی طرف بغیر پردہ کے۔ اور کہا ابن عباس اور مقاتل دونوں نے کہ نہیں پاتا ہے اس کو آنکھیں دنیا میں اور وہ (خدا) دکھائے گا آخرت میں۔

شرح اصول کافی جز دوم کتاب توحید صفحہ ۱۷ میں کہ از پیغمبر خدا صلعم کہ اللہ تعالیٰ حصہ کرد دیدن کسی اور او سخن اور ابا کسی یا خلق او از میان دو پیغمبر۔ پس حصہ داد سخن را برائے موسیٰ او برائے محمد دیدن حصہ داد۔ اور ابن بابویہ نے اپنے اعتقادات رسالہ میں لکھا ہے مسئلت ابا عبد اللہ فقلت اخبر فی عن اللہ عز و جل هل يراه المؤمنون يوم القيامة قال نعم۔ یعنی پوچھا میں نے ابا عبد اللہ سے پس کہا میں نے خبر دیجئے مجھ کو اللہ تعالیٰ سے۔ کیا دیکھیں گے اس کو (خدا) ایمان والے قیامت کو۔ فرمایا ہاں دیکھیں گے من لا يحضر الفقيه کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ قوله تعالى 'شكروا له كما شكر لي و اقبل اليه بفضلي و اريه' یعنی جیسے کہ فرمایا خدا نے شکر کیا اس کا جس نے شکر کیا میرا اور پیش آؤنگا اپنے فضل سے اور اس کو اپنا جمال دکھاؤں گا۔ من لا يحضر الفقيه۔ انیس الواعظین شیعہ صفحہ ۲۰۴ میں ہے کہ مؤمن کو قبر میں پیوستہ لقا پروردگار رہتے ہیں۔ تفسیر تنویر البیان امامیہ صفحہ ۱۱۴ میں ہے کہ اعمال کے موافق بروز جزا بے شک اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ کہ قوله تعالى 'ملقو ربهم' کے بیان میں ہے۔ تفسیر جلالین میں ہے ملقو ربهم ای معاینوا اللہ بعد الموت یعنی دیکھیں گے وہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو۔ جامع الاخبار شیخ صادق صفحہ ۱۵۲۔ قال الصادق لا راحة المؤمن على الحقيقة الا عند اللقاء اللہ تعالیٰ یعنی امام جعفر صادق نے کہا کہ نہیں ہے راحت مؤمن کے واسطے حقیقت مگر دیدار خدا تعالیٰ کے وقت میں ہے۔ ایضاً صفحہ ۷۴ خیر ایامنا یوم تلقائک فیہ یعنی ہمارے تمام دنوں میں وہ دن بہتر ہے اس میں خدا کی لقا یعنی دیدار ہوے۔ ایضاً صفحہ ۷۵ مشتاقین ال' لقائک یعنی بہت لوگ مشتاق ہیں آپ کی لقا یعنی دیدار کے لئے۔ شرح اصول کافی جز پنجم میں ہے کہ

حضرت کی دعا بعد از نماز فریضہ کے ہمیشہ مداومت فرماتے تھے تمام لکھنے میں طول ہو گیا۔ مطلب سے کافی کیا ہے وہ یہ ہے کہ ولذہ المنظر الا وجهک و شوقاً الی رؤیتک و لقاءک من ضراء مضرة ولا فتنة مضلة یعنی تمام لذتوں میں تیرا منہ (دیدار) دیکھنا ہے اور اشتیاق ہے آپ کی طرف دیکھنے کا یعنی (دیدار کا) اور ملاقات آپ کی بے ضرر ہے کہ ضرر کرنے والا اور ناخوش نہیں کہ گمراہ کرنے والا ہو۔ شرح اصول کافی ۲۳۵ میں ہے کہ عن ابی جعفرؑ قال انزل اللہ عزوجل النصر علی الحسینؑ حتی کان بین السماء والارض ثم خیر النصر او لقاء اللہ فاختر لقاء اللہ عزوجل یعنی روایت ہے حضرت ابی جعفرؑ سے فرمایا کہ نازل کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتے حسینؑ کی مدد کے لئے یہاں تک کہ تھے وہ فرشتے زمیں و آسمان کے درمیان پھر اختیار دیا اللہ کی طرف سے مدد یا اپنی ذات کی دیدار (تقدیر مقدم ہو کر) پس اختیار لیا حسینؑ نے خدا کی دیدار کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر حسین امداد کو مخیر ہوتے تو شہید ہونا محال تھا۔ مگر ہم امت کی قسمت سے مظلوم کر بلا نے دیدار کو اختیار کر کے تقدیر مقرر مقدم ہو کر ہم پر نثار ہوا اور اگر دیدار ہونا جائز نہیں ہے تو امامؑ نے کیوں اس دیدار کے لفظ کو منہ سے اختیار فرمایا۔ اور پہلی حدیث میں رویت کا لفظ صاف ظاہر موجود ہے۔ کسی کو گنجائش نہیں کہ عذر نکالے یا تاویل کرے۔ اور معتزلہ اور شیعہ تبرائے یہ دونوں خدا کی دیدار ہونے سے منکر ہیں۔ جو شخص خدا کی رویت سے منکر ہے وہ یہ مذکور دونوں مذہب میں داخل ہیں نہ کہ نور بخشیہ صوفیہ۔

تفسیر تنویر البیان صفحہ ۸۲ میں ہے کہ اور جالوت کے مقابل ہوئے تو اس کے لشکر کو دیکھ کر تین ہزار چھ سو ستاسی آدمی ہمت ہار بیٹھے اور جانبازی کے وقت چالیس ہزار میں سے کل تین سو تیرہ آدمی بہادر نکلے۔ ان لوگوں کی نسبت خدا فرماتا ہے۔ قال

الذین یظنون انہم ملقوا اللہ یعنی کہا ان لوگوں نے جو یقین رکھتے تھے کہ بیشک وہ ملاقات کرنے والے ہیں خدا سے۔

شرح اصول کافی جز دوم صفحہ ۸۱ میں ہے۔ عن ابی عبد اللہ قال جاء صبر" الی امیر المؤمنین" فقال یا امیر المؤمنین هل رایت ربک حین عبدته قال فقال ویلک ما کنت اعبد ربّالم اره قال و کیف رایتہ قال ویلک لا تدركه العیون فی مشاہدۃ الابصار (ای فی الدنیا ضعف) ولكن راتہ القلوب (فی الدنیا) بحقائق الایمان (فی القیامۃ) مثل ذلک فی نهج البلاغہ یعنی ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ کہا ایک یہودی عالم امر المؤمنین کے پاس آیا۔ پس کہا اس نے یا امیر المؤمنین کیا آپ نے دیکھا اپنے رب کو جس وقت اس کی عبادت کرتے ہو۔ تو فرمایا کہ افسوس ہے تجھ کو اس چیز کی کہ کیوں میں عبادت کروں اپنے رب کی اس کو بلا دیکھے۔ یہودی نے کہا کیسے دیکھا اس کو۔ راوی نے پس فرمایا افسوس ہے تجھ کو کہ نہیں پاتا ہے اس کو آنکھیں جو مشاہدہ ظاہری بصارت کر (اس وقت جو دنیا کی ضعیف آنکھوں کو نہیں دیکھ سکتا ہے نہ پاسکتا ہے۔ معلوم ہوا اس نص صحیح سے کہ عقلی میں ضرور ہوگا۔ اور لیکن دیکھا اس نے دلوں میں ایمان کے حقیقت میں۔ ثابت ہوا کہ ایمان میں رویت فی الجنۃ پر ایمان رکھنا رکن ایمان ہے۔

شرح اصول کافی جز دوم صفحہ ۸۲ میں ہے۔ عن ابی الحسن الرضا قال قال رسول اللہ صلعم لما اسرابی الی اسماء بلغ بی جبرئیل مکانا لم یطاه قط جبرئیل نکشف لہ ناراً بہ اللہ من نور عظمتہ ما احب۔ یعنی اب الحسن الرضا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا نے کہ جب مجھے رات کو آسمان

کی طرف لیا گیا اور معراج پر ایک مکان میں پہنچا ہرگز نہیں دیکھا جبریل کو۔ پس کشف کیا اس کے واسطے۔ پس دیکھا اس نے اللہ کو اپنے نور عظمت سے اور عظمت کی ضمیری جو ہے اس کی۔ پھر اللہ کی طرف ہے نہ کہ جبریل کی نہ کسی اور چیز کی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا کہ شب معراج میں رسول اللہ کو خدا کی دیدار سے دنیا میں دکھا دیا ہے۔ اور بہت حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں مکان میں دیدار نہ ہوگا۔ آنحضرتؐ نے آخرت میں تحریر کیا ہے۔ اور یہ جتنے منکر دیدار کافی میں سب دنیا سے تعلق ہیں نہ عقبی کے اور ان دلائل سے محکم ہو گیا کہ جنت میں مومنوں کو انشاء اللہ ضرور دیدار ہوگا۔ چوں چرا کر نیکی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وہ بے مانند دیکھائی دیگا۔

دیکھو شرح اصول کافی جز دوم صفحہ ۱۷۱ میں ہے کہ عن یعقوب بن اسحاق قال کتبت الی ابی محمدؑ اسئالہ کیف یعبد العبد ربہ وھو لا یراہ فوق یا ابا یوسف جلّ سیدی و مولائی والمنعم علیّ و علیٰ ابائی ان یری قال و سئالته هل نری رسول اللہ ربہ فوق ان اللہ تبارک و تعالیٰ ارای رسولہ بقلبه. عن صفوان بن یحیٰ قال مسئال منی ابو قراہ المحدث ان ادخلہ علیٰ ابی الحسن الرضا فاستازنتہ فی ذلک فازن لی قد خل علیہ فسئالہ عن الحلال والحرام والاحکام حتّٰی بلغ مسئوالہ الی التوحید فقال ابو قراہ نار وینا ان اللہ قسم الرؤیة والكلام بین النبیّین فقسم الکلام الموسیٰ والمحمد الرّویہ۔ اور امام اس کا جواب لا تدرکہ الابصار فرمایا کہ یہ دنیا سے تعلق فرمایا تھا نہ کہ عقبی کے اور اس آیت کو ابن عباس نے تفسیر کیا ہے کہ دنیا کی آنکھوں کو نہیں پاتا ہے پیچھے ذکر کیا ہے۔

انیس الواعظین شیعہ صفحہ ۱۶۶ میں ہے کہ قولہ تعالیٰ جزاء ہم عندہ

رَبِّهِمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ تَجْرُ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ - ترجمہ جزائے ایشان کہ بہترین ہمہ خلقند نزد پروردگار ایشان بوستان ہاست - کہ میرود از زیر آں ہا نہر ہا در حالیکہ ایشان جا دیدند و مخلص در آں بہشت ہا ابداً بیان تاکید خلود را میرسانند و خوشنود باشد خدا از ایشان و طاعت ایشان را خدا قبول فرماید و خوشنود باشد ایشان از خدائے عزّوجلّ بدادن ثواب بے حساب بایشان و رسانیدن ایشان را بمرادات و غایۃ العبابات یعنی دولت لقاء کہ مطلب اعلا و مقصد اقصیٰ است۔

بیت

دارند ہر کس از تو مرادی مطلبی | مقصود ما ز دین و ز دنیا لقا ئی تست
 اور غایۃ الغایت یعنی انتہا نہایت المنتہی تمام نعمتوں کے اخیر جو اللہ کی طرف سے زیادہ ہونے کا وعدہ ہے۔ وہ لقاء ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی چیز نعمت نہیں ہے۔ جو اس کے نیک بندوں کے لئے اور اقصیٰ کے معنی بھی نہایت کنارے کی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ختمی ہے لقاء کے بعد کوئی نعمت باقی نہیں ہے۔ اور لقاء کے معنی خدائے تعالیٰ سے ملنے کی ہے۔ مجازاً موت مراد ہے۔ اس واسطے کہ موت کا آنا خدائے تعالیٰ سے ملنے کا سبب ہے۔ پس مسبب سبب مراد لیا گیا اور یہ مجازاً مشہور ہے۔ اور جو مر جائے تو کہا بھی کرتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے پاس پہنچ گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ملنے سے مراد ثواب و عقاب ہے کیونکہ بندہ اپنے اعمال لے کر اپنے رب سے ملیں گے۔ بعض علماء نے ملقو ربہم سے دیدار خداوندی حاصل ہونے پر استدلال ثابت کیا ہے اور معتزلہ کہتے ہیں ملاقات کے لفظ سے دیدار کا ثبوت نہیں ہوتا۔ اور حدیث اور صرف آیت قرآنی تو یہ ہے۔ فاعقبہم نفاقاً فی قلوبہم الیٰ

یوم یلقونہ یعنی خدائے تعالیٰ نے اس کے نتیجہ میں ان کے دلوں کے اندر نفاق کر دیا۔ جب تک وہ خدا سے ملاقات کریں گے۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ منافق کو دیدار خداوندی نہ ہوگی اور دوسری جگہ یہ ہے و من یفعل ذلک یلق اثاماً یعنی جو ایسا کرے گا وہ گناہ سے ملے گا اور خدا تعالیٰ تہدید کے مقام فرماتے ہیں و اتقوا اللہ واعلموا انکم ملقوہ یعنی اللہ سے ڈرو اور اس بات کو جان لو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور یہ آیت کافر اور مؤمن دونوں کو شامل ہے۔ حالانکہ کافر کو دیدار خدا نہ ہوگا اور حدیث یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قسم کھائے تاکہ کسی مسلمان آدمی کا مال اس کے ذریعہ سے لے لے تو خدائے تعالیٰ ایسے مال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس کے اپر غصہ میں ہوگا۔ اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کو دیکھے گا اس واسطے کہ یہ اہل دوزخ کی صفت ہے۔ اور عرف یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان آدمی مرجاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں لقی اللہ اور یہ مقصود نہیں ہوتا کہ اس نے خدا کو دیکھ لیا اور لقاء سے دوسرے شخص کے ساتھ قریب مراد ہوتا ہے۔ اس طرح سے کہ ان کے مابین کوئی چیز حائل نہ ہو۔ اس واسطے اگر ایک شخص نے کسی بادشاہ کو دیکھا ہو مگر بلا حجاب اس بادشاہ کے پاس نہ ہوا ہو تو وہ کہتا ہے۔ کہ ہنوز میرا اس سے لقاء نہیں ہوا ہے۔ اگر بادشاہ اس کو اندر آنے کی اجازت دیدے تو وہ شخص اگر چہ نابینا ہو مگر یہ کہتا ہے کہ بادشاہ سے میری ملاقات ہوگئی۔ اور کہا کرتے ہیں لقی فلا جہداً شديداً او لقيت من فلا راہیت ولا فی فلاں حمامة یعنی فلاں شخص کو بڑی مصیبت سے ملاقات ہوئی یا مجھ کو فلاں مصیبت سے ملاقات ہوئی یا فلاں شخص کی موت سے ملاقات ہوئی۔ ان تمام استعمالات سے ثابت ہوتا ہے کہ لقاء اور چیز ہے اور دیدار دوسری چیز اور نیز اس آیت سے ثبوت ملتا ہے۔ فالتقى الماء علیٰ

امر قد قدر یعنی پانی اس امر پر جا ملا جو مقدر کیا گیا تھا اور لقاء کے یعنی اصل لغت میں ایک جسم سے دوسرے جسم کو پہنچ جانے کی ہے۔ اس طرح سے کہ اس کی سطح سے مل جائے۔ کہا کرتے ہیں لقی هذا ذالک یعنی یہ چیز اس چیز سے مل گئی۔ دونوں جسم ادراک کرنے والے ہوں تو ملنا حصول ادراک کا سبب ہوتا ہے۔ پس جہاں ملاقات کے معنی اتصال اور چھونے کے نہیں بن سکتے وہاں اس لفظ کا ادراک پر محمول کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ مسبب ہو نیکو سبب مراد لینا مجاز کا نہایت قوی علاقہ ہی نہیں پس ثابت ہوا کہ لقاء کا لفظ ادراک پر محمول کیا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات لازم آتی ہے کہ بعض صورتوں میں کسی امر خاص کی وجہ سے وہ معنی نہیں لے سکتے۔ مگر باقی صورتوں میں اس کا ادراک پر محمول کرنا ضرور ہوگا۔ اور اس بیان سے تمام اعتراضات زائل ہوئے۔ یہ جو فرمایا ہے کہ فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الیٰ یوم یلقونہ تو کہتے ہیں کیونکہ کافر کو دینار خداوندی نہ ہوگا۔ اس خاص کی وجہ سے یہ معنی ہونگے کہ جس روز وہ خدا کی حساب اور حکم ملیں گے۔ مگر چونکہ یہ تقدیر دلیل کے خلاف ہے۔ اس لئے عند الضرورت اس کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اس مقام پر چونکہ اس تقدیر کی ضرورت تھی اس لئے بخلاف انہم ملقو ربہم اس کا اعتبار کیا کہ اس میں لفظ کے ظاہر سے پھرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ کسی لفظ کے مقصد کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ سے ملنا مراد ہوگا۔ نہ اس کے حکم سے۔ اگر معتزلہ و قدریہ کو شیعہ تبرایہ وغیرہ یہ لوگ دلائل عقیلہ عدم رویت پر بیان کریں تو ہم نے ان کا ضعف بیان کر دیا ہے۔ پس ظاہر آیت سے دیدار خداوندی پر دلیل پکڑنا درست ہو گیا۔ قولہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرة الیٰ ربہا ناضرة یعنی کتنے منہ اس دن (قیامت کے روز) تروتازہ ہیں اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے

والے۔ اور تفسیر جلالین میں ہے کہ وجوہ وجوہ المؤمنین المتصدقین فی ایمانہم . یومئذ یوم القیمة ناضرة حسنة جمیلة ناعمة الی ربہا ناضرة ینظرون الی وجہ ربہم لا یحجبون عنہ۔ (خدا) وجہ وجوہ الکفرین و المنافقین یومئذ یوم القیمة باسرة کالحة یحجبون عن رویہ ربہم لا ینظرون الیہ۔ فائدہ۔ یقین ہے کہ آخرت میں اللہ کو دیکھنا ہے۔ گمراہ لوگ منکر ہیں جو ان کے نصیب میں نہیں۔ موضح القرآن۔ قوله تعالیٰ الذین احسنوا الحسنیٰ و زیادۃ یعنی جو لوگ کہ نیک کام کی حالت ان کی نیک ہو اور زیادہ بھی ہے اور حسنیٰ کے مراد بہشت ہے اور زیادہ کے لفظ دیدار خدا کا ہے اور تفسیر اس آیت کے ساتھ اس معنی کے حضرت علیؑ اور ابی بن کعب اور کعب بن عجرہ اور ابن مردویہ اور انس اور ابو ہریرہ اور ابو موسیٰ شعری اور ابن عباس اور ابن مسعود وغیرہ سے مروی ہے اور فرمایا رسول خداؐ نے قریب ہے کہ دیکھو گے اپنے پروردگار کو قیامت میں جیسا کہ دیکھتے ہو تم چودھویں رات کے چاند کو۔ اس حالت میں کہ کچھ پردہ نہ ہو۔ یحییٰ بن سعد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رویت میں سترہ حدیثیں صحیح وارد ہیں اور اجماع امت اسی پر منعقد ہوا۔ انکار اس کا کفر ہے۔ یہاں رویت میں احادیث بہت طول رکھتے ہیں جس وقت دولت دیدار سے مشرف ہوں جمیع نعمتیں بہشت کی نظر ساقط ہوں۔ رویے خدا بزرگ ترین نعمتوں کے ہے۔ دیدار خدا کا روافض اور خوارج اور معتزلہ اور فرقہ بخری اس سے انکار کہتے ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت علیؑ وصی رسولؐ سے مروی ہے کہ تفسیر ہے قول تعالیٰ فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداً ۛ یعنی پس جو کوئی کہ امید رکھے اپنے رب سے ملاقات کی چاہئے کہ نیک کام کرے اور شرک نہ کرے۔ اپنے رب کی عبادت میں کسی

کو انتھی اور حضرت علیؑ نے تفسیر اس کی یوں کہی ہے جو کوئی خدائے تعالیٰ کو دیکھنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ عمل صالح کرے اور کسی کو اس پر آگاہ نہ کرے۔ مجموعہ سعادت مصنف مولوی الہی بخش مطبع صدیقی بنارس کے جلد دوم صفحہ ۳۰۳۔

مراد حسنی سے بہشت میں ملیں گے۔ کھانے کو میوے پینے کو شربت خدمت کو حوریں اور غلمان رہنے کو مکان اچھے اچھے اور زیادہ کے مراد دیدار خدا ہے کہ اپنے فضل سے مومنوں کو نصیب فرمائے گا۔ آمین یا اللہ۔

انیس الواعظین صفحہ ۸ میں ہے۔ کہ دیدار خدا تعالیٰ مرمونان رابعد در آمدن بہشت ہم از بہشت حق ست و بے چوں و بے چگون و بے شبہ و بے نمود و بے جہت و پنجم حاصل آید۔ ہر کہ از دیدار خدائے تعالیٰ منکر شود کافر گردد و چوں دیدار نہ بیند ہمہ نعمتہا فراموش کنند۔ چنانچہ در امالی گفتہ۔ شعر

فینسوا	النعم	اذا راوہ	فیا خسران	اہل	الاعتزال
--------	-------	----------	-----------	-----	----------

یعنی پس بھول جاتا ہے بہشت مع اس کی تمام نعمتیں جب دیکھے اس کو (خدا) پس اے ٹوٹا اٹھانے والے اہل معتزلہ کیونکہ یہ معتزلہ دیدار سے منکر ہیں۔ اور ذخیرۃ الملک صفحہ ۱۰ میں ہے کہ رویت حق۔ کہ کسی حادامت پنجم ظاہری در بیداری در داد دنیا خدا تعالیٰ نمی بیند و نخواہد دید۔ مدعی آن کاذب است قید ہا بالقیمۃ اشارۃ الی ان الرویہ فی الآخرۃ دون الدنيا کذا فی فتح الباری وغیرہ۔ تحفہ قاسمی صفحہ ۳۵۱۔ و اکرامہم علی اللہ من ينظر الی وجہہ غدوۃ و عشیۃ ثم قراء رسول اللہ صلعم وجوہ یومئذ ناضرة الی ربہا ناظرۃ تحفہ قاسمی صفحہ ۴۴۷۔ قوله تعالیٰ لا تدركہ الابصار اعلم ان الاراک غیر الرویۃ لان ادراک هو الوقوف علی کنه الشیء والاحاطہ بہ و الرویۃ المعاینۃ و

يكون الرويه ادراك الخ في معالم التنزيل صفحہ ۳۲۰ سے روایت ہے۔ تحفہ قاسمی میں۔ اور آیت لن ترانی۔ اور آیت لا تدرك الابصار یہ دونوں آیتوں کی شان اس دنیائے ناپائیدار میں رویت سے انکار ہے نہ عقلمندی میں کیونکہ آخرت میں دیدار سے نفی ہونے کی کوئی آیات قرآنی و احادیث بنوی سے دلیل قاطع ہرگز نہیں مل سکتی ہیں۔ دیکھو آگے کو بھی لکھتے ہیں کہ تحفہ قاسمی صفحہ ۴۵۳ میں ہے کہ روية الله تعالى بعين ابصر في حالة ابقظان في الدار دنیا غیر جائز لا شرعاً کما هو مذهب الجمهور لقوله تعالى لا تدرك وهو يدرك الابصار و لقوله تعالى قال رب ارني انظر اليك قال لن تراني واللہ اعلم۔ اما روية الحق في اليقظة لغير بنينا فمنها جمهور العلماء واستدلوا لذلك بقوله تعالى لا تدرك الابصار و بقوله لموسى لن تراني و بقوله صلعم لن يراي احدكم ربه حتى يموت رواه مسلم في كتاب الفتن اما نبينا فقد اخلف الصحابة في وقوع الرويت له ليلة المعراج۔ اور صحاح ستہ کی حدیثوں میں صرف مشکوٰۃ کی متفق علیہ کی ایک حدیث پر اکتفا کیا ہوں کہ عن جریر بن عبد اللہ صلعم فنظر ال القمر ليلة البدر انکم مسترون ربکم كما ترون هذا القمر لا تضامون فی روية الخ متفق علیہ یعنی روایت ہے جریر بن عبد اللہ سے کہا فرمایا رسول خداؐ نے تحقیق تم نزدیک ہو کہ دیکھو گے اپنے پروردگار کو آشکارا آنکھ سے اور ایک روایت میں ہے کہ جریر سے کہا کہ ہم بیٹھے تھے پیغمبر خداؐ کے نزدیک۔ پس دیکھا رسول خداؐ نے چودہویں رات کی چاند کی طرف۔ پس فرمایا تحقیق تم دیکھو گے اپنے پروردگار کو جیسے کہ دیکھتے ہو اس چاند کو۔ نہیں ایذا دے جاؤ گے ہم بچ دیکھنے اس کے کی۔ فائدہ یہ ہے کہ قیامت کے روز بلا حجاب دکھادیں

گے کوئی شک و شبہ نہیں۔ جیسے اس وقت تم چاند کو دیکھتے ہو یعنی رویت میں پوری الکشاف ہے۔ نہ تشبیہ مرئی کے ساتھ مرئی کی جہت میں اور محدود ہے۔ ذات حق تعالیٰ کی بھی ایسی ہی ہوگی۔ پس یہ مراد نہیں ہے جیسے کہ فرمایا اور خدا دیکھنے سے کسی طرح کا نقصان اور ضرر کچھ نہیں۔

تفسیر تنویر البیان صفحہ ۱۱۴۳ میں ہے کہ الی ربہا ناظرۃ یعنی اپنے پروردگار کی طرف نگران اور مستغرق ہونگے۔ یعنی مشروبات جلیلہ کا معائنہ کریں گے جو حق تعالیٰ انہیں (مؤمنین کو) عطا کرے گا۔ اگر کوئی علت نکال کر دیکھنے سے مراد رحمت وغیرہ سمجھے تو ان کی عقلوں میں اور دماغ میں کسی وجہ کی خرابی کا مادہ ہے۔ کیونکہ پیچھے لکھ کر آیا ہوں۔ واضح طور پر غور کر کے دیکھو۔ اگر خدا کو منظور ہے سمجھ میں آجائے۔

ایضاً تنویر البیان صفحہ ۳۳۰ میں ہے کہ جب موسیٰ نے ربّ ارنی کہا تو خدائے تعالیٰ نے تمام آسمان کی عجائبات دکھا کر موسیٰ کو ڈرایا۔ آخر میں آسمان ہفتم کے فرشتگان کو حکم دیا حجاب اٹھا دو اور نور عرش کا سلسلہ طور تک پہنچا اور فرشتوں نے تعمیل کی۔ نورانی کرن آتی ہے سارا پہاڑ پاش پاش ہو گیا۔ اور آس پاس کے درخت اور پہاڑ و پتھر خاک کے غبار بن گئے۔ موسیٰ غش کھا کر گر پڑے۔ بدن میں جان نہ رہی۔ فرشتوں نے باواز بلند تسبیح و تہلیل کی۔ لیکن جس شہر پر موسیٰ کھڑے تھے خدا نے اس کو آڑ لگا کر موسیٰ کو بچا لیا۔ پھر آگ آسمان سے برسی۔ اصرار کرنے والے بنی اسرائیل مر گئے اور جل کر خاک سیاہ ہو گئے۔

ف۔ اس بیان سے یہ حاصل ہوا کہ اول تو اپر کے قاطع برہان کے مطابق دنیا کے باحال کے لئے سوال کیا تھا اور بنی اسرائیل کا مطلب بھی دنیا کی یا خال کے تعلق موسیٰ سے اصرار کیا تھا۔

دوسرے نور عرش نہیں تھا بلکہ آخر میں خاص ذات الہی کی نور تجلی تھی تو یہ بارگراں کو بے پائدار برداشت نہیں کر سکتی۔

تیسرا: طور تمام کا تمام پہاڑ، پتھر و درخت سب جل کر خاکستر ہو گیا۔ جہاں موسیٰ پڑے تھے وہ پتھر بن گیا۔ یہ عقل سے بعید ہے۔

چوتھا: خدا نے موسیٰ کو اس پتھر کی آڑ میں بچالیا تو یہاں سے معلوم ہوا کہ قدرت اس کی یعنی موسیٰ کی قسمت میں دیدار کا حصہ نہیں تھا سوائے کلام کے۔ کافی کلینی کی روایت کے مطابق ہوا ہے کیونکہ بے ہوش ہو گیا اور دنیا میں دیدار سے مشرف نہیں ہوا۔ اور تفسیر تنویر البیان کے بیان سے مخبر صادق آگیا کہ جنت میں صاحب قاب قوسین اودنی کے ساتھ دیدار سے مشرف دیدار قادر مطلق کی ضرور نصیب فرمائے گا جو مؤمن ہے۔

والصحيح انه صلعم انما رى اربه تعالى بفواده (فى المعراج) لا بعينه كذ فى شرح عقائد تحفه قاسمى صفحہ ۴۲۸ یعنی یہ ہے کہ تحقیق نبی صلعم کے سوا اس کو نہیں دیکھا اپنے رب کو (معراج میں) دل سے نہ اپنی آنکھ سے۔ قوله تعالى انهم عن ربهم يومئذ لمحجبون ثم انتهم لصالو الجحيم ترجمہ کو نہیں اپنے رب سے کہ اس دن جائینگے پھر مقرر وہ بیٹھنے والے ہیں دوزخ میں فى الجلالین۔ کلا حقا با محمد انهم اى المكذبین بيوم الدين عن ربهم عن النظر الى ربهم يوم القيامة لمحجبون لممنوعون ولا مؤمنون لا يحجبون عن النظر الى ربهم ثم انتهم لصالو الجحيم لدخلوا النار۔ حاصل یہ ہوا کہ قیامت کے دن کافر اور خدائے تعالیٰ کے درمیان ضرور پردہ ہوگا اور مؤمنین سے پردہ نہیں ہوگا اور منکر دیدار جو ہیں وہ قطعاً

دوزخی ہیں۔

تنویر البیان صفحہ ۱۰۳۸ میں ہے کہ بنا براس قول کے کہ جناب رسول خداؐ نے حق تعالیٰ کو دیکھا تھا تو مراد اس سے بصیرت ہے نہ رویت بصر۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کو دینا میں کوئی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ موند اس قول کا یہ ہے کہ جناب رسول خداؐ سے پوچھا کہ آپ نے خدائے تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ دیکھا میں نے خدا کو چشم دل سے اور اس کو نہیں دیکھا چشم ظاہر سے (معراج میں) اور جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ محمدؐ نے اپنے پروردگار کو دیکھا دیدہ باطن سے۔ حاصل شب معراج میں ظاہر آنکھ سے دیدار خدا نہیں ہوا۔ یہ بھی بوجہ تعلق دنیا کی ہو کر مگر حقیقی مہمان سرائے میں اپنے معشوق کی دیدار بغیر عاشق کے آرام نہیں۔ بہشت میں ضرور دیدار ہوگا۔ اور یہ جو معراج ہے اس دنیا میں ہوا۔ تمام پیغمبران کے ارفاق فضیلت کو اظہار فرمایا ہے۔ گو یہ بھی مہمان سرائے الہی ہے اور پورا مہمان تب ہوگا جب مالک مکان کا دیدار ہوگا۔ قال تعالیٰ 'الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقُوا لِلَّهِ' یعنی بولے جن کو خیال تھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے۔ فی الجلالین۔ قال الَّذِينَ يَظُنُّونَ يَعْلَمُونَ وَ يَتَّبِقُونَ أَنَّهُمْ مُلْقُوا لِلَّهِ أَيْ مَعَانُوا لِلَّهِ بَعْدَ الْمَوْتِ فِي جَلَالِينَ أَنَّهُمْ مُلْقُوا رَبَّهُمْ وَلَكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ یعنی وہ لوگ (مؤمن) تحقیق ملنا ہے اپنے رب سے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں تم کو ایک قوم جاہل (جو کوئی دیدار سے منکر ہے وہ جاہل ہیں) أَنَّهُمْ مُلْقُوا مَعَانُوا رَبَّهُمْ فِي خَاصِمُونَنِي عِنْدَهُ وَلَكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ أَيْ أَمْرًا لِلَّهِ۔ حاصل یہ ہے کہ جو کوئی دیدار خدا سے منکر ہے وہ حکم خدا سے دشمنی رکھتے ہیں۔

شرح تجرید توشیحی صفحہ ۲۴۰ میں ہے کہ ای غیر مانع النفوذ الشعاع فیہ

فہو لا یحجب البصر عن رويته. ایضاً صفحہ ۲۴۰ حاشیہ اذا اذتنی اعیناً بعد
 اخرى لا شک انه یحصل روية فیلزم تحصیل الحاصل. جلاء
 العیون. صفحہ ۲۳۔ آنحضرتؐ فرمود یا علی بدرستی کہ حق تعالیٰ مرا خیر گردانیدہ بر میان
 خزان ہائے دنیا و مخلد بودن در ان یا بہشت (لقاء رب) من اختیار لقاء پروردگار خود
 کردم۔ ایضاً جلاء العیون صفحہ ۲۵ میں ہے کہ رسولؐ مہاجر ان راجع کرد و فرمود کہ
 ایہا الناس خدائی عزت مرا بسوئے خود خواند درین زوی دعوت اور اجابت مے نمائم
 و مشتاق لقاء پروردگار خود گردیدم۔ اور یہ دونوں روایت میں لقاء کے ذکر ہے۔ اس
 کا بیان قبل ازیں کر چکا۔ قال رسول اللہ صلعم من احب لقاء اللہ احب
 لقاء اللہ لقاءہ و من کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ یعنی فرمایا رسول خداؐ نے کہ
 جو کوئی دوست رکھے خدا کے ملنے سے۔ دوست رکھتا ہے خدا اس کے ملنے سے۔ اور جو
 شخص خوش نہیں خدا کے ملنے سے تو خدا بھی اس کے ملنے سے خوش نہیں ہے۔ قولہ
 تعالیٰ ان الذی لا یرجو لقاءنا ورجو بالحیوة الدنیا یعنی تحقیق وہ لوگ
 امید نہیں رکھتے ہمارے ملنے کو اور راضی ہوا ان کو دنیا کی زندگی کے ساتھ۔ (دنیا جیفہ
 ہے طالب اس کا کتا ہے) اور فی الجلالین قولہ تعالیٰ لن ترانی۔ ای لن
 تقدر ان ترنی فی الدنیا یموسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ کو خدا نے بزرگی دی کہ فرشتے
 بغیر خود کلام کیا ان کو شوق آ گیا کہ دیدار بھی دیکھوں اس کی۔ برداشت نہ ہوا۔ اس
 سے معلوم ہو کہ خدا کو دیکھنا ہو سکتا ہے کیونکہ نمود ہوا تھا پہاڑ کی طرف۔ لیکن وجود کو
 برداشت نہ ہوا اور پہاڑ ٹوٹ گیا اور حضرت موسیٰؑ بے ہوش ہو گئے تو آخرت کے وجود
 کو برداشت ہوگا وہاں دیکھنا تحقیق ہے۔

موضع القرآن. عن ابی حریرة قال قال رسول اللہ صلعم

لا يزال البلاء بالمؤمن وللمؤمنه في جده وما له و ولده حتى يلقى الله تعالى في جامع الاخبار شيخ صدوق صفحہ ۷۶ اور امام حسن عسکری نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ بات تمام اشیاء سے جن کو لوگ جمع کرتے ہیں بہتر اور افضل۔ کیونکہ نہ ہو حالانکہ وہ جنت اور اس کی نعمتوں کی قیمت ہے اور اس سے خوشنودی خدا حاصل ہو سکتی ہے کہ جنت سے بہتر ہے (خدا کا دیدار) اور اپنے فقہ احوط صفحہ ۲۳ میں ہے کہ اذا حصل من المسكرات الباطنة كما الشوق الى لقاء الله تعالى یعنی ہر گاہ حاصل شود از مستیہائے باطنی مانند شوق بدیدار خدائے تعالیٰ۔ اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا ہے کیونکہ باطنی مسکرات ہے۔ اگر حقیقت میں دیدار خدا جائز نہیں ہوتا تو مسکرات مجازی ہو کر وضو ٹوٹ جاتا۔ اور صاحب مشرح علیہ رحمہ نے لقاء کے معنی خاص دیدار خدا لکھا ہے تو ہم مقلد کو جائز نہیں فقہ احوط کے ترجمہ سے عدول کریں۔ اور اگر کوئی شخص عدول ہو جائے تو وہ تقلید مذکور سے خارج ہے۔ حضرت امیر المؤمنین وصی رسولؑ نے نہج البلاغہ کے آخری حصہ میں فرمایا ہے کہ و یقین من الربی و انی الی لقاء الله و لحسن ثوابه المنتظر یعنی اور میں یقین رکھتا ہوں اپنے رب پر اور منتظر دیدار خدا اور امیدوار رحمت کا ہوں۔ اظہار الہدی صفحہ ۱۵۸۔

قوله تعالى قد خسر الذين كذبوا بقاء الله یعنی تحقیق ٹوٹا پایا ان لوگوں نے کہ جھٹلایا دیدار خدا کو اور دعوات صوفیہ میں تین جگہ لقاء حق موجود ہے۔ اور فقہ احوط باب صوم صفحہ ۲۵۱ میں ہے کہ صواب روزہ و مزداء کہ حدیث الصوم لی و انا اجزی بہ کے ماتحت لکھا ہے۔

بیت

ہرچہ ازان شرع بشارت دہ ست	از ہمہ حرفے انا اجزی بہ سب
دہ فرحت ہست یقین روزہ دار	فرحت افطار و لقاء ہوش دار
جلوہ بار گران بار کہ برداشتش	کر طاقت کوہ کمر مور یکے است
رویت حق بحق مشہور بود	خاصہ حضرت وجود بود
نظر در دہدہ ہا ناقص قتاد است	وگر نہ یار من از کس نہاں ست
انیس الواعظین شیعہ صفحہ ۶	

روزہ دار ی را کہ باخود کار نیست	جز بہ دیدار خدا افطار نیست
جو چاہا کرے اور جو چاہا کیا	غرض تو ہی قادر ہے ہر چیز کا
تو ان پاک لوگوں کا رستہ دکھا	کہ جس پر سدا فضل تیرا ہوا

اور جامع الاخبار شیعہ تصنیف الحروف شیخ صدوق صفحہ ۱۷۸ میں ہے کہ
 فاغتنم روباه و لقاء ہ اور جو کچھ کہ موجود ہے خدا کی ہستی لیکن ہے دیکھنا اور اگر
 قادر مطلق برخلاف عادت سابقہ کے جن کو دکھائی دے تو یہ بھی جائز ہے کہ قوۃ
 بصیر و بصر میں رکھ دے اور جیسے کہ اس کو آج دنیا میں بصیرت سے پاتے ہیں
 قیامت کو بصر سے بھی دیکھیں تو عجب کیس ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے جس پر اتفاق ہے
 کہ جنت میں مومنوں کو دیدار الہی ہونا بالکل حق اور درست ہے۔ اس پر ایمان رکھنا
 رکن ایمان ہے۔ واللہ اعلم و رسولہ۔

باب تصویر

(بیان فوٹو وغیرہ کے)

قال عام مجلس میں لوگوں کے سامنے علی الاعلان فتویٰ دیا کہ تصویر کھینچنا یعنی فوٹو بنانا وغیرہ بلا کراہت جائز ہے۔ اور دلیل میں کہا کہ کربلا میں تمام مجتہدوں نے کیوں منع نہیں کیا۔ اقول۔ خوب ہے کہ آں صاحب کو تفسیر اور حدیث کے بخوبی حامل اور یاد ہے اور صرف خود انی کی لیاقت قلعی کھول گیا ورنہ دیکھو جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے لا تدخل الملائكة بیتاً فیہ کلب لا تصویر متفق علیہ یعنی فرمایا رسول اللہؐ نے اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں جس میں تصویر ہو۔ نقل کی بخاری و مسلم نے۔ عن عبد اللہ ابن مسعود قالو سمعت رسول اللہ بقول اشد الناس عذاباً عند اللہ المصوِّرون متفق علیہ یعنی روایت ہے عبد اللہ ابن مسعود سے کہا کہ سنائیں نے رسول خداؐ سے کہ فرماتے تھے کہ از روی عذاب بہ نزدیک خدا کے مصور ہیں۔ نقل کی یہ بخاری و مسلم نے عن ابن عباس قال سمعت رسول اللہ يقول کل مصوِّر فی النار سهیل له بكل صورة صورها نفسا فیعذب به فی جهنم قال ابن عباس فان كنت لا بد فاعلا فاصنع الشجر مالا وراح فیہ متفق علیہ یعنی روایت ہے ابن عباس سے کہا اس نے کہ سنائیں نے رسول خداؐ سے کہ فرماتے تھے ہر صورت کھینچنے والا دوزخ کی آگ کے بیچ میں پیدا کیا جاوے گا اور اس نے ہر صورت جو بنایا ہے اس کیلئے ایک شخص مصوِّر کو دوزخ میں عذاب کرے گا۔ کہا ابن عباس نے پس اگر تو ضرور صورت بنانے والا ہے تو بناو درختوں کی یا ان چیزوں کی جن میں روح نہیں

ہے۔ نقل کی یہ بخاری و مسلم نے۔

عن ابن عباس قال سمعت رسول الله من تحلم بهلم لم يره
كُفْرَانِ يَعْقِدُ بَيْنَ وَلَن يَفْعَلُ و من السَّمْعِ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهَمَّ لَهُ
كَارَهُونَ أَزْ يَفْرُونَ مِنْهُ صَبَّ فِي أَذْنَيْهِ إِلَّا أَنْكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ و من صَوَّرَ
صَوْرَةَ عَذَابٍ و كُتِفَ أَنْسَدَ يَنْفَخُ فِيهَا و لَيْسَ بِنَافْتِحِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي
الْمَشْكُوتِ یعنی ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ سنائیں نے رسول خدا سے کہ
فرماتے تھے جو شخص کی دعویٰ کرے اس خواب کا کہ نہیں دیکھا یعنی جھوٹ بنا ليوے تو
اسکو دو جو کے درمیان گرہ لگا کر تکلیف دیا جائے گا اور یہ ہرگز نہیں کر سکے گا۔ اور جو
شخص ایک قوم کی بات کی طرف کان لگا دے حالانکہ وہ قوم اس شخص کو سننے کو
ناراض رہتے ہوں یا بھونکتے ہوں تو روز قیامت اس کے کان میں شیشہ لگا دیا جائے
گا جس نے کان چوری کئے ہوں۔

اور جو کوئی شخص کوئی تصویر بنا دے اس کو عذاب کیا جائے گا اور تکلیف دیا
جاوے گا یہ کہ پھونگے اس میں روح اور نہیں پھونک سکے گا۔ وہ نقل کی بخاری نے۔
حاصل کہ جو ٹھے خواب بتانے والے کو حکم کرے گا کہ دو دانہ جو کی گرہ باندھو۔ دوسرا یہ
کہ شیشہ گرم کر کے کان میں ڈالا جائے گا جس نے کان چوری کئے۔ تیسرا یہ کہ تصویر
کھینچے یا ہاتھ سے بنا دے یا بنانے کا حکم دیوے تو خداوند عادل حکم فرمائے گا ان کو کہ اس
تصویر میں روح ڈالو تو روح ہرگز نہ ڈال سکے گا۔ تو خدائے تعالیٰ اس کو دوزخ میں
عذاب فرمائے گا۔

عن سعيد بن ابی الحسن قال كنت عند ابن عباس اذا جاء لا
رجل فقال يا ابن عباس اني رجل انما معيشتي من صنعة يدى و انى

اصنع هذه التصاویر فقال ابن عباس لا احدثک الا ما سمعتُ من رسول اللہؐ سمعته يقول من صور صورة فان اللہ معذبه حتی ینفخ فیہ الروح و لیس ینافخ الخ رواہ البخاری

یعنی روایت ہے سعید ابن الحسن تابعی سے کہ کہا میں ابن عباس کے پاس ناگہان آیا۔ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ اے ابن عباس میں بتاتا ہوں کہ میں ایک شخص ہوں اور میری زندگی میں میرا پیشہ تصویر بنانے کا ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ میں اس بارے میں حدیث نہیں کرتا مگر وہ چیز جو میں نے سنی رسول خداؐ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص کوئی صورت بنادے پس بے شک اللہ عذاب کرنے والا ہے اس کو۔ یہاں تک کہ اس میں روح پھونکے اور وہ ہرگز پھونک نہ سکے گا۔ روایت کی بخاری میں۔ اور ابن عباس کی ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول خداؐ نے کہ تحقیق قیامت کے دن ان لوگوں کو سخت ترین عذاب ہے مصور کو جو تصویر کھینچنے والا ہے۔ یہ روایت ہے مشکوٰۃ میں۔ حاصل کہ تصویر بنانا اور کھینچنا اور حکم کرنا اس میں اور لکڑی یا پتھر یا مٹی کا بنادے یا اجرت دیوے یا لیوے یا دلوائے سب حرام ہے اور اس کے عامل کے لئے قیامت کے دن سخت عذاب ہے۔ اور یہ حکم ذی روح یعنی جاندار کے لئے ہیں۔ اور مثل درخت و پھول و عمارت یا قلعہ وغیرہ جو جاندار نہ ہوں ان کی تصویر بنانا جائز ہے مگر یہ بھی دل فراحت نہیں کیونکہ یہ بھی مانع سے خالی نہیں۔ سبائی صفحہ ۲۵ میں ہے کہ ولم یکن اتخاذ الصور حراماً فی شریعتہ یعنی حضرت سلیمانؑ کی شریعت میں تصویر کی حالت میں حرام نہیں تھا۔ قولہ تعالیٰ 'یعملون لہ ما یشاء من محاریب و تماثیل و جفان کا الجواب و قدور راسیت ترجمہ بنائے اس کے واسطے جو چاہتا ہے قلعہ اور تصویریں اور گل اور دیکیں چولھوں پر

جی۔ جلالین میں ہے کہ يعملون له ما يشاء من محاريب ای المساجد و تماثيل صورة الملائكة و النبيين العباد لكي ينظر اليهم الناس فيعبد و اربهم على مثالهم و جفان کا لجواب قصاء كالجواب كحياض الاجل لا يتحرك و قدور راسيت ثابتات عظام لا ترفع يا كل منها انور جل۔

تنویر البیان صف ۸۵۳ میں ہے۔ کہ و تماثيل اور بناتے تھے مثالیں اور صورتیں ملائکہ اور انبیاء کی تا پابند نظر عبادت میں اور اعمال صالح میں تاکہ ان کی طاعت میں مشغول ہوں۔ اس زمانے میں صورتوں اور مثالوں کا بنانا مباح تھا۔ اور شریعت مسیح میں تصویر اور شکلیں بنانا جائز تھا اور اسی واسطے جانور اور پرندوں کی صورتیں بناتے تھے اور حق تعالیٰ ان کو زندہ فرماتے تھے۔ اور حضرت امام جعفرؑ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ قسم خدا کی شکلوں سے مراد مرد اور عورت کی صورت نہیں ہے بلکہ صورت درختوں کی تھی اور سوائے اس کے غیر ذی روح سے ہے۔ اس حدیث کے مطابق ذی روح کی تصویر بنانا اور کھینچنا حرام ہو گیا کیونکہ آنحضرتؐ نے قسم جو کھایا اور اس قول سے منسوخ بھی معلوم ہوتا ہے۔

شرح اصول کافی جز چہارم صفحہ ۷۰۱ میں ہے کہ قال رسول الله صلعم ان الفحش لو كان مثال سوء یعنی تحقیق فحش اگر چہ ہے تو تصویر ہے اور البتہ تصویر بُری ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا برے کاموں میں بری تصویر بنانا اور کھینچنا اور گھر میں ذی روح کی تصویر نمودار کر کے رکھنا سب سے بُری ہے۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ و صور کم فاحسن صور کم یعنی اور صورتیں بنائیں تمہاری پس اچھا کیا تمہاری صورتوں کو۔ پس تصویر کیا اور لکھا تمہاری صورتوں کو اور اچھی صورتوں کے ساتھ

تمہیں پیدا کیا قامت زیبا یعنی تمہارے ظاہر کو آراستہ کیا کمال قدرت کے ساتھ اور باطن کو آراستہ کیا قربت کے ساتھ (تنویر البیان صفحہ ۱۱۰۴) اور یہ کام خاص قادر مطلق کے ہیں تو شرک میں داخل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ شرک کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ بلکہ تمام گناہوں کو معاف فرما کر جنت میں داخل کرے مگر شرک کیلئے ہرگز نجات نہیں۔ نبص صحیح ان الله يغفر الذنوب الا شرک یعنی تحقیق اللہ بخش دیتا ہے گناہوں کو مگر شرک کو نہیں۔ تو یہ مصوّر کی حالت خدا کے کام میں جرأت کر کے شرک کرنے میں ہوتا ہے۔ تو اس کو ہرگز نجات کا راستہ نہیں چونکہ کوئی شخص ذی روح کی تصویر بنائے یا نقش کھینچے تو معلوم ہوا وہ شرک میں داخل ہے۔

قوله تعالى 'ولقد خلقنکم ثم صورناکم یعنی اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر صورت دی۔ فی الجالین ولقد خلقنکم من آدم و آدم من تراب ثم صورنکم فی الارحامکم و صورنا آدم بین مکة و طائف۔ تنویر البیان صفحہ ۲۹۷ میں ہے کہ ولقد خلقنکم اور لاریب کہ پیدا کیا ہم نے تم کو ثم صورنکم پھر صورت بنائی ہم نے تمہاری۔ خلاصہ یہ ہے کہ پروردگار عالم نے پہلے اپنے احسان سے آگاہ کیا کہ دیکھو ہم نے تمہارے باپ آدم کو مٹی سے بنایا پھر ہاتھ پاؤں، آنکھ کان وغیرہ بہت ہی اچھی صورت بنائی۔ پھر ہم نے اپنی خاص اور معزز روح اس میں داخل کی۔ ان تفسیروں سے حاصل ہوا کہ صورت فوٹو بنانا اور کھینچنا وغیرہ یہ سب خدا کے کام میں داخل ہیں۔ ا پر بیان ہو چکا ہے فتاوائی خاصینان میں لکھا ہے کہ مکروہ ہے یہ کہ نماز پڑھی اس حال میں کہ مصلیٰ کے آگے یا اس کے ا پر یادائیں یا بائیں یا اس کے کپڑوں پر تصویریں ہوں اور بچھونے پر۔ دو روایتیں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے بچھونے پر جبکہ سجدہ نہ کرتے ہوں۔ ان تصویروں اور اس صورت

میں جو بڑی ہوں اور دیکھنے والوں کو بغیر تکلیف کے ظاہر اور نظر آتی ہو۔ پس اگر تصویر چھوٹی ہوں سے مراد ان کا مٹی ہوئی ہو کوئی مضائقہ نہیں۔ نقل کی یہ مظاہر حق جلد سیوم صفحہ ۵۳۸۔

زین المتقین صفحہ نمبر ۲۳۱ میں ہے کہ وہ مکان جہاں تصویر ہو منہ کے سامنے خواہ دیوار پر کھینچی ہو خواہ گاؤں تکہ میں ہو پس اگر داہنے یا بائیں یا پشت کے پیچھے ہو تو حکم کراہت کا راجح ہے۔ ایضاً زین المتقین صفحہ نمبر ۲۲۹ میں ہے کہ تصویر ذی روح مجسم کا ہونا باعث بطلان نماز کا ہونا جانتے ہیں۔ اور یہ تصویر ذی روح غیر سایہ دار ہونا مثل نقوش وغیرہ کے ہو کراہت سے خالی نہیں اور اس کتاب زین المتقین میں تمام مسائل کو ان مولویوں کی تصدیق شدہ ہے اور یہ کتاب بھی اہل شیعہ کی ہے اور ان کی مہرین ثبت ہیں۔ مولنا زین العابدین مازندرانی۔ مولنا معروف بہ سید ابوصاحب لکھنوی، سید علی حائری لاہوری، کل گیارہ مولویوں کی تصحیح شدہ ہے کہ کسی اہل شیعہ کو طاقت نہیں ضعف غلط کہہ سکے اور جب گھر میں رکھنا اور نماز کا کراہت ہونا ثابت ہے تو اس فعل میں مشغول ہونا اشد کراہت ہے۔ اگر پیش نمازی اپنی فوٹو کھینچوائے بغیر توبہ کے پیش نماز درست نہیں ہے کیونکہ دیکھو جامع عباسی جلد دوم صفحہ ۵۲ میں ہے کہ بے سایہ دار میں یعنی تصویر کھینچنے میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حرام ہے۔

مظاہر حق صفحہ ۵۳۵ میں ہے کہ ان النبی لم یکن بتروک فی بیتہ شیئاً فیہ تصالیب الا نقضہ رواہ البخاری یعنی تحقیق نبی صلم کسی چیز کو جس میں تصویر ہو کو اپنے گھر میں نہیں چھوڑتے تھے اور توڑ ڈالتے تھے۔ یہاں تصالیف سے مراد تصویریں ہیں۔ بنانا صورت جاندار کا مطلق حرام ہے۔ خواہ کچھونے پر ہو یا کسی اور چیز پر بنانا اور فوٹو کھینچنا جاندار کا اشد حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور سوائے درخت اور

پہاڑ کی صورت اور غیر ذی روح کی حرام نہیں اور جو تصویر سر کٹے ہوئے یا پردہ میں ہو یا پوشیدہ جس گھر میں ہیں وہاں نماز مکروہ نہیں۔ اور میر صاحب کے یہاں تین قسم کے فتویٰ ہوتے ہیں:-

اول: دیکھو پہلی مرتبہ عام مجمع میں تصویر ذی روح یا غیر ذی روح بلا کراہت جائز کر دیا ہے۔

دوم: اپنے اشتہار اظہار الحق صفحہ ۱ سطر ۲۴ میں اپنے ہاتھ سے لکھا ہے کہ جواب عکس دیا ہے (یعنی تصویر ہر حال میں جائز نہیں۔ اصل میں حرام ہے۔)

سیوم: اس حرام مسئلہ کو حلال کر کے آں صاحب خود کی تصویر معہ چند صاحبان کے بھی فوٹو بنا کر عینک لگا کر گھروں میں لٹکا رکھا ہے تو آپ کو دوسروں کے دین بگاڑنا کیا فکر ہے۔ اس وجہ سے آپ کے مذہب اور ایمان اور تقلید کا کوئی اعتبار نہیں۔

دیکھو مسئلہ منج الرشاد صفحہ ۱۲۰ میں ہے کہ ہر دو جائے کہ صورت و تمثال دراں باشد ہر چند مقابل نباشد۔ نماز مکروہ است۔ ایضاً صفحہ ۲۱۱ میں ہے کہ حرام است صورت کشیدن در مسجد۔ ایضاً صفحہ ۲۱۴ میں ہے کہ پس حرام است و نقش صورت حیوانات نیز محل اشکال است۔ غایہ القصویٰ صفحہ ۳۶۹ میں ہے کہ در جائے کہ تمثال باشد اگر چہ مقابل او نباشد نماز مکروہ است۔ ایضاً ۳۵۶ میں ہے کہ در لباس کہ دراں صورت حیوان باشد نماز مکروہ است۔

ایضاً صفحہ ۳۵۵ میں ہے کہ پوشیدن انگشتری کہ صورت براں نقش کردہ باشد مکروہ است۔ تحفہ المؤمنین شیعہ مطبع دہلی صفحہ ۴۳ میں ہے کہ اس مکان میں مصلیٰ کہ نماز مکروہ ہے کہ شراب اور تشبہ کی چیز ہو۔

در حاشیہ فقہ احوط سراج الاسلام صفحہ ۴۰ میں ہے کہ در کتاب شارع النجاة آورده کہ وضو افاء مغضض و مذهب یعنی مطا مکروه است۔ وہم چنین از افاء مصورة بصورت مائیل و مکروه درین مقام بمعنی اصلاحی است۔ قوله تعالیٰ هو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء ط یعنی کہ وہی تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہے۔ فی الجلالین ای قصیر او طویلا حسنا او قبیحا ذکراً و انثیٰ شقیاً او سعیداً لا الہ لا مصور ولا خالق الا هو العزیز بالنقمہ لمن لا یومن بہ الحکم بتصویر ما فی الارحام۔ تفسیر تنویر البیان صفحہ ۱۰۸ میں ہے کہ المصور بخشنے والا ہے صورتوں کا اور لکھنے والا اشکال مختلفہ کے ساتھ حیوانات اور ذی روح وغیرہ سے اسی صورت اور ہیئت کے کہ ایک دوسرے کے خلاف ہو۔ ان تفسیروں کے مطابق تصویر کھینچنا اور بنانا اور لکھنا خدا کی قدرت ہے۔ اگر ہم میں سے کوئی اس فعل کو کرے تو شرک میں داخل ہے۔ اس فعل حرام سے بچنا لازم ہے تا کہ شرک اور حرام میں نہ پہنچے۔

باب التقلید (تقلید کے بیان میں)

قال فقہ احوط کے مسئلہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور مشرح پر فقہ کو نا اعتبار کر کے پڑھنے والا طالب علم جو آپ کے پاس ہو تو ان کو شرح نہیں پڑھاتا ہے۔ بلکہ فقہ پر یہ الزام کرتے ہیں کہ اس میں کسی شیعہ کے دستخط ہیں کر کے بیانہ نکالتے ہیں اور دعوات صوفیہ کو بھی غلط بنا کر لوگوں کو پڑھنے سے نفرت کرا کر پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں۔

اقول۔ جو فقہ سے اعتراض کرے وہ اس مذہب کا نہیں بلکہ تقلید سے خارج ہے۔ اور مشرح پر نا اعتبار کرنا گواہی مجتہد کے حکم سے برگشتہ ہو گیا ہے۔ اور جب تقلید سے خارج ہے تو وہ دوسروں کی کتاب فقہ اور شرح کو پڑھانے میں کیوں کر خوش ہو سکے اور فقہ احوط یہی شرح دارین کسی غیر مذہب کے دستخط بالکل نہیں ہیں اور دعوات صوفیہ میں کوئی غلط نہیں۔ ہاں اگر لفظوں اور اعراب میں کم و زیادہ ہو تو کاتب کی غلطی ہے۔ البتہ خود مختصر ہے ورنہ دعوات صوفیہ بالکل مستجاب کتاب ہے اور تعقیبات اور وظائف بزرگان دین کا مجموعہ موثر تر ہے اور اجابت ہمارے علماء کے مقبول گذشتہ ہیں۔ اگر کوئی عالم ان کتابوں کے مسئلہ کو نا منظور کر کے عامل نہ ہو جائے وہ نور بخشیہ نہیں ہے۔ منسوخ شدہ احقاق الحق میں دو تین جگہ ہمارے مجتہد کہہ کر لکھ کر پھر مسئلہ پر منکر ہو کر اعتراض کرے وہ ہمارے لئے کہنا زہر ہے۔ ایسے لوگوں کے حق میں ہمارے جناب شاہ سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ نے اپنی فقہ احوط میں فرمایا ہے۔ فمن ذلك يعرف الفهم ان قولهم لطيب خاطر المتكاملين من كلمات الغافلين یعنی پس اس سے پہچانا جاتا ہے سمجھ دار و دانہ کو تحقیق ان کا کہنا خاطر تسلی کے

واسطے متکاملین کے ہیں (یعنی دین میں تھا جو بے علم ہے وہ کامل ہے۔ علم نہ ہونے کی وجہ سے اپنے مذہب میں سستی اور مسائل سے بے خبر رہتے ہیں ان کی ظاہری خوشنمائی ہے)۔ غافل وہ لوگ ہیں جو عالم کسی مذہب کا ہو طلب دنیا کے واسطے حکم خدا اور رسولؐ سے بے خبر اور اپنی تقلید یعنی روش کو چھپا کر نام کسی کا کام کسی کا کرتے ہیں۔ ان کے حق میں یہ حکم جواب شافی ہے۔ وقیل المراد بالولی الامر علما الشرع فکانہ امر الجاهلین باطاعة العلماء والعلماء با طاعة المجتہدین بقوله تعالى و لو ردوه الى الرسول و الى اولی الامر منهم لعلہم الذین یستنبطونہ منهم و قد یضعف ہذا التوحید بقوله تعالى فان تنازعتم فی شئ لان معناه ان تنازعتم و اولی الامر و لیس للمقلدان ینازع المجتہد فی حکمہ عند الفقہاء اصول شریعة تفسیر احمدیہ صفحہ ۲۹۱ فی تحفۃ القاسمی صفحہ ۵۰۲ اور جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الذی یصدون عن سبیل اللہ و ینغونہا عوجا ط۔ یعنی جو روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستہ سے اور ڈھونڈتے ہیں اس میں کجی۔ اور فی الجلالین ای یصرفون عن دین اللہ و طاعته یطلبونہا زیغا اور وہ لوگ کہ فرط عناد سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں راہ خدا سے یعنی دین اسلام سے کہ راہ پہنچتی ہے ساتھ رحمت بے غایت کی (گویا مذہب حق سے) و ینغونہا عوجا اور وصف کرتے ہیں راہ خدا ہو کجی کے ساتھ اور منحرف حق و صواب سے اور طلب اس کے ہوتے ہیں کہ ان کو اس راہ سے پھریں (یعنی اپنے مذہب حق سے) قوله تعالى فاما الذین فی قلوبہم زیغ فینغون ما تشاء بہ منہ ابتغاء الفتنة و ابتغاء تاویلہ یعنی جن کے دل پھرے ہوتے ہیں وہ کجی میں ہیں ان کی ڈھب والیوں سے تلاش کرتے ہیں اور فتنہ و فساد اور گمراہی تلاش کرتے ہیں۔ پس وہ

لوگ جو تقلید اور تعصب نفسانی کے سبب ان کے دل خدا کے کلام میں ٹیڑھے ہیں۔ پس پیروی کرتے ہیں اپنی مطلب خیال کر کے حجتیں نکالتے ہیں اور اپنی ہٹ دھرمی کے لیے استدلال کرتے ہیں اور یہ کارروائی بسبب فتنہ اور کجی اور اپنی جسمانی خواہش کے اتفاق ہو جائے۔

قوله تعالى 'وہ من يتبع غير الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الآخرة من الخاسرین یعنی اور جو شخص چاہے دین اسلام کے سوا کسی دین کو (اپنا مذہب حق اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور طریقہ روش اوسط کے سوا تلاش کرے) پس اس سے کبھی قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت کا نقصان پانے والوں میں سے ہے۔ اور جو عالم اپنے مجتہد کی کتابوں کو عیب لگا دے وہ اس مجتہد کی تقلید سے خارج ہے اور مقلد کے لئے یہ حکم ہے کہ اپنے مجتہد کا جو فتویٰ ہیں ان کو بلا دلیل تسلیم کرے تاکہ مقلد بن جائے ورنہ اس مجتہد کی تقلید سے باہر ہے۔ اور مقلد کے لئے حکم ہے کہ کہیں کسی مسئلہ میں اختلاف واقع ہوئے تو اگر عالم ہے اپنے مجتہد کی کتاب پر عمل کرے۔ اگر بے علم ہے اپنے مجتہد کے ہم تقلید علماء سے استفسار کرے قوله تعالى 'فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی دریافت کرو تم اہل ذکر سے (مجتہدے با علماء دین مطلب دونوں ہے) اور اگر تم نہ جاننے والے ہو اور اپنے مجتہد کے حکم کو چھوڑ کر یا اپنے علماء کو بلا پوچھے ہر فرقہ میں کوئی مسائل استفتاء کرے بغیر ضرورت (اپنے علماء دست راست خط و کتابت بھی نہ ہو) کے جائز نہیں کیونکہ دیکھو فتح القدیر میں اسی طرح فرماتے ہیں۔ انّ المنتقل من مذهب الی مذهب باجتهاد و برہان اثم یستوجب العزیز قبل اجتهاد و برہان اولیٰ یعنی ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں جانے والا ساتھ اجتهاد اور دلیل کے پہلے گنہگار اور قابل سزا

ہے۔ اہل ذکر سے افراد کامل مراد ہے اور ہمارے مقلدین کے نزدیک حضرت شاہ سید محمد نور بخشؒ مجتہد عالم ولی کامل ہے۔ اب دیکھو یہاں رئیس غیر مقلدین کا ایک قول نقل کیا جاتا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب پٹانوی اپنی اشاعت سنتہ میں اور انصاف کرتے ہیں کہ لکھتے ہیں۔ نمبر ۱۰ جلد ۱۱ کے صفحہ ۱۳۱ میں کہ غیر مجتہد مطلق لکھے قول مجتہدین سے فرار و انکار کی گنجائش نہیں اور نمبر ۲ جلد نمبر ۲ کے صفحہ ۵۳ میں لکھتے ہیں کہ پچیس سال کے تجربے سے ہم کو ہدایت معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق کی تقلید چھوڑ دیتے ہیں وہ آخر میں اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب جو کسی دین کے پابند نہیں رہتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے مذہب سے بے پرواہی اور اس کی پابندی کی تعریف نحیف نے صراط الحق کے صفحہ ۴ میں صیقل کے ساتھ لکھا ہے۔ آپ صاحب خود فرمائے کہ کون سے فرقہ میں سے ہوئے۔ آپ کے اس قول کے موافق آپ اسلام کو سلام کر بیٹھے اور صاحب شرح جمع الجوامع فرماتے ہیں۔ بحب علی العاصی و غیرہ من لم يبلغ مرتبة الاجتهاد الزام مذہب معین من مذہب المجتہدین یعنی اس عاصی پر اور اس کے غیر پر جس کو مرتبہ اجتہاد حاصل نہیں ہے۔ مذاہب مجتہدین میں سے مذہب کا التزام واجب ہے۔ اور امام شعرانی میزان کبرائی میں لکھتے ہیں و کان علی الخواص اذا مسئله الا نسان عن التقليد بمذہب مبين الان هو واجب لم لا يقول له يجب عليك التقليد مادامت لم تصل الى شهود عين شريعة الاولى یعنی اگر کوئی شخص علی الخواص پوچھتا کہ آیا اس زمانے میں تقلید شخصی واجب ہے یا نہیں؟ تو وہ جواب میں کہے جب تک درجہ اجتہاد کو نہ پہنچو گے تم پر تقلید شخصی واجب ہے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے میزان خضریٰ میں تحریر کیا

ہے ام من لم یصل الی شہود عین الشریعة الاولى فوجب علیہ التقلید بملذہب واحد کما مرّ تقریر ہ خوفاً من الوقوع فی الضلال و علیہ عمل الناس الیوم انتہی یعنی جو شخص نہ پہنچا طرف حقیقت شریعہ پہلے کے کہہ دو اس کو ایک مذہب کی تقلید واجب ہے جیسے کہ گذری تقریر اس کے واسطے گمراہی میں گرنے کے خوف سے اور آج کے لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔

تنبیہ الرّافق کے صفحہ ۵ میں ہے مولینا بحر العلوم اس طرح فرماتے ہیں کہ و کذا للعاصی الانتقال فی الحکم من مذہب الی مذہب فی زماننا لا یجوز بظہور الخیانة۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں عاصی کے واسطے ایک مجتہد کی تقلید ضروری ہے۔ اور جلالتین مطیع کا پیوری کے صفحہ ۸ میں ہے کہ مولینا بحر العلوم نے شرح تیسرا بن ہام میں تحریر کیا ہے کہ غیر مجتہد پر واجب ہے تقلید۔ مولینا شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب حجۃ البالغہ میں لکھا ہے کہ و هذا التقلید غیر ما تفتی علیہ الامۃ المرحومة فانہم التفقوا علی جواز التقلید للمجتہدین مع العلم بالمجتہد یخطی و یشیب کہ جس پر امت محمدیہ نے اتفاق کیا ہے۔ پس تحقیق انہوں نے اتفاق کیا ہے اور جواز تقلید مجتہدین کے باوجود علم اس بات کی کہ مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور صواب پر بھی پہنچتا ہے۔ غیر المجتہد المطلق ولو کان عالمایلمہ التقلید المجتہد ما انتہی یعنی غیر مجتہد مطلق اگرچہ عالم ہو کسی مجتہد کی تقلید ضروری ہے۔ شرح مسلم النبوت مطع نو لکھو صفحہ ۶۲۶ و نصر المقلدین صفحہ ۴۲۔

ایضاً شرح مسلم صفحہ ۶۲۴ میں ہے کہ التقلید العمل بقول الغیر حجة الخ یعنی تقلید کہتے ہیں عمل کرنا غیر کے قول پر۔ (غیر سے مطلب مجتہد ہے)

غیر دلیل کے (بغیر تلاش دلیل پر) اور من غیر حجة متعلق عمل سے ہے۔ (عمل اسی قول پر کہ بے دلیل کے ہو) سید سمہودی نے عقد القرب میں التقليد قبول قول الغير بان يعتقد من غير معرفة دليله فاما مع معرفة دليله فلا يكون الا المجتهدين الخ یعنی تقلید قبول کر لینا غیر کے قول کو بایں طور کہ اس کے سچا ہونے کا اعتقاد کرنا بغیر دلیل کے پہچاننے کی لیکن دلیل کے ساتھ اس مسئلے کا پہچانا مجتہد کے سوا۔ اور اس عبارت کے آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ ويجب التقليد على من لم يبلغ رتبة الاجتهاد المطلق یعنی اور واجب ہوتا ہے اس شخص پر کہ مطلق نہ پہنچے اجتہاد پر۔ قال شارع المنار تقليد الصحابي واجب يُتر به القياس ای قیاس التابعین من بعد انتہی و قال صاحب تلويح تقليد صحابي يجب اجماعا فيها شاء فتكون مسلمين حضرت عبداللہ ابن عمرو ابو ہریرہ کی روایت میں آچکا ہے کہ اگر کوئی شخص حکم شریعت پر اجتہاد کرے تو اس کا اجتہاد اس کی صحت پر ہو تو اس کا اجر دوہرا ہے اور اگر کوئی اجتہاد کرے اور اس کا خطا پر ہو تو اس کا اجر ایکرا ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

بعض مسائل فرقیہ وغیرہ صوفیہ امامیہ نور بخشیہ کے دلائل میں حکم غیر منصوص یا منصوص متحمل وجوہ مختلفہ میں مجتہد کے اجتہاد اور غیر مجتہد کے لئے تقلید جائز ہو کر واجب ہے اور تقلید کے معنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ عن طارق ان رجلا اجنب فلم يصل فاني النبي نذكر له ذلك فقال اصبت فاجنب اخو فتتم و صلى فاتاه فقال نحو ما قال للاخر اخرجه انساني تيسر كلركة صفحہ ۳۹۳ بالسابع۔ فائدہ اس حدیث سے اجتہاد و قیاس کا جواز صاف ظاہر ہے اور آپ نے صحابہ کے قیاس کو جائز رکھا اپنی حیات میں ہیں جواز قیاس میں کچھ شبہ و

شک نہ رہا۔ عن ابی سعید ان رجلین تیمّما وصلّیائهم وجدّاء فی الوقت فتوّ ضاء احدھما دعاء بصلوتہ ما کان فی الوقت و لم یعدّ الاخر فستلا النبی فقال للذی لم یعیدا صبت السنّہ و اجزاء تک و قال للاخر امانت فلک مثل بینھم جمع نسائی مجتبائی صفحہ ۷۵۔

فائدہ ظاہر ہے کہ ان دونوں صحابیوں نے اس واقعہ میں قیاس پر عمل کیا اور رسول خداؐ نے کسی پر ملامت نہیں فرمایا۔ البتہ قیاس سنت کو موافق صحیح نکلا اور دوسرے کا غیر صحیح۔ سو یہ بھی مذہب محققین کا ہے کہ الجتہد بخطی و یصیب۔ یہ نہیں فرمایا کہ تو نے قیاس پر کیوں عمل کیا پس جواز قیاس کا واضح ہو گیا۔ عن عمرو بن العاص قال احلمت فی لیلة باردة فی غزوة ذات سلاسل فاشفقت ان اغتسلت ان اھلک فتمیت ثم صلیت باصحابی الصبح فذکروا ذلک للنبی فقال یا عمرو صلیت باصحابک و انت جنب فاخبرته بالذی منعنی من الاغتسال فقلت انی سمعت اللہ عزوجلّ یقول و لا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما فضحک رسول اللہؐ ولم یقل شیئا اخرجه ابو داؤود و تیسر کلکة با سابع صفحہ ۲۹۳۔ فائدہ۔ یہ حدیث بھی صراحۃً جواز اجتہاد و قیاس پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ حضور پر نورؐ کے دریافت فرمانے پر عمرو بن العاص نے اپنی وجہ استدلال کی تقریر بھی کر دی اور آپؐ نے اس کو جائز رکھا۔

عن معاذ بن جبل ان رسول اللہؐ بعثہ الیمن قال کیف تفضی اذا عرض لک قضاء قال رتضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنة رسول اللہؐ قال فاجتهد برائی ولا آلو قال فضرب علی صدره و قال الحمد لله الذی و فی رسول اللہؐ لما یرضی به رسول

اللہ . اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ جب مجتہد کو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ سے کسی امر کا پتہ نہ لگے تو اپنی رائے صائب اس کی تلاش میں جدوجہد کرے۔ اس مجتہدانہ غور و فکر کو استنباط کہتے ہیں۔ اور یہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں شروع ہو کر مجتہدین تک برابر جاری رہا تھا۔ اگر قیاس جائز نہ ہوتا تو آج کل مکہ، چرس، چاندو، تاڑی اور ایون وغیرہ کے نسبت حکم حرمت و کراہت کچھ بھی نہ لگا سکتے کیونکہ فصوص ظاہرہ میں ان کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ ان میں علمائے دین کیا حکم و فتویٰ دیں گے جب تک کہ تقلید کے معنی میں بلا دلیل تسلیم نہ کرے تو نجات ہونا محال ہے۔ عن الاسود بن یزید قال اتانا معاذ باليمن معلم و امیراً فسئلناہ عن رجلا توفی و ترک ابنہ و اختا فقضى فلابنہ بالنصف والصلاخت النصف و رسول اللہ صی اخرج ہ البخاری ہذا ابوداؤود و تیسر کلکۃ کتاب الفرائض فصل ثانی صفحہ ۳۷۹۔ اس حدیث سے یہ صریح ہوا کہ آنحضرت کے زمانے میں تقلید جاری تھی کیونکہ کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا یہ کہ دلیل کے موافق بتلا دے گا۔ اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا سو قصہ مذکور میں گو یہ جواب قیاسی نہیں اور وجہ سے ہم نے اس سے جواز قیاس پر استدلال نہیں کیا لیکن مسائل تو دریافت نہیں کئے اور محض ان کی تدین کے اعتماد پر قبول کر لیا اور یہی تقلید ہے۔ اور معاذ خود رسول خداؐ کی حیات میں تھا۔ آنحضرت سے نہ انکار نہ کسی سے خلاف ثابت ہے اور رد منقول پس اس سے جواز تقلید کا آنحضرت سے کی حیات میں اس کا بلا انکار و نکیر شائع ہونا ثابت ہو گیا۔ سب احادیث بالاشتراك جواز قیاس پر دلالت کرتی ہیں اور سب معلوم ہوتا ہے کہ نص صریح نہ ملنے کے وقت صحابہ باذن رسول اللہؐ اجتہاد کرتے تھے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم من افقی بغیر علم کام اثمہ علی من افتاہ رواہ ابو داؤود و مشکوٰۃ یعنی روایت ہے کہ فرمایا رسول خداؐ نے جس شخص کو بے خبر و تحقیق کوئی فتویٰ دیدے تو اس کا گناہ اس فتویٰ دینے والے کو ہوگا۔ روایت ابو داؤود نے۔ اس سے صاف جواز تقلید یقیناً ثابت ہو گیا۔ عن عمرو بن العاصی انہ سمع رسول اللہ بقول اذا حکم الحاكم فاجتہد فاصاب فله اجران و اذا حکم ثم اجتہد ثم اخطا فله اجر بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ یعنی روایت کی رسول خداؐ فرماتے ہیں کہ جب کوئی حکم کرنے والا حکم کرے پس صحت پر ہوئے تو اس کو دو ہرا اجرا ملتا ہے اور اگر خطا پر ہو جائے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ اور ہدایہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ میں خون نکلوا دے اور وہ اس حدیث کو سن کر افطر الحارم والحرام چھیننے لگانے والا کا اور جس کے پیچھے لگائے گئے ہیں دونوں کا روزہ گیا یہ سمجھ کر کہ روزہ تو جاتا ہے اور پھر بقصد کھا پے لے تو کفارہ لازم آوے گا۔ دلیل ابو یوسف یہ کہا ہے۔

لان علی العاصی الاقتداء بالفقہاء بعدم الہتداء فی حقہ الی معرفہ الاحادیث ہدایہ صفحہ ۲۰۶۔ یعنی کہ عاصی پر واجب ہے کہ فقہاء کا اقتداء کرے کیونکہ اس کو احادیث کی معرفت نہیں ہو سکتی۔ فقط اس قول سے صاف آگاہ ہوا کہ عامی پر تقلید مجتہد کو واجب کہتے ہیں۔ اس کے معنی سے تقلید شخص ثابت ہے۔

عن خذیفہ قال قال رسول اللہؐ انی لا ادری اما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعد الحدیث اخرج الترمذی تیسر کلکۃ صفحہ ۳۴۹۔ یعنی رسول اللہؐ نے فرمایا مجھ کو نہیں معلوم کہ تم لوگوں میں کب تک (زندہ

(رہوں گا۔ سو تم لوگوں کو میرے بعد میری اقتداء کرنا ہوگی۔ غیر مجتہد کیلئے تقلید واجب ہوگئی اگر کوئی حدیث کو مانے۔

عن ابی حنبلہ قال قلت لعلی یا امیر المؤمنین هل عندک من سوداء فی بیضاء لیس فی کتاب اللہ قال لا والذی فلق الحبّة و براء نسمة ما علّمة الا فہما یعطبه اللہ جلائی القرآن اخر جہ البخاری و الترمذی و انسائی۔ یعنی روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ آپ کے کچھ مضامین لکھے ہوئے ہیں جو کتاب خدا میں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس نے دانہ کو شگاف دیا اور جان پیدا کیا۔ ہمارے پاس کوئی ایسا علم نہیں لیکن ایک فہم خاص (سمجھ) ضرور ہے خدا جس کو قرآن میں عطا فرماویں۔ روایت ہے بخاری و ترمذی و نسائی میں۔ فہم خاص جو ہے وہ رائے ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ مجتہد کی رائے موافق حدیث کے نکلے تو تقلید اور فتویٰ مجتہد حدیث کے موافق ہے۔

عن سالم قال سئل ابن عمر عن الرجل یكون له الذین علی رجل الی اجل تیضع عنه صاحب الحق لیعجل الذین فکروہ ذلک و نہی عند اخر جہ مالک تیسر کلکة صفحہ ۳۳ یعنی سالم سے روایت ہے کہ ابن عمر سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص کا دوسرے شخص پر کچھ دین میعاد واجب ہے اور صاحب حق اس میں سے کسی قدر اس شرط سے معاف کرنا کہ وہ قبل از میعاد اس کا دین (قرض) دیدے۔ اس کو ناپسند کیا اور منع فرمایا۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔ پس ابن عمر فعل سے رائے اور تقلید دونوں کا جائز ہو گیا جیسا کہ ظاہر ہے۔ ترجمہ حدیث کا یہ ہے کہ ہزیل میں شرجیل سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا پھر وہی مسئلہ ابن مسعود سے پوچھا گیا اور ابو موسیٰ کے فتویٰ کو بھی ان کو خبر دی تو

انہوں نے اور طور سے فتویٰ دیا۔ پھر جو انکے فتویٰ کی خبر ابو موسیٰ کو دی گئی تو انہوں نے کہا کہ جب تک یہ عالم تبصر تم لوگوں میں موجود ہیں تم مجھ سے مت پوچھا کرو۔ روایت کیا یہ بخاری و ابوداؤد اور ترمذی نے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ابو موسیٰ کے اس فرمانے سے کہ ان کے ہوتے ہوئے مجھ سے مت پوچھو۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہر مسئلہ میں ان سے پوچھنے کے لئے کہا ہے۔ اور یہی تقلید شخصی ہے۔ کہ ہر مسئلہ میں کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کر کے عمل کیا کرے۔ اور بعض احادیث کے ظاہری معنی پر یقیناً عمل جائز ہے۔ جیسے یہ حدیث۔

عن ذید بن ثابت قال ارسل الی ابو بکر مقتل اهل الیمامة فاذا عمر جالس عنده فقال ان عمر جاء فی فقال ان القتل قد اسخر یوم الیمامة بقراء القرآن و انی اخشی ان یسخر القتل یاتی القراء فی کل المواطن فیذهب من القرآن کثیر و انی ارئ ان قاصر بجمع القرآن فقلت و کیف افعل ما لم یفعله رسول اللہ فقال عمر هو واللہ خیر فلم یزل برأجعی فی ذلک حتیٰ مشرح اللہ صدری للذی شرح له صدره عمر و رایت فی ذلک الذی رای الحدیث اخرجه البخاری و الترمذی تیسر کلکة صفحہ ۸۸۔ یعنی زید بن ثابت سے روایت ہے کہ زمانہ جنگ اہل یمامہ میں ابوبکرؓ نے میرے بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ وہاں جا کر دیکھتا ہوں کہ عمرؓ بھی بیٹھے ہیں۔ ابوبکرؓ نے قصہ بیان کیا عمرؓ نے میرے پاس آکر صلاح دی کہ واقعہ یمامہ میں بہت سے قراء قرآن کام آئے (حافظ قرآن ختم ہونے کا خوف ہے) مجھ کو اندیشہ ہے کہ اگر سی طرح سے سب جگہ یہ لوگ کام آتے رہے تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ

قرآن جمع کرنے کا حکم فرماویں۔ میں نے عمرؓ کو جواب دیا کہ جو کام رسول صلعم نے نہیں کیا وہ میں کس طرح کروں۔ عمرؓ نے کہا کہ واللہ یہ کام خیر ہے۔ پس برابر اسی کو بار بار کہتے رہے حتیٰ کہ جس باب میں ان کو شرح صدر اور اطمینان تھا۔ مجھ کو بھی شرح صدر ہو گیا۔ بخاری اور ترمذی۔

فائدہ۔ ایسا شخص اہل بدعت و ہوائی میں داخل ہے کیونکہ فتویٰ مجتہد میں دلیل جستجو کرنا اور جہتیں نکالنا خود بھی اسی مجتہد کا مقلد ہو کر بمعہ جائز رائے و قیاس مجتہد کے مطابق حدیث موجود ہو کر اعتراض کرنا مجتہد خود کی تقلید سے بیرون ہے۔ اس حدیث سے مطلع ہو گیا کی رائے قیاس کرنا یقیناً بظاہر حدیث ثابت ہوا۔ اگر کوئی سوال کرے کہ مقلد جس امام کی تقلید کرتا ہے ضروری ہے کہ اس مجتہد سے کسی نہ کسی مسئلہ میں خطا واقع ہوگی سو خطا کی صورت میں اگرچہ مجتہد کو ایک اجر ملتا ہے لیکن مقلد کو اس میں تقلید کیوں کر جائز ہوگی۔ مثلاً قیاس سے کوئی مسئلہ اس کے مجتہد نے نکالا ہے اور اس مقلد کو حدیث صحیح اس کے خلاف مل گئی ہے۔ پس اس میں تقلید اپنے مجتہد کو کیوں کر جائز ہوگی۔ اور اس میں خوف و خطرہ ہوگا یا نہیں؟ جواب جبکہ وہ شخص مقلد محض ہے کسی قسم کا اجتہاد اس کو نہیں ہے تو اس کو اگرچہ حدیث صحیح اس کے سمجھ میں ملے۔ لیکن کیوں کر معلوم کرے گا کہ اپنے مجتہد کا قیاس غلط ہے۔ اور قیاس کے جائز آیت اور دوسری حدیث صحیح سے کیا گیا ہو۔ اور یہ حدیث بہ باعث علت خفیہ کے اس کے نزدیک قابل تادل یا موجب عدم حجت ہو اور جبکہ اس کا امام باوجود خطا کے ماقور ہے تو اس کا مقلد بھی بے خوف و خطر ہے۔ نصر المقلدین صفحہ ۴۵۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز تحفۃ الثنا عشریہ میں مرقوم ہے کہ مجتہد برخطا معاقب نیست بلکہ اجور بیک اجر است۔ جیسا کہ درمعالم الاصول شیعہ باین تصریح نمودہ پس

خطا متحمل اور درنگ صواب متیقین شد کہ اصلاً خوفی و خطر نیار در حق او نہ در حق مقلداو۔ اور جو شخص تقلید میں غلو کرے غیر مقلد یا مقلد ہو کر اپنے مجتہد کے فتواؤں میں کہ قرآن و حدیث کو رد کرنے لگے۔ ان دونوں قسم کے شخصوں سے جہاں تک ہو سکے اجتناب و احتراز لازم سمجھیں اور مجادلہ متعارف سے بھی اعتراض کریں۔ و ہذا هو الحق الوسط کتاب الاقتصاد من تصنیف مولوی اشرف علی صاحب تھانوی یہ کہ تقلید مجتہد کی بغیر دلیل کے نہیں ہے کیوں نہ سوال کرنا نص قرآنی سے ثابت ہے۔ وہ یہ ہے کہ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعملون یعنی لاعلمی کے اہل ذکر سے کہ وہ مجتہد ہیں۔ مسائل اجتہادیہ میں پوچھ لیا کرو۔ اب ان سے پوچھنا مسائل کا دلیل سے ہوا۔ ہاں البتہ ان کے قول پر (مجتہد کے) عمل کر لینا ہے معرفت دلیل ہوگا۔ یعنی یہ ضروری ہے کہ ان مسائل کی دلیل مقلد کو معلوم ہو۔ (نصر المقلدین)۔ پس عام کو مجتہدین اہل ذکر کی تقلید کرنا عین اطاعت خدا و رسول ہے اور اس کا انکار صریح آیت کا انکار ہے۔ اگر عامی کو تقلید مجتہد اہل ذکر سے منع کیا جائے گا تو یہ آیہ فاسئلوا اهل الذکر کے خلاف آئے لازم آئے گا۔ فتح المبین صفحہ ۳۳۔ جب کہ مطلق تقلید فرض ہونے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فاسئلوا اهل الذکر مذکور کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے کیونکہ یہ آیہ اہل ذکر کی تقلید میں نص صریح ہے۔ اس آیہ شریف کے شواہدات مؤیدات نے اس آیہ سے تعلق جمع شکوک دفع کر دیا ہے۔ شارح صحیح بخاری نے کنز کتاب القضاء میں فرمایا ہے کہ قال الامام البز دوی فی اصول اجمع العلماء و فقهاء علی ان المفتی وجب ان یکون من اهل الاجتهاد و ان لم یکن من اهل الاجتهاد فلا یحل له ان یفتی الا بطریق الحکایت ان مؤیدات مختصر ہ سے معلوم ہو گیا کہ تقلید مطلق فرض ہے اور انصاف یہ ہے

کہ بغیر تقلید کے چارہ نہیں۔ اور تقلید مذہب معین کی بوجوہات کے واجب ہے۔ عن ابی عبدالرحمن اسلمی قال خطب علیؑ فقال و فیہ فان امة النبیؐ ذنت فامرنی ان اجلدھا فاتیتھا فاذا ہی حدیثہ محمد بنفاس فخشیت ان انا جلد تھا فتلتھا فذکرت ذلک للنبیؐ احسنت ترکھا حتیٰ تتماثل اخرجه مسلم و اب داؤود و ترمذی عن ابن عمر قال قال النبیؐ یوم الاحزات لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرک بعضهم بل تصلی لم یرزنا ذلک فذکر ذالک للنبیؐ فلم یعت واحد امنهم بخاری جلد ثانی مصطفائی صفحہ ۵۹۱۔

فائدہ: باوجودیکہ حدیث میں کوئی قید نہ تھی مگر حضرت علیؑ نے دوسری دلائل کلیہ پر نظر کر کے قوۃ اجتہاد یہ سے اس کو مقید بقید قدرت تحمل سمجھا اور اسی پر عمل کیا اور آنحضرتؐ نے تحسین فرمائی اور کوئی حدیث کے ظاہر پر کوئی حدیث، حدیث کی باطنی معنی پر عمل کرنے پر قید کر رکھے ہیں جیسے کہ اگر گزر چکا اور یہ بھی ہے کہ حدیث فی اخری المسلم صلی الظهر و عصری جمیعا و المغرب و العشاء جمیعاً من غیر خوف ولا سفر تیسر کلکۃ صفحہ ۲۴۰۔ اور کوئی مجتہد اس حدیث کی مجازی معنی پر بغیر عذر کے جائز نہیں رکھا ہے۔ اور کوئی مجتہد جب عذر ظاہر ہو تو جائز رکھا ہے۔ جیسے ہمارا مجتہد جناب شاہ سید محمد نور بخش رحمہ اللہ کی فقہ احوط صفحہ ۱۵۱ میں جائز رکھا ہے کہ سفر کی حالت میں فالمسافر اٰمخیر" بین الاتمام والقصر و بجمع بین الظهرین و العشائین تقدم اوتاخیر یعنی پس مسافر کو اختیار ہے کہ پورا پڑھے یا قصر پڑھے اور دو وقت اکٹھے پڑھنے میں بھی اختیار ہے۔ درمیان ظہر و عصر ایک وقت میں اور مغرب و عشاء ایک وقت میں سوائے سفر کے اور بھی

عذریں لکھی ہیں۔ ان میں جمع بھی پڑھ سکتا ہے اور فقہ کی افضلیت تو قرآن مجید سے ثابت ہے۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ 'و ما کان المؤمنون لینفروا کافۃ ط فلو لا نفر من فرقة منهم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون یعنی اور کوئی مؤمن جہاد میں جانے کے لئے نہ تھے۔ کس واسطے نہیں جاتے تھے۔ تاکہ ہر فرقہ سے ایک جماعت تو احکام دین سیکھے اور فقہ ہوں احکام دین میں تاکہ ڈرائیں اپنی قوم کو جب پھر آئیں ان کی طرف شائد وہ بچتے ہیں۔ اس آیت پاک سے علم فقہ کا سیکھنا فرض ثابت ہوتا ہے۔ تقلید شخصی کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ہمارے ہادی ہمارے پیشوا حضرت محمد مصطفیٰ کو فرمایا ہے قل بل ملة ابراهيم حنیفاً یعنی یہود و نصاریٰ سے کہہ دو کی میں نے ملت ابراہیم کو اختیار کیا ہے اور امت مرحومہ کو بھی اس تقلید شخصی کو اختیار کرنے کا حکم بھیجا ہے۔ قل صدق اللہ فاتبعوا ملة ابراهيم حنیفاً۔ حنیف کے معنی ایک طرف کا ہے یعنی تم اختیار کرو ملت ابراہیم کو۔ ایک طرف اور تقلید اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ قولہ تعالیٰ 'والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم و رضو عنہ یعنی اور جو ان کے پیچھے آئے نیکی اللہ راضی ان سے اور وہ راضی اس سے۔ اور ان آیتوں میں تقلید کی مذمت آئی ہے۔ ان ظن لا یغنی من الحق شیئا و اذا قیل لہم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ اباء منا اولو کان ابائہم لا یعقلون شیئا و لا یہتدون فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ و رسولہ۔ جواب اس آیت کا ترجمہ ہی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تقلید کفار سے اس تقلید مسجوث عنہ کو کوئی مناسبت نہیں۔ تقلید کفار کی مذمت میں دو وجہ فرمائی گئی:-

اول یہ کہ وہ آیات و احکام کو رد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مانتے بلکہ اپنے

بزرگوں کا اعتبار کرتے ہیں۔

دوسرا یہ کہ ان کے وہ بزرگ عقل دین و ہدایت سے خالی تھے۔ سو اس تقلید میں یہ دونوں وجہ موجود نہیں۔ نہ تو کوئی مقلد یہ کہتا ہے کہ ہم آیات و احادیث کو نہیں مانتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ دین ہمارا آیات و احادیث ہی ہے۔

تقریر بالا سے قیاس مظہر احکام ہے نہ کہ مثبت احکام۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قیاس پر عمل کرنا عین رجوع کرنا ہے۔ خدا و رسولؐ کی طرف اور ان کے مخالف نہیں۔ اور مقلد کے لئے یہ حکم ہے کہ جب تک اپنے ہم تقلید علماء کی ہدایت اور فتویٰ ملے تک جائز نہیں دوسرے مجتہد کی تقلید میں رجوع ہونا۔ جیسے کہ فرمایا ہے کہ و عن تقلید مجتہد لم یجزلہ ان ترجع انی اخر الا ان لم یجد فی مذہبہ تحفہ قاسمی صفحہ ۱۰۵۔ یعنی اور جو شخص مقلد ہوا ہے ایک مجتہد کا اس کے لئے جائز نہیں ہے دوسرے مجتہد کو رجوع کرنا مگر یہ کہ دست یافت نہ ہوئے اپنے مذہب میں اور حدیث میں اس طرح ہے۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہؐ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد رواہ الترمذی و ابن ماجہ یعنی ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابد سے زیادہ گراں اور سخت ہے اور معاویہ سے روایت ہے کہ قال قال رسول اللہؐ من یردا للہ بہ خیراً یفقہ فی الدین و انما انا قاسم واللہ یعطی متفق علیہ۔ یعنی جس کے ساتھ خدائے تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو فقیہ فی الدین کر دیتا ہے اور اس کے سوا نہیں کہ میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خدا نے مجتہد کے ساتھ نیکی کی ہے کہ ان کو فقیہ فی الدین کر دیا۔ عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہؐ الناس معاون کمعاون

الذہب و الفقه خيارهم في الجاهلية خيارهم في الاسلام اذا فقهوا رواه مسلم۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بعد الانبیاء والا امام المعصوم اثنا عشر اور جو مجتہد فقیہ ہوں وہ بہتر ہیں اور سب سے بہتر کے مقلد ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ کیونکہ اس تقلید صراط الحق مستقیم سے بھاگنا قیامت کے دن نجات نہیں کیونکہ یہ جو مؤمن خاص ہے اور مؤمن کی تقلید سے کوئی دوسرے غیر مؤمن کی تقلید کرنا جائز نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ و من یتغ غیر سبیل المؤمنین قوله ما تولیٰ و نصلہ جہنم و ساءت مصیرا۔ اور مؤمن جو ہے وہ افراط و تفریط پھیر کر اوسط کو مخیر کرتے ہیں اور اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تمام مجتہدوں میں مجتہد سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ کی تقلید حق پر ہے کیونکہ اپنے فقہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ اختلافات ملت دور کر کے افراط و تفریط میں سے طریقہ اوسط کر مخیر کیا ہے۔ چہ اصول و چہ فروع۔ چنانچہ در تویع مبارک فرمودہ و اند حجة اللہ علیہم۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا جب کوئی حوادث واقعہ ہو جائے میری روایت کی طرف رجوع کرو۔ مطلب ہذا تقلید میت توئی ہے نہ کہ حی۔ اگر حی کا مطلب ہوتا تو روایت سے کوئی ضرورت نہیں۔ و در احادیث فرمودہ اند الرّاد علیہم کالرّاد علینا والرّاد علینا کالرّاد علی اللہ اس حدیث میں بھی تقلید بر میت قوی ہو کر تقلید بر مجتہد میت ہونے میں کوئی خوف و کراہت نہیں ہے۔ از امام حسن عسکری منقول است کہ فرمودہ اند و اما من کان من الفقهاء صائناً لنفسه حافظاً لدينه مخالفاً علی هواه مطیعاً لامر مولاه فللعوام ان یقلدوہ منهج الرّشاد صفحہ ۲۱، منتخب الراسائل صفحہ ۸ اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجتہد شاہ سید محمد نور بخش سے بڑھ کر اس حدیث میں کوئی مجتہد داخل نہیں ہے۔ اس لئے تقلید میت اقویٰ ہے۔ چنانچہ منتخب الرّشاد صفحہ ۹ میں

ہے کہ (در زمان حیوۃ مجتہد تقلید نمودہ جائز است بعد از مردن اور بر تقلید او باقی اگر چہ احوط رجوع بھی است۔

ایضاً غایۃ القصویٰ صفحہ ۱۰۰ میں ہے کہ ہر گاہ تقلید کرو مجتہدی را و آن مجتہد وفات کرد پس تقلید دیگر کرد آں ہم وفات نمود۔ پس تقلید کرو مجتہدی را کہ قائل ہو جو ببقاء بر تقلید میت بالجواز بقاء۔ پس ایبا باقی بماند بر تقلید مجتہد اول یا بر تقلید مجتہد ثانی اظہر بقاء بر تقلید ثانی (میت ثانی پر) و احوط مراعات احتیاط است۔ اس فتویٰ سے معلوم کیا کہ مجتہد میت پر تقلید رہنا واجب اور اقویٰ بھی کیا ہے۔

غایۃ القصویٰ صفحہ ۷ میں ہے کہ ہر گاہ شک کرد در موت مجتہد یا در تبدیل رائے آں (مجتہد خود) یا عارض شدن چیزے کہ موجب عدم (مجتہد) جواز او است (مجتہد میت) جائز است از برائے او (مقلد کیلئے) بقاء بر تقلید او (مجتہد ثانی میت ہوا ہو یا دیگر سبب) تا ظاہر شود حال او (مجتہد کی)۔ اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ عدم موجودگی مجتہد حقی کی عبادت قبول ہوگئی تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مجتہد حقی سے مجتہد میت کا فتویٰ اقویٰ ہو گیا۔

غایۃ القصویٰ صفحہ ۵ میں ہے کہ ہر گاہ شخص تقلید کرد مجتہد برانکہ حرام میدانست بقاء بر تقلید میت را و ان مجتہد وفات کرد (مجتہد خود) پس مقلد او تقلید کرد مجتہدی را (یعنی بدیگری را) کہ جائز میداند بقاء را (تقلید بر میت) پس مقلدے تواند کہ باقی بماند ہر تقلید اول (یعنی بر میت) در جمع مسائل مگر مسئلہ حرمت بقاء تقلید بر میت بہ ہر حال حقی سے قوی ہو گیا۔

ایضاً غایۃ القصویٰ صفحہ ۷ میں ہے کہ ہر گاہ تقلید کرد مجتہدی را پس شک کرد در انکہ آیا او جامع شرائط است یا نہ۔ واجب براو محض۔ اس فتویٰ سے ثابت ہو گیا کہ اگرچہ

جامع شرائط نہیں چہ جی چہ میت رجوع بردیکرے نہ ہوا کیونکہ محض کے لفظ سے وہ مخض ہے اور منتخب الرسائل صفحہ ۸ میں ہے کہ طفل ممیز ہر گاہ تقلید کند صحیح است پس اگر قبل از بلوغ مجتہدش بمیرد میتو اند بر تقلید او باقی بماند۔ اس مسئلہ سے یہ معلوم ہوا ابتداء ہو یا اوسط انتہا ہو تقلید بر میت رہنا درست اور صحیح تر ہوا اور برحق بہ ہر حال اشکال معلوم ہوا کیونکہ تقلید اس وقت لازم ہوتا ہے جب مکلف ہو جائے۔ جب بالغ نہیں ہے تب تک تقلید کی ضرورت نہیں ہے اور ابتداء سے بھی بر تقلید میت بودن بلا شک صحیح ہو گیا۔ غایۃ القصویٰ صفحہ ۳ میں ہے کہ اقواء جواز بقاء بر تقلید میت است (یہ بالکل درست ہے) ولے جائز نیست ابتداء تقلید میت نمائد۔ (یہ بالکل ضعیف ہے کیونکہ طفل ممیز کی تقلید سے غور کر کے مطالعہ کرنا کہ معلوم ہو جائے کہ ضعیف ہے یا قوی)۔

فقہ احوط صفحہ ۳۶۱ میں ہے کہ و فیما لا يعرف حقیقۃ بالیقین بل يرجع فی تحقیقہ الی عالم ربانی یعنی اس چیز میں یعنی کسی مسئلہ میں وقوف نہ ہوئے اس مسئلہ کی حقیقت یقیناً کے ساتھ لکنی رجوع کرو اس کی تحقیق کرنے میں عالم ربانی کی طرف۔ لیکن یہ حکم نہیں کہ مسئلہ کی جستجو کی بابت میں تقلید سے پھر جاوے۔ اور یہ بھی اس وقت جواز ہے کہ اپنے ہم تقلید علماء کے دست یافت نہ ہونے سے یعنی علم حاصل کرنا یا مسائل کا دریافت بوقت ضرورت ہے۔

تحفہ قاسمی صفحہ ۵۰۶ میں ہے کہ و يجوز له ان يعمل فی مسئلة علی مذهب و فی اخری علی اخرای کما هو مذهب الصوفیہ یعنی اور جائز ہے اس مقلد کے لئے یہ کہ عمل کرو مسئلہ دریافت کرنے میں اپرا یک مذهب کے اور دوسرے مذهب میں اپر دیگر کے جیسے مذهب صوفیہ۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی کتاب یا علمائے خود سے خط و کتابت وغیرہ کے ذریعہ فتویٰ حاصل ہوتے ہوئے

مخالف الاعتقاد سے استفتاء کرنا جائز نہیں۔

تحفہ قاسمی صفحہ ۵۰۸ و کل ذلک متعذر فی حق المقلد و مع کل ذلک لا یعلم ما هو الحق عند اللہ تعالیٰ فا لا انتقال من مذهب الیٰ مذهب ترجیح انتھی۔ اس سے یہ معلوم ہوا مقلد کو کسی طرح کے مسئلہ میں کسی غیر نے عذر نکالے تو بلا عذر غیر مذہب کے علماء سے استفتاء کر سکتا ہے اور دلیل وجہ کے لئے ہر ایک کتاب سے لینا درست ہے۔ بیچ عیب ندارد بلکہ قوی تر است۔ باقی تمام بحث فی التقليد تحفہ قاسمی میں مولینا مولوی سید سعادت پناہ سید قاسم شاہ صاحب نے کشادگی کے ساتھ مرقوم ہے۔ اگر ہر کوئی مقلد اپنے مجتہد کو ضعیف یا کسی طرح کا عیب سمجھے تو وہ خود بدعت میں داخل ہے۔ کیونکہ اپر کے تمام دلائل کے مطابق اور ہر مکلف کے لئے حکم تاکید ہے۔ جس مجتہد کی تقلید میں اقرار ہوئے اس کے ہر مسئلہ میں بلا حجت عامل ہونا چاہئے۔ اگر اپنے مجتہد کے ایک مسئلہ میں اختلاف واقع ہوئے تو وہ اس مجتہد کی تقلید سے خارج ہے۔ اور ایسا کوئی علماء کہیں ہے تو اس کی کسی بات پر اعتبار واعتماد نہیں ہے اور جو شخص تقلید معین نہ کرے یا اسکا انکار نہ کرے تو اس کی عبرت کیلئے چند مختلف مسائل تحریر ہیں تاکہ صاحب بصیرت کو تقلید حق اور واجب ہونا ثابت ہو جائے۔

مختلف المسائل

چند احادیث مختلف المسائل تحریر کرتا ہوں تاکہ صاحب بصیرت کو تقلید حق اور واجب ہونا ثابت ہو جائے اور جو بے تقلید ہے عبرت حاصل کر کے تقلید میں داخل ہو جائے۔ دیکھو عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔ عن عائشة قالت کنت انام بین یدی رسول اللہ و رجلائی فی قبلته فاذا سجده غمزنی فقبضت رجلی و اذا قام بسطتها قالت و البیوت یومئذ لیس فیها مصابیح متفق علیہ فی المشکوۃ یعنی روایت ہے عائشہ سے کہ میں رسول خدا کے روبرو سوتی رہا کرتی اور میرے پاؤں آپ کی نماز کے رخ ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ کرتے میرا بدن ہاتھ سے دبا دیتے۔ میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پھر پھیلا لیتی اور کہتی ہیں کہ ان دنوں میں گھروں میں چراغوں کی عادت نہ تھی۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ عن عائشة قالت کان النبی صلعم یقبل بعض ازواجه ثم یصلی ولا یتوضاء رواہ ابو داؤد و نسائی و الترمذی وابن ماجہ یعنی رسول اللہ صلعم نے اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لے لئے پھر بدون تجدید وضو نماز پڑھ لیتے۔ بسرة بن صفوان ان رسول اللہ صلعم قال من مس ذکرہ فلا یصلی حتی یتوضاء قال هذا الحدیث صحیح رواہ الترمذی . من حدیث طلق بن علی الحنفی عن النبی قال وهل هو الا مضغة او بضعة منه قال احسن شیء رواہ الترمذی. عن ابی بن کعب انه قال یا رسول اللہ صلعم از جامع الرجل المرأة فلم ينزل قال یفسل مامس المرأة منة ثم یتوضاء و یصلی رواہ

البخارى . عن ابي هريرة ان النبىؐ قال اذا جلس بين شعبها الاربع ثم
 جهد ها فقد وجب الغسل رواه مسلم O عن نافع بن خديج عن النبىؐ
 صلعم قال انظر الحاجم و المحجوم و قال احسن صحيح رواه
 الترمذى O عن ابن عباس قال احتجم رسول وهو محرّم صائم و قال
 هذ صحيح رواه الترمذى O اخرج مسلم عن رافع بن خديج عن
 رسول الله صلعم كسب الحجام حيث O عن انس بن مالك قال
 حجم ابو حليبة رسول الله صلعم فاصر له بصاع من تم رواه
 البخارى O حدثنا حرمى بن عمارة من عروة بن ثابت عن ابي الزبير
 عن جابر عن النبىؐ صلعم قال اليتيم ضربة للوجه و ضربة للزراعين
 الى المرفقين انتهى O قال النوذى قوله صلى الله عليه انما كيفيك
 ان تقول هكذا O و ضرب " بيدبه الارض فقضبن يديه فمسح وجهه و
 كفيه و فيه ولا لة لمذهب من يقول يكفى ضربة واحدة للدجه
 والكفين جميعاً O روى البخارى قال على المدينى و كان اعلم اهل
 الزمانه رفع يدين حق على المسلمين بما روى الزهرى و عن ابي O و
 عن مالك بن الحويرث انه رأتى النبىؐ رفع يديه فى صلوته انتهى O
 رواه انسائى ابي فتادة O عن ابي هريره قال قال رسول الله اذا سجد
 احد كم فليضع يديه قبل ركبتيه ولا يبروك بروك البعير رواه
 النسائى و عن علقمة قال قال عبد الله ابن مسعود الاصلى بكم صلوة
 رسول الله فصلى فلم يرفع يديه الا فى اول مرة رواه ترمذى عن
 وائل بن حجر قال رايت رسول الله اذا سجد وضع ركبتيه قبل يديه

و اذا نهن رفع يده قبل ركعتيه رواه ابو داؤد.

فصل التراويح

عن علي ابن ابي طالب انه امر رجلا يصلي بالناس خمس ترويحيات عشرين ركعة بيهيض. یعنی حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ ترویحیں یعنی بیس رکعت پڑھائے۔ و ای ابن ابی شیبہ ان علیا امر رجلا يصلي لكم في رمضان عشرين ركعة وصلاها عمرو و افقه كل من الاصحاب و امر بذلك بلا نكير من احد و قد اثنى عليٰ عليٰ عمرؓ و قال نور الله لك يا ابن الخطاب في قبريك كما نورت مساجد الله بالقمران (تصنيف ابن أبي شيبه) یعنی روایت کیا ہے ابن شیبہ نے کہ حضرت علیؑ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائے اور حضرت عمرؓ نے بھی بیس رکعت پڑھی اور اسی کے موافق بلا انکار تمام صحابہ نے کی اور حضرت علیؑ نے عمرؓ کی تعریف کی اور فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے جیسا تو نے قرآن سے اللہ کی مسجدوں کو منور کیا ہے۔ تیری قبر کو اللہ روشن کرے (مصنف ابن ابی شیبہ)

قال مالك في الموطاء عن يزيد بن رومان كان الناس يصلون في رمضان عمرؓ في رمضان بثلت و عشرين ركعة اى مع الترويه و به قال سفيان الثوري و ابن المبارك و الشافعي و قال الشافعي هكذا ادركت جلدنا مكة يصلون عشرين ركعة یعنی امام مالک نے موطاء میں یزید بن رومان سے روایت کی ہے کہ رمضان میں حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ

بیس رکعت معہ وتر پڑھا کرتے تھے اور ایسا کیا سفیان ثوری نے اور ابن مبارک نے اور شافعی نے اور کہا امام شافعی نے کہ یوں ہی میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو بتایا ہے کہ بیس رکعت پڑھیں۔

فصل فی الوتر

حضرت علیؓ. ابن مسعودؓ. عمرؓ. ابن عباسؓ، ابی، انس. زید وغیرہ ذلک مما ثبت عنہم تثلیث الوتر انوار نعمانیہ صفحہ ۵۲۸۹ وقال قدر دنیا من طریق عبدالرزاق عن ابن عباس الثلاث تیسیرا ای الوتر ۵ عن ابی ایوب قال قال رسول اللہ صلعم الوتر حق فمن شاء ان یوتر ثلث فلیفعل نعمانیہ صفحہ ۵۲۰۳ و رواہ اصحاب السنن الاربعة و ابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک انه علیہ السلام کان یفر انی الرکعة الاولى بفاتحة الكتاب و سبح اسم ربک الاعلی و فی الثانية یقل یا ایہا الکافرون و فی الثالثة یقل هو اللہ احد والمعوذتین.

فصل فی الوضو

روی مسلم من ابی امامة عنه و فیہ فقلت یا رسول اللہ اخبرنی عن صلوۃ قال صلی الصبح ثم اقصر عن صلوۃ حین تطلع الشمس حتی فانها تطلع بین قرنی الشیطان و حنیذ یسجد لها کفار ۵ اخرج البخاری عن عبد اللہ ابن عباس ان رسول اللہ اکل کتف شاة ثم صلی ولم یتوضأ ۵ اخرج ترمذی عن حدیث ابی ہریرة قال قال رسول

اللَّهُ الوضوءُ مام مسّت النار ولو عن ثورٍ اقسطه في الموطا أنّ عثمان بن عفّان اكل لحماً و خبراً فتمضمض و بديه ثم مسحها بوجهه ثم صلى ولم يتوضاءه اخرج البخارى بسنده عن زهرى قال لا يقطعها (اي الصلوة) و في الترمذى عن حديث ابى ذر يقول قال رسول الله اذا صلى رجل و ليس بين يديه كاخره الرجل كواسط الرجل قطع صلوته الكلب السود و المرأة و لاحمار حسن صحيح اخرج الترمذى عن ابى هريرة قال قال رسول الله لا صلوة في اعطان اى (جائت) الابل حسن صحيح عن نافع قال رايت بن عمر يصلى ابى بعيرة و قال النبى يفعلها و البخارى بسنده انس بن مالك فاذا صلى قائماً (الامام) فصلوا قائماً (ماموم) و اذا صلى جالساً فطوبا جلوساً اخرج البخارى في انعمانيه عن حديث عائشة قالت صلى رسول الله خلف ابى بكر في موضه الذى مات فيه قائداً حسن صحيح رواه الترمذى عن حديث ابى هريرة ان رسول الله قال لا يصلى احدكم فى الثواب الواحده ايضاً قال نارى رجل النبى فقال يصلى احدنا فى ثوب و احد قال او كلكم يجد ثوبين روى مسلم صفح ٥٢٢٦ شرح وقايه مطبوع انوارى صفح ١٦٢ ذكره النفل اذا اخرج الامام لخطبة الجمعة و بعد الصبح لا سنة و بعد اداء العصر الى اداء المغرب صبح الفوائت و صلوة الجنابة و سجدة التلاوة فى هذين بخارى عن حديث عائشة قالت من حدثكم ان النبى كان يبول قائماً فلا تصدقوه ما كان يبول الا قاعداً ايضاً قال النبى سبابة

قوم فبال قائما ترمذی و قال الصادقؑ وکل ما خرج من الطرفين من دم ومج وروی وغیر ذالک فلا وضوء والاستنجاء ما لم يخرج بول و غائط او ریح او منی من لا يحضر الفقة فی التحفة القاسمی صفحہ ۵۲۳ ابا جعفرؑ و ابا عبد اللہ عَمَّا لينقض الوضوء فقال ما خرج من طرفیک الاسفلین الذکر و الربر من الغائط او بول او منی او ریح والنوم حتّٰی يذهب العقل ولا ينقض وضوء ما سوى ذالک ولا يحب الاستنجاء من لا يحضر الفقيه فی تحفة القاسمی صفحہ ۵۲۳ اذا خرجت منه ریح استنجی فقیه و کذا فی تهذیب تفسیر احمدیہ تحفہ قاسمی صفحہ ۲۲. عن عائشة قالت مرن ازواجکم ان یستطیبا (یستنجوا) بالماء فانی استیحیهم فان رسول اللہؐ کان یفعله حسن صحیح و علیہ العمل عند اهل العلم یختارون الا ستنجاء بالماء فانهم استهتبوا الاستنجاء بالماء رواه افضل رواه ترمذی صفحہ ۵۵ عن ابی هریره ان رسول اللہؐ قال لا وضوء الا من صوت او ریح (ای حتّٰی یتیقن الحدث) حسن صحیح ترمذی صفحہ ۱۶ قبل الطهارة الصغری و الکبریٰ وجب الاستنجاء والاستبراء بالماء فقه لاحوط صفحہ ۱۶. فالبول و الغائط والرّیح والودی صفحہ ۵۲۲. فهذا ناقص الوضوء فالتوضاء ولا ستنجاء بالماء موافق بهذا الاحادیث ۵ لا تقبل الصلوة بغیر طهور. لا تقبل الصلوة الحائض الا بخار ۵ اذا خرجت منه ریح استنجی فی تهذیب و فی الشیبة فقه احوط. حقیقت میں استنجاء پانی سے ہوتا ہے نہ سوا اس کے۔ اسلئے کہ سونے میں گمان ہے ریح وغیرہ کے نکلنے کا اس واسطے اس کو بھی بیان

کر دیا ہے اور استنجاء پانی پر آنحضرتؐ نے مداومت فرمایا ہے۔ شرح وقایہ اردو صفحہ ۵۵۔

فصل فی المذی

فی ترمذی صفحہ ۱۷۷ مختلف اہل العلم فی المذی . فی فقہ احوط صفحہ ۲۲ المذی معفو لا یقدح فی الوضوء . زرقانی نے کہا کہ سعید بن المسیب کا مذہب یہی ہے کہ نماز میں تری نکلنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا ہے۔ امام مالک والی عمر نے بھی مذی کو ناپاک نہیں بتایا ہے۔ کشف المغتن عن کتاب الموطا مطبع صدیقی لاہور صفحہ ۲۸۔

فصل فی الوضو مرتین

عن ابی ہریرہ انّ النبیؐ تَوَضَّأَ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ اسناد حسن صحیح ترمذی . والعمل اهل العلم ان الوضوء یجزی مرّة مرّة و مرتین مرتین هذا افضل . و عن ثابت بن ابی صفیہ قال قلت لابی جعفر حدّثک جابر ان النبیؐ تَوَضَّأَ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ رواہ البخاری فی المشکوٰۃ و فقہ احوط صفحہ ۱۲ و تکرار غسل الوجه و الیدین مرتین ولا یتجاوز مان ثلث ۵ ایضاً حدیث رسول صلعم مرتین نور "علی نور" دوبار شستن اعضاء وضوء شرح رحمہ فی فی الحاشیہ فقہ احوط صفحہ ۱۲ ۵ الغرض فی الغسلان مرّة واحدة والثانیة سنة و الثالث بدعة و لیس فی المسح تکرار .

فصل فی المسح راس و الرجلین

من المغيرة بن شعبة قال انّ النبیؐ توضع فمسح بनावيته و على العمامة و على الخفين رواه مسلم في المشكوة . و قد روى من غير وجه عن النبیؐ انه مسح براسه مرة و العمل على هذا عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبیؐ و من بعدهم رواه ترمذی . مظاهر حق صفحہ ۱۵۴ میں ہے کہ مسح چوتھائی حصہ سر کا فرض ہے اور انکی دلیل بھی ناصیہ کی حدیث ہے کہ ناصیہ کہتی ہیں چوتھائی سر کو آگے کی جانب سے ہے۔ مسح الراس بائی قدر کان مرة واحدة اور مظاهر الحق جلد اول صفحہ ۱۵۴ میں ہے کہ امام شافعی کے نزدیک مسح بعض سر کا کافی ہے۔ عن المغيرة بن شعبة قال انّ النبیؐ توضع فمسح بनावية رواه مسلم مشكوة الانصاری ۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ نے پورے سر کا مسح نہیں کیا بلکہ آگے کے حصہ کا کیا ہے۔ اور برابر ناصیہ پر مسح ثابت ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو کہ قرآن شریف میں مسح سر کا صریح حکم موجود ہے۔ اور مسلم کی حدیث میں مفصل ہو چکا ہے۔ الحاصل کہ گردن اور پگڑی اور تمام سر اور کان سب پر مسح کرنا ضعیف ہے۔ وقت ضرورت پر مباح ہے اور ناصیہ پر مسح کرنا بہر حال افضل ہے۔ ثم مسح راسه و قدميه ببلل كفه لم يحدث لهما ماء جدیداً۔ ایضا مسح بفضلة الذی راسه و رجلیه۔ اور عبد اللہ بن عمر سے منقول ہے کہ صحابہ مسح پاؤں کا کیا کرتے تھے یہاں تک کہ رسول خداؐ نے حکم کیا ساتھ پورا کرنے وضو کیجئے۔ مظاهر الحق جلد اول صفحہ ۱۵۴۔ عبد اللہ بن مسعود سے کہا کہ نماز پڑھی ہم نے رسول خداؐ کے ساتھ اور ہم وضو نہ کرتے تھے یعنی نہیں دھوتے تھے

پاؤں زمین پر چلنے سے۔ روایت کیا اسے حدیث اصل۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال کنا نصلى مع رسول اللہ ﷺ ولا فتوضؤ من الموطى رواه الترمذی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پاؤں ناپاک جب ہوئے بجائے مسح کے دھولے اور اگر مسح کرنا جائز نہ ہوتا تو آنحضرتؐ خود ساتھ ہو کر یہ فعل کیا ہے۔ آپؐ نے کوئی کراہت کا ذکر نہ فرمایا۔ عن ابن عباس قال الوضوء غسلتان و مسحتان۔ وعن ابن عباس قال الفرض اللہ غسلتین و مسحتین الا رائی انة ذکر تیمم فجعل مکان الغسلتین و مسحتین رواه ازالة الحفا من خلافة الحكماء صفحہ ۷۵ او فی تحفة قاسمی صفحہ ۳۵۔ قال توضاء انبیؑ و مسح علی الجور بین و انعلین رواه احمد و ترمذی و ابو داؤد و ابن ماجہ فی المشکوٰہ۔ یعنی کہا کہ وضو کیا نبیؐ نے اور مسح کیا جو رین اور نعلین کے پر۔ فائدہ۔ نعلین عرب کی فقط تسمہ ہی لگا ہوتا ہے گویا خاص قدم پر ہی مسح ہوتا ہے۔ پاؤں پاکی کی حالت میں مسح کرنا افضل دھونے کی ضرورت ہیں۔



فصل بیان غسل پاہا

استبصار کے باب وجوب میں علی الرجلین میں ہے کہ الوضوء بالمسح و یحبب فیہ الا ذالک و من غسل فلا باس یعنی وضو میں پاؤں کا مسح واجب ہے اور جو شخص دھوئے پاؤں کو کچھ ڈر بات نہیں۔ ایضاً باب وجوب الترتیب میں ہے ان نسیت مسح الرأسک حتیٰ اغسل رجلیک فامسح الرأسک ثم غسل رجلیک اور اسی کتاب کے اس باب میں ہے کہ رسول خدا باعلیٰ تعلیم وضو نمود۔ واعضاء وضو و بار مسح سر یک بار کافی است۔ در غسل قد میں خلال در انگستان ہر دو پا باید نمود۔ استبصار سے نقل کیا ہے۔ اطہار الہدیٰ صفحہ ۱۸۲۔

ان تینوں مسئلہ استبصار سے یہ ثابت ہوا کہ وضو میں پاؤں کو دھوئے تو کوئی قباحت نہ کراہت یا کوئی اور طرح کا حرج نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ پاؤں دھونے سے وضو نہیں ہوتا ہے تو محض دروغ ہے۔ وہ خود مذہب حق سے پھرا ہوا ہے۔ اس کی کسی بات کو اعتبار کرے ہمارے عمل میں نقص ہوگا اور خطرہ فی الدین ہے۔ چنانچہ فتاویٰ ابراہیمیہ میں مولوی ابراہیم غیر مقلد مطبع دھرم پرکاش الہ آباد کے صفحہ ۲ میں اور نصر المقلدین کے صفحہ ۱۵۸ میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہؐ اذا توضأت فخلل اصابع یدیدہ و رجلیک رواہ الترمذی فی المشکوٰۃ یعنی کہا فرمایا رسول خداؐ نے جس وقت کہ وضو کرے تو پس اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے درمیان خلال کرے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ متوضی کو پاؤں کی صیانت و حفاظت نہ ہو استنجا کے

رشاشہ وغیرہ سے تو بجائے مسح کے پاؤں کو اسی ترتیب میں دھولے اور مقدم موخر پیروں کو طرفین سے دھونے کو کہیں بھی نہیں ہے۔ ان احادیث کے مطابق صادق و وثاق اور حق پر ہے۔ فقہ احوط نور بخشہ میں ہر چہ فتویٰ مرقوم ہے۔ اس موقعہ میں فقہ احوط صفحہ ۱۰۱ میں ہے کہ مسح الرجلین او غسلهما الی الکعبین لعموم بلوی المسلمین لتعسر صیانة الرجل من رشاش الاستنجاء وغیرہ۔ اس حکم سے ثابت ہو گیا کہ جس وقت یقین ہو کہ پاؤں ناپاک ہوئے اس وقت پاؤں کو بجائے مسح کے دھولے۔ قباحت اور کراہت کسی میں نہیں اگر چہ اولیٰ مسح ہے اور وغیرہ کے لفظ نے تمام شکوک کو دفع کیا اور ان تمام دلائل سے ثابت ہو گیا کہ دونوں طرح سے وضو درست ہے۔

فصل فی نیت

اور یہ جتنا عمل ہوتا ہے سب نیت کے تعلق پر ہے اور نیت جو ہے تصدیق دل کے ہے وہ ایک ارادہ ہے۔ مگر جب تک زبان سے اقرار نہ کرے تب تک قبول نہیں۔ جیسے کہ حدیث میں ارشاد ہے۔ عن علیؑ قال قال رسول اللہؐ الایمان معرفة بالقلب و اقرار باللسان والعمل بالارکان فی جامع الخبر شیخ صدوق۔ عقائد نسفی صفحہ ۱۲۸ میں ہے کہ جمهور المتکلمین و المحدثین والفقهاء علی ان الایمان تصدیق بالجنان و الاقرار باللسان والعمل بالارکان۔ اور دعوات صوفیہ صفحہ ۷۷ میں ہے کہ تصدیق بدل اقرار بر زبان عمل بتن متابعت سنت محبت علی۔ اور تفسیر آیات الاحکام من تصنیف مولوی احسن اہل حدیث دہلی صفحہ ۲۱۱ میں ہے کہ ایمان میں جس طرح لا الہ الا

اللہ کی دل سے تصدیق اور زبان سے کلمہ کہنا ضروری ہے۔ اسی طرح نماز میں دل سے نیت زبان سے قرأت ضروری ہے۔ اسی سبب سے نماز کو ایمان فرمایا۔ ان احکام کے مطابق وضو و نماز و حج و زکوٰۃ و صوم وغیرہ کی نیت زبان پر اقرار کر کے پڑھنا ضروری ہے۔ اور فقہ احوط صفحہ ۱۵ میں ہے۔ و ان جرى على لسانك مع القلب فصواب یعنی اگر جاری کرے (نیت کو) اپنی زبان پر پس بہت ثواب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک اشد تاکید سنت ہے۔ اور سنت رسولؐ کو عمداً جھوٹا سمجھ کر ترک کرے وہ سنت سے بیرون ہے تو آنحضرتؐ کی امت سے بیرون ہے۔ حجتہ قاطعہ ہے کہ من رغب عن سنتی فلیس منی۔ اور نیت اس کو بھی کہتے ہیں کہ کئی سال سے نیت کر رکھتے ہیں کہ جب موقع آجائے تو میں حج کروں۔ اس نیت سے کافی نہیں ہوتا ہے۔ موقع موجود پر حج کی نیت زبان سے قرأت ضروری ہے۔ ایسے ہی وضو کے وقت اور جب نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو نیت زبان سے قرأت ضروری ہے۔ جس طرح نیت کے صیغہ فقہ احوط اور دعوات صوفیہ وغیرہ کتابوں میں مسطور ہیں۔ و من اقر بلسانه ولم يصدق بقلبه كالمنافق فبالعكس وهذا اختيار الشيخ ابي منصور فمن صدق بقلبه ولم يقر بلسانه فهو مؤمن عند الله و ان لم يكن مؤمناً في الاحكام الدنيا عقائد نفسی صفحہ ۱۲۶۔ الايمان هو التصديق لكن اهل اللغة لا يعرفون منه الا لتصديق باللسان. ولكون الاقرار شرط الاجراء الاحكام في الحاشية عقائد نفسی صفحہ ۱۲۷۔ والاقرار به ای باللسان الا ان التصديق ركن لا يحتمل السقوط اصلاً والاقرار يد يحتمله كما في حالة الاكراه عقائد نفسی صفحہ ۱۲۶ اور زبان تمام احکام میں دل کے اجزاؤں میں سے ہے۔ ایسے ہی دل کی تصدیق

زبان سے ہوتی ہے۔ اگر زبان پر جاری نہ ہو ظن قلب کو صاحب شریعت مؤاخذہ نہیں کرتا ہے۔ قال تعالیٰ قالت الاعراب امنا قل لم تؤمنو و لكن قولوا اسلمنا۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک زبان پر اقرار نہ ہوئے صرف دل کے تصدیق سے کافی نہیں ہوتا ہے۔ اور نیت جو ہے ایمان کے اجزا میں ہے۔ اور گونگے کے لئے زبان شرط نہیں بہر حال وہ لاچار ہے۔ الاجما منعقد علی ایمان من صدق بقلبه ق قصد الاقرار باللسان و منعه منه مانع من فرس و نحوہ انتھی نسفی صفحہ ۱۲۷

فصل فی الدعاء التفتاح

ہمارے ہم عصر صاحب نے لوگوں کو تعلیم دیا ہے کہ دعائے استفتاح یعنی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ تندرست آدمی کے لئے نہیں ہے۔ بیمار و علیل و ضعیف کیلئے ہے۔ اور تندرست صحت والے آدمی کے لئے اِنِّیْ وَجْهْتُہُ ہے۔ اور کسی کو یہ بھی کہا ہے۔ اور سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ کو زبانی پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی۔

اقول: آپ کی صرف خودانی کی علمیت کا پورا اظہار کیا۔ ما شاء اللہ کیونکہ فقہ احوط سوائے آپ کے اور کسی کو آج تک سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ علماء سابقہ نے بغیر سمجھے لوگوں کو یہی دعا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ کو تعلیم دیا اور رسول اکرمؐ نے اپنی امت کو کیوں اس دعائے مذکور کو پڑھنے کا حکم دیا اور آنحضرتؐ خود کیوں فرماتے جیسے کہ عن ابی سعید کان رسول اللہؐ اذا افتتح الصلوة قال سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ الخ رواہ الترمذی و ابو داؤد و ابن ماجہ میں عن ابی سعید اور طبری شافعی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حق مشہور ہے۔ عمل کیا ہے اور یہ حدیث مسلم میں بھی

ہے۔ انتہی اور بہت تقریر اس حدیث کی تقویت میں ہے جو چاہے اس میں دیکھ لے۔ مظاہر حق جلد اول صفحہ ۲۰۹۔

عن ابی سعید الحذری قال کان رسول اللہؐ اذا قام الی الصلوة باللیل کبر ثم یقول سبحانک اللہم الخ ثم یقول اعوذ باللہ الخ والعمل علیٰ ہذا عند اکثر اہل العلم من التابعین و غیر ہم روى ترمذی صفحہ ۳۳۔ عن عائشۃ قالت کان النبیؐ اذا افتتح الصلوة قال سبحانک الخ روى ترمذی صفحہ ۳۳۔ اس دعائے سبحانک اللہم کو پڑھنے سے ممانعت کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔ (ہے بڑا بڑا ثمر راوی) منقول ہے مذکور وغیرہ کے اور دعائیں بھی سوا ہذا کے پڑھنے کو مروی ہے۔ اور انی وجہ نماز میں پڑھنے میں استفتاح کے لئے تو ایک قسم کا اشکال ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس دعا کے معنی کے مطابق حضور دل نہیں ہوتا ہے۔ جھوٹ واقع ہوتا ہے۔ بہر حال نماز میں تمام کراہت سے مبرا اور دور ہونا چاہئے۔ اور اہل علم اس دعا کی معنی میں غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ دیکھو انیس الواعظین شیعہ صفحہ ۸۶ میں ہے کہ انی وجہت وجہی یعنی روى دل از ہمہ عالم گردانیدم و روى بخالق عالم آوردم و اگر دریں وقت دل بجز دیگر نگران باشد۔ ایں کلام دریں وقت دروغ باشد و چوں در مناجات خود اول بخدائے عزوجل دروغ گوید باقی آں ہم معلوم است کہ چہ خواہد بود۔ اس مضمون سے یہ معلوم ہو گیا کہ یہ وجہت پڑھنے میں جھوٹ ہو جاتا ہے کہ جھوٹ کسی وقت بھی جائز نہیں۔ کیونکہ نمازی کو حضور دل نہیں ہوتا ہے۔ تو اس دعا کے مطابق معنی نہ ہونے کی وجہ ہم عام کو انی وجہت ہی موقع میں نہ پڑھنی چاہئے بلکہ سبحانک اللہم الخ ہی کو ضرور پڑھنا چاہئے۔ شرح وقایہ اردو جلد اول صفحہ ۶۸ میں ہے کہ ص بعد تحریر کے

ہاتھ باند کے ٹاپڑھے وہ یہ ہے۔ سبحانک اللہم الخ توجہ یعنی انی وجہ نہ پڑھے۔ یہی نے صفحہ ۶۸ میں ہے کہ اور جائز ہے۔ روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ نماز کو شروع کرتے تھے تو کہتے تھے سبحانک اللہم الخ۔ شرح وقایہ اردو صفحہ ۶۹ میں ہے کہ اور وہ جو روایت ہے حضرت علیؑ کی محمول ہے نوافل پر ایسا ہی ذکر کیا ہے۔ صاحب ہدایہ اور مؤند ہے اس کے جوہ مروی صحیح ابن عوانہ اور سنن نسائی میں ہے کہ آنحضرتؐ جب نماز نفل کو پڑھتے تھے تو کہتے تھے اللہ اکبر وجہت وجہی بخلاف سبحانک اللہم کے کہ وہ ثابت ہے فرائض میں اور انی وجہت نوافل کے لئے۔ اور جو شخص یوں کہے و تعالیٰ جدک نماز میں پڑھے گا اس کی نماز فاسد ہوگی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مبین میں فرمایا ہے و انہ تعالیٰ جد ربنا اور تحقیق کہ بلند اور برتر ہے عظمت اور جلال پروردگار عالم کا مشابہت مخلوقات سے ذات اور صفات میں۔ اور کج البلاغہ میں قول حضرت علیؑ کا یوں منقول ہے الحمد لله العاشی حمده الغالب جنده المتعالی جدہ یعنی تمام تعریف ثابت ہیں واسطے اللہ ڈھاپنے والے حمد کے کہ غالب ہے لشکر اس کا برتر بزرگ ہے شان اس کی اور فقہ احوط صفحہ ۱۰۱ اور ۱۰۲ میں ہے و انی وجہت وهو للاقویا۔ سبحانک اللہم وهو للضعفاء۔ اول تو دعائے استفتاح سنت ہے کوئی وجہ ہو کر نہ پڑھے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اقویا سے مراد وہ لوگ ہیں کہ توجہ دل ابتداء سے انتہا نماز تک بخدا حضور دل با خشوع رہنے والے لوگ ہیں۔ نہ تندرست مجازی۔ اور ضعفاء کے مراد وہ لوگ ہیں کہ مثال کل عوام ہے۔ اندرونی بیماری کو ضعیف فرمایا اور اندرونی بیمار اس کو کہتے ہیں نماز کے اندر تمام علائق دینی گزرتے ہیں۔ تو ضعیف لوگوں کو سبحانک اللہم پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور اقویا کے مراد یہ ہے کہ نماز میں عوائق ظاہری و باطنی

سے پاک ہووانی وجہت وجہی پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

فصل فی بسم اللہ الجہر والاخفی

روی انسائی حدثنا ابن عبد اللہ بن مغفل قال کان عبد اللہ ابن مغفل اذا سمیع احدنا یقرأ یسمع بسم اللہ الرحمن الرحیم ۷ ابو ہریرۃ وابن عمر و ابن عباس و ابن انویر و من بعدہم من التابعین راؤا الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم ترمذی صفحہ ۳۳۔ عن ابن عباس کان النبی یفتسخ الصلوۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم ترمذی صفحہ ۳۳ و عن ابن عباس کان رسول اللہ یجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم و فی روایۃ جہر قال الحاکم صحیح بلاعلۃ و صححۃ الدار قطنی و ہذا ان امثل حدیث فی الجہر فی الحاشیہ ترمذی صفحہ ۳۳ اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان اور نسائی میں ہے نعیم مجہر سے کہ نماز پڑھی میں نے ابو ہریرۃ کے پیچھے۔ انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا پھر فاتحہ پڑھا۔ اور نماز ختم ہونے کے بعد کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تحقیق میری نماز رسول خدا کے ساتھ مشابہ تر ہے۔ ابن خزیمہ نے کہا شک نہیں ہے اس کی صحت میں اہل معرفت کے نزدیک۔ شرح وقایہ اردو صفحہ ۶۹۔ تاریخ کامل میں ہے کہ و اما ترک الجہر با بسملة فی جوامع بغداد لان العلومین اصحاب مصر کانوا یجہرون بہا فتوک ذالک مخالفة لہم لا امتنا عالمذہب احمد الامام جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۳ یعنی بسم اللہ کا بہ آواز بلند نماز میں بغداد کی مسجدوں میں اس وجہ سے موقوف کیا گیا کہ خلفائے علوین جو مصر میں تھے بہ آواز بلند

کہا کرتے تھے۔ ان کی مخالفت سے موقوف کر دیا گیا۔ اس وجہ سے یہ کہ امام احمد بن حنبل تھا۔ رسالہ ارسال الیدین صفحہ ۱۵۔ درار سالیب صفحہ ۶۷ میں ہے کہ و منها ترک انسمیة فی الصلوة جهر الما قدم المدينة المطهرة انکرت علیہ ذالک المهاجرون والانصار و قالو اسرقت التسمیہ یا معویة یعنی مسعوویہ کی بدعتوں سے ہے کہ جب مدینہ آیا تو اس نے نماز میں بسم اللہ کو باواز بلند کہنا ترک کیا جس پر ہر طرف سے مہاجرین و انصار نے غل مچایا کہ بسم اللہ کو باواز بلند کہنا جاری تھا۔ میزان کبریٰ شعرائی جلد اول صفحہ ۱۲۵ میں یہ عبارت کافی لکھتے ہیں کہ و من ذالک قول الامام ابی حنیفہ و مال ان البسملة لیبت من الفاتحة فلا تجب مع قول الشافعی و احمد انها منها فتجب و کذا لک القول فی الجهر بها فان مذهب الشافعی الجهر بها و مذهب ابی حنیفہ الاسرار بها و کذا لک احمد و قال يستجب ترکها والافتتاح بالحمد لله رب العالمین و قال ابن ابی لیلیٰ یتخیر و قال الحنفی الجهر بها بدعة انتھی یعنی اس قول سے کہ ابو حنیفہ و مال لک کہتے ہیں کہ بسم اللہ جز سورہ الحمد نہیں ہے لہذا واجب نہیں۔ قول شافعی و احمد یہ کہ جز سورہ ہے لہذا واجب ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ جہر کرنا چاہئے۔ شافعی قائل جہر ہیں کہ بلند آواز سے کہو۔ مذهب ابی حنیفہ یہ کہ کہو تو آہستہ یہی مذهب احمد کا ہے۔ مالک قائل ہیں کہ ترک بسم اللہ مستحب ہے۔ الحمد للہ شروع کرنا چاہئے۔ ابن ابی لیلیٰ قائل تخیر ہیں کہ جہر کرنا بدعت ہے۔ ارسال الیدین صفحہ ۱۶ میں کہ یقول فخر رازی یہ امر بتواتر جاری ہے۔ کہ رسول خدا بسم اللہ کو بہ آواز بلند پڑھا کرتے تھے۔

عن جابر بن عبد اللہ النبیؐ قال له کیف تقول اذا قسمت الی

الصلوة قال اقول الحمد لله رب العالمين قال قل بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين و روى ايضا باسنا عن ام سلمة النبی كان یقرأ بسم الله الخ الحمد لله الخ قال قال و روى۔ ایضاً باسناد عن علی ابن ابی طالب انه كان افتتح الصورة فی الصلوة یقرأ بسم الله الرحمن الرحيم و كان یقول من ترك قرأتها فقد نقص تحفه قاسی صفہ ۶۲ روى ابیہقی فی السنن کبیر عن ابی ہریرة قال کان رسول اللہ ﷺ یجہر فی الصلوة بسم الله الرحمن الرحيم۔ اما رازی تفسیر ثعلبی سے چند روایتیں نقل کی ہیں ہر ایک دلیل اس بات پر ہے کہ بسم اللہ جزو سورۃ فاتحہ کا ہے۔ جو شخص متبرک بسم اللہ مع سورہ نماز میں نہ پڑھے نماز اس کی باطل ہے۔ روایت مسلم و ترمذی سے ظاہر ہے کہ خلفاء ثلاث بترک بسم اللہ نماز میں سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔ اور محدث بیہقی سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کا بہ جہر بسم اللہ نماز میں پڑھنا پایا جاتا ہے۔ اور دین میں اقتداء بعلی ابن ابی طالب باعث ہدایت کا ہے۔ غایۃ القصویٰ کتاب الصلوة صفحہ ۳۹۹ میں ہے کہ بسم اللہ جزءان سورہ است و باید بخواند در غیر سورہ برائۃ فقہ احوط صفحہ ۹۷ میں ہے کہ در اول ہر سورہ و من لم یعرف البسملة من الفاتحة و من کل سورة الا البرأت ولو کان یقرأ ہا کانت صلوتہ ناقصة ولا تثمر ثمر لا کاملۃ اخر و یتعنی جو شخص کہ بسم اللہ کو الحمد کا حصہ نہ جانے اور باقی تمام سورتوں کا جز ہے مگر برأت اور اگر سوائے برأت کے ساتھ بسم اللہ کو بھی نماز میں نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے۔ آخرت میں کچھ کامل پھل نہیں دیتا ہے۔ ان تمام دلائل کے ساتھ اور سوائے سورہ برأت کے اور باقی تمام سورہ کے جز جا کر بسم اللہ کو جہر نماز میں جہر اور اخفا میں اخفا پڑھنا چاہئے ورنہ

نماز قبول نہیں کہ عمدًا بلا جز یا اور کچھ سمجھ کر نہ پڑھے۔

فصل فی القرات

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہؐ من صلی صلوۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن ان فہی خداج ثلثاً غیر تمام انتہی۔ لا تقبل الصلوۃ لا یقرأ فیہا بام القرآن۔ عن عبادت بن صامت عن النبیؐ قال لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب و هذا اصح و العمل علی هذا الحدیث فی القرائت خلف الامام عند اکثر العلم من اصحاب النبیؐ و التابعین باب ما جاء فی القرائۃ خلف الامام ابواب الصلوۃ ترمذی صفحہ ۴۱۔

و روى عن عبد الله بن المبارك انه قال انا اقرأ خلف الامام والناس يقرؤون الاقوم عن الكوفيين (ابی حنفہ) و ارائی من لم یقرأ صلوۃ جائز۔ قراء عبادت بن الصامت بعد النبیؐ خلف الامام ترمذی صفحہ ۴۲۔ واجب است ماموم (خلف امام) قرأت خود را آہستہ بخواند ہر چند در نماز جہری باشد۔ انتہی غایۃ القصویٰ کتاب طہارت ۴۸۵۔

فقہ احوط ۴۰ میں ہے کہ و یجب للماموم ان یقرأ الفاتحة و سورة معها خلف الامام فی التخنافت و یجوزنی الجهریۃ اما متابعة کلمة بعد کلمة بغير صوت یعنی اور واجب ہے ماموم کے لئے یہ کہ قرائت فاتحہ اور کوئی سورہ اس کے ساتھ (فاتحہ کے) خلف امام نماز اخفا میں اور جائز ہے نماز جہریہ میں بھی قرائت لیکن امام کی متابعت کلمہ بہ کلمہ بغير آواز کے (آہستہ)۔

موطا امام محمد صفحہ ۴۵ میں ہے کہ انہ سمع اباہ لسائب مولیٰ ہشام

بن زهرة بقول سمعت ابا هريرة يقول سمعت رسول الله يقول من
صلّ صلوة لم يقرأ فيها بفاتحة الكتاب نهى خداج هي خداج هي
خداج غير تمام قال قلت يا ابا هريرة اني احيانا اكون ورا الامام قال
فغمز زراعي و قال يا فارسي اقرأ بها في نفسك الخ

یعنی تحقیق شان یہ ہے کہ کہا سنا انہوں نے ابوالسائب مولیٰ ہشام بن زہرہ
سے کہا سنا میں نے ابی ہریرہ سے کہہتے تھے فرمایا رسول خدا نے جس شخص نے پڑھی
نماز اور نہ پڑھی اس میں سورہ فاتحہ تو اس کی نماز ناقص ہے۔ ہرگز تمام نہیں ہے۔

ابوالسائب نے کہا اے ابو ہریرہ کبھی میں امام کے پیچھے ہوتا ہوں دبایا
ابو ہریرہ نے میرا بازو اور کہا پڑھا اپنے نفس میں اے فارس کے رہنے والے۔ عن ابی
ہریرہ قال قال رسول الله انما جعل الامام ليؤتم به فاذا اكبر كبر و
اذا اقرأ فانصوا رواه ابو واؤد۔ دیکھو یہ حدیث مذکور حدیثوں کے خلاف واقع
ہے۔ اگر تقلید اختیار نہ کرے تو مثل حربا کے ہو جاتا ہے۔ الحاصل صحیح دو حدیثوں میں
اختلاف واقع ہوئے اس وقت تقلید مجبوری کے ساتھ بگڑنا پڑیگا۔



فصل فی القنوت

عن البراء بن عازب ان النبیؐ کان یقنت فی الصبح والمغرب و قال عبید اللہ ان رسول اللہ عن ابی ہریرۃ قال لاقرین لکم صلوۃ رسول اللہؐ قال ابو ہریرۃ یقنت فی اترا لاخرۃ من صلوۃ الظهر و صلوۃ العشاء الاخرۃ والصلوۃ الصبح فی نسائی و بخاری پارہ چوتھا صفحہ ۵۹ مطبع احمد لاہور البلاغ المبین صفحہ ۳۲۹ میں بھی قنوت پڑھنے کا حکم موجود ہے۔

واسئل انس بن مالک عن القنوت فقال قنت رسول اللہ بعد الركوع و فی رواہ قبل الركوع و بعدہ رواہ ابن ماجہ فی مشکوٰۃ یعنی اور پوچھا گیا انس بن مالک پڑھتے تھے قنوت کبھی۔ پس کہا قنوت پڑھتے رسول اللہؐ نے بعد رکوع کے اور ایک روایت میں ہے کہ قنوت پڑھی قبل رکوع کے اور پیچھے اس کے (رکوع) اور ایک روایت کیا ابن ماجہ و مشکوٰۃ مظاہر حق جلد اول صفحہ ۴۴۴۔ عن ابن عباسؓ قالت قنت رسول اللہؐ شہرا متتابعاً فی الظهر و العصر والمغرب والعشاء والصلوۃ الصبح الخ رواہ ابو داؤد و فی مشکوٰۃ یعنی روایت ہے ابن عباس سے کہ کہا قنوت پڑھا رسول اللہؐ نے مہینہ بھر۔ مصلیٰ یعنی ہر روز بیچ ظہر و عصر و مغرب و عشاء و نماز صبح کی الخ روایت کی یہ ابو داؤد و مظاہر حق ۴۴۴۔

عن الحرث بن المغیرۃ قال قال ابو عبد اللہ اقنت فی کل رکعتین فربضۃ قبل الركوع۔ فروع کافی صفحہ ۲۰۱ یعنی حرث بن المغیرہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا ابو عبد اللہؐ نے میں پڑھتا ہوں ہر ایک دوسری رکعت فریضہ میں

رکوع سے پہلے۔ ایضاً اسی میں روایت ہے کہ وہب بن عبد ربہ سے انہوں نے ابی عبد اللہ سے کہا جس نے ترک کیا قنوت کو رغبت اس کی سے (یعنی چھوڑے قنوت کو) پس نہیں ہے نماز اس کے لئے۔ ابی جعفرؑ سے روایت ہے کہ کہا قنوت پڑھے ہر ایک نماز میں (فریضہ وغیرہ کے) دوسری رکعت میں قبل رکوع۔ فقہ احوط صفحہ ۷۰۷ میں ہے کہ اما القنوت فیجوزہ قبل الرکوع و بعده فی رکعة ثانیة من الصلوة الخمس الواجبة و اذا وقع قبل الرکوع کان اولیٰ۔ یعنی دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھنا جائز ہے اور بعد رکوع پانچ وقت نماز واجبہ کی دوسری رکعت میں اور جب واقع ہوئے پہلے رکوع کرنے سے پہلے تو بہتر اور اولیٰ ہے۔ وعن جابر قال قال رسول اللہ افضل الصلوة طول القنوت رواہ المسلم یعنی روایت ہے جابر سے۔ کہا فرمایا رسول خداؐ نے بہتر نمازوں میں وہ نماز ہے کہ اس میں لمبے قنوت ہوں۔

غایۃ القصویٰ کتاب الصلوة صفحہ ۴۳۳ میں ہے کہ ہر قنوت و آں سنت است در جمیع فرائض یومیہ و نوافل آں بلکہ جمیع نماز ہا مستحبہ حتیٰ اور نماز مشفع بنا بر اقویٰ و در نماز جہریہ از فرائض قنوت مستحب مؤکدہ است خصوصاً در نماز جمعہ۔

غایۃ القصویٰ صفحہ ۴۳۵ میں ہے کہ سنت است طول دادن قنوت خصوصاً در نماز و ترا حضرت رسولؐ منقول است کہ فرمودند کسی از شما در دنیا طول قنوت اور زیادہ تر است۔ از رسول خداؐ منقول است کہ فرمودند کسی از شما کہ در دنیا طول قنوت اور راحت زیاد تر است۔ در موقف قیامت طولانی تر است و از بعض اخبار ظاہر میشود کہ طول دادن دعا در نماز افضل است از طول دادن قرأت۔ قنوت کے کتنے معنی آئے ہیں طاعت کو بھی کہتے ہیں اور خشوع کو بھی اور قیام نماز کو بھی اور دعا کو بھی اور اس جگہ

دعا مخصوص ہے۔ پس نور بخشیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اوقات نماز خمسہ کے لئے ایک ایک دعا مقرر کر رکھے ہیں۔ فقہ نور بخشیہ اور دعوات صوفیہ میں موجود ہے۔ اور شافعیہ کے نزدیک دعائے قنوت اللہم اھدنا اور حنفیہ کے نزدیک اللہم انا نستعینک تا آخر کہ ثابت کیا ہے۔ مظاہر حق جلد اول صفحہ ۴۴۲ اور نزدیک شیعہ کی دعائے قنوت لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم اور ربنا لا تزغ قلوبنا ہمیشہ ہر نماز میں پڑھنے کا حکم ہے۔ نماز فرائض میں۔ غایۃ القصویٰ وغیرہ کتابوں میں موجود ہے اور ان تمام دلیلوں کے ساتھ عمدہ دعائے قنوت کو نماز میں نہ پڑھے تو ترک سنت ہوگا۔ پھر عامل بالجہد سے خارج ہے۔ نعوذ باللہ۔۔

فصل فی التامین

(بعد الحمد کے آمین نہ کہنے کے بیان میں)

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ من صلی صلوۃ لہم لقراء فیہا بام القرآن فیہی خداج ثلثا غیر تمام فقیل لابی ہریرۃ انا نکون وراء الامام قال اقرباھا فی نفسک فانی سمعت رسول اللہ یقول قال اللہ تعالیٰ قسمت الصلوۃ بینی و بین عبدی نصفین و لعبد ما سئال فاذا قال العبد الحمد للہ رب العالمین قال اللہ تعالیٰ حمد فی عبدی و اذا قال الرحمن الرحیم قال اللہ تعالیٰ اثنیٰ علی عبدی و اذا قال مالک يوم الدين قال مجدنی عبدی اذا قال ایاک نعبدو و ایاک نستعین. قال هذا بین و بین عبدی و لعبدی ما سئال فاذا قال اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم

الاضالین۔ قال هذا العبد و العبدی ما سئال رواہ مسلم فی المشکوۃ۔ و عن انس انّ النبیؐ و ابا بکر و عمر کانوا یفتتحون الصلوة بالحمد لله رب العالمین رواہ مسلم۔ یعنی روایت ہے انس سے یہ کہ تحقیق نبیؐ اور ابوبکر و عمر شروع کرتے تھے نماز ساتھ الحمد لله رب العالمین۔ روایت کی یہ مسلم نے مشکوٰۃ میں۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آمین کے لئے حکم نہیں اور کسی حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا ہے کہ آمین نہ پڑھنے سے بعد ولا الضالین کے۔ نماز درست نہیں بلکہ یہ ثابت ہے کہ بعد فاتحہ کے لفظ آمین ملحق کرنے سے ممنوع ہے۔ اگر ممانعت نہیں تو ضرور ان دونوں حدیث میں آمین کا ذکر ہوتا اور ان دونوں حدیث کے راوی ایک ابوہریرہ اور دوسرا انس ہیں اور یہ دونوں بڑے ثقہ اور جید صحابہ ہیں۔ اور اس لفظ آمین کے لئے علماء کے درمیان بہت اختلاف واقع ہوا ہے۔ دیکھو بعض کہتے ہیں اخفا اور بعض جہرا اور بعض تین مرتبہ اور بعض بدعت اور بعض مکروہ اور ترک آمین مستحب اور بعض آمین بعد فاتحہ باطل نماز ہے۔

دیکھو سبل السلام ۱۰۸ میں ہے کہ ولما لک قولان الاول کالحنیفۃ والثانی انه لا یقولہا و ذہبت الہدایۃ الی عدم شرعیہ لما یاتی واستدلّت الہذا و علیٰ انہ بدعة مفسد للصلوة۔ اس سے معلوم ہوا کہ بدعت بھی اور نماز بھی مفسد ہوئی۔ فقہ احوط صفحہ ۲ میں ہے کہ ان ارفع الاختلاف من بین هذه الامّة اوّلا فی الفروع۔ یعنی میں دور کروں امت کے درمیان سب سے پہلے فروعی اختلافات یعنی اصول سے پہلے فروع میں جو اختلاف العلماء افراط و تفریط واقع ہوا۔ اس رسالہ میں درج کیا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے بھی لکھوں گا۔ خاتم المجتہدین والاعلم سید محمد عرف نور بخش رحمہ نے فقہ احوط میں فرمایا ہے کہ

کما كانت في زمانه من غير زيادة و نقصان یعنی جیسے تھا آنحضرتؐ کے زمانہ میں نہ زیادہ کیا ہے نہ کمی کیا ہے۔ صرف اختلاف کو دور کیا۔ جیسے فقہ احوط صفحہ ۱۰۰ میں ہے کہ و يكره ان تقول آمين في اخر الفاتحة اماما او ماموما او منفرداً لان كثيراً من الناس يزعمون انها من الفاتحة و ليس كذلك فيستحب تركها لرفع هذا الالتباس یعنی اور مکروہ ہے یہ کہ پڑھے آمین کو سورہ فاتحہ کے آخر میں امام ہو یا ماموم ہو یا منفرد کیونکہ بہت لوگ گمان کرتے ہیں۔ تحقیق وہ (آمین) الحمد کے آخر میں سے ہے ایسا نہیں ہے۔ پس مستحب ہے کہ آمین کو چھوڑ دے (نہ پڑھے) التباس (شک) کو دور ہونے کے واسطے۔

استبصار جلد اول صفحہ ۱۶۲ میں ہے کہ فقد روى الحسين بن سعيد عن حماد بن عيسى عن معاوية بن وهب قال قلت لابي عبد الله اقول آمين اذ قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال لهم اليهود والنصارى اني يعني معاوية بن وهب سے روایت ہے کہ پوچھا میں نے امام باقرؑ سے کہ میں جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتا ہے میں آمین پڑھتا ہوں تو امام موصوفؑ نے فرمایا وہ لوگ یہود اور نصاریٰ ہیں۔ من لا يحضره الفقيه فی باب اداب الجماعة صفحہ ۲۹ میں ہے کہ ولا يجوز ان يقال بعد قراءة فاتحة الكتاب آمين لان ذلك كانت تقول النصارى یعنی اور نہیں جائز ہے یہ کہ کہے آمین کو بعد الحمد پڑھنے کے کیونکہ یہ پڑھتے ہیں نصاریٰ۔ استبصار جلد اول باب النہی عن قول آمین بعد الحمد صفحہ ۱۶۲ میں ہے کہ عن ابي عبد الله قال اذا كنت خلف امام فقرأ الحمد لله و فرغ قرائتها و قل الحمد لله رب العالمين ولا تقل آمين یعنی ابی عبد اللہ سے

روایت ہے کہ کہا جب کہ میں ہوں مقتدی پس پڑھا الحمد للہ اور فارغ ہوئے اس کے پڑھنے سے۔ پس کہ تو الحمد للہ رب العالمین کو نہ پڑھ لفظ آمین کو۔ خاتم المجہدین سید محمد نور بخش رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعد الحمد کے آمین وغیرہ کو پڑھنے کو مکروہ اور ترک آمین کو مستحب فرمایا ہے۔ تحفہ قاسمی صفحہ ۶۹ میں ہے کہ ازیں ہا معلوم می شود کہ اگر در نماز چہ انفرادی چہ در جماعت بعد ولا الضالین آمین بگوید باطل است یعنی ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جماعت ہو یا تنہائی ہو آہستہ ہو یا جہریہ آمین کہنے سے نماز باطل ہے۔ فقہ احوط میں ہے کہ ولا اثم فی اعمالک یعنی گناہ گار ہو جائے تمہارے اعمال میں۔ فائدہ نماز پڑھ کر باطل نہ کرو۔ گویا آمین کہنے سے نماز باطل ہے۔

فصل فی ارسال الدین و الوضع

ان رسول اللہ کان اذا کان فی الصلوة رفع یدیه فباذنیہ فاذا اکبر ارسالہما یعنی تحقیق رسول خدا نے جب نماز میں ہوتے تھے تو دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے برابر اٹھاتے اور تکبیر کہہ کر دونوں ہاتھ چھوڑ دیتے۔ روایت کی ہے طبرانی نے معاذ سے۔ قال کان ابن زبیر اذا صلی ارسال یدیه یعنی کہا راوی نے کہ جب ابن زبیر نماز پڑھتے تو دونوں ہاتھوں کو کھول کر پڑھتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے عمرو بن دنیا سے روایت کی ہے اور شیخ دہلوی فتح المنان فی تائید مذهب الغمان میں لکھتے ہیں کہ مذہب مالک ارسال الیدین وهو غریبہ عنده والوضع رخصۃ۔ یعنی مذہب امام مالک میں ہاتھ کھول کر پڑھنا ہے اور اس کے نزدیک وہ غریب ہے اور ہاتھوں کو باندھ کر پڑھنا رخصت ہے۔ و روی عن

مالک الا رسال و صار الیہ اکثر الصحابہ سبل السلام باب صفة الصلوة صفحہ ۱۰۵۔ یعنی روایت کی گئی ہے کہ مالک سے ارسال یدین اور ہوا اس کی (ارسال کے) طرف بہت صحابہ اس کے (یعنی شاگرد)۔ فصل واضمعو ا علی انه لبسن وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰۃ الا فی روایۃ عن مالک ہی مشہورۃ انه یرسل یدیہ ارسالاً و قال الاوزاعی بالتخیر واختلفوا فی محل وضع الیدین فقال ابو حنیفۃ تحت السرۃ و قال مالک و اشافعی تحت صدرہ فوق سرتہ و عن احمد روایتان اشہر ہما وہی التی اختارہا الخرقی کمذہب ابو حنیفۃ و السنۃ عند الثلاثۃ ان ینظر المصلی الی موضع سجودہ عبد الوہاب شعرانی اپنی کتاب رحمۃ الامۃ صفحہ ۳۸ مطبوعہ مصر حاشیہ میزان اکبری۔ ترجمہ۔

فصل: اجماع کیا ہے انہوں نے نماز میں داہنے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔ مگر مالک سے روایت ہے اور وہی مشہور بھی ہے کہ ہاتھوں کو کھول کر نماز پڑھتے تھے اوزاعی قائل تحیر میں کہ نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھے یا باندھ کر۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ دونوں ہاتھ کہاں رکھے جائیں۔ ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ زیر ناف مالک و شافعی کہتے ہیں ناف کے اوپر سینہ کے نیچے۔ احمد سے دور روایتیں مشہور ہیں۔ جسے خرقی نے بھی اختیار کیا ہے مطابق ابو حنیفہ ہے اور تینوں کے نزدیک یہ سنت ہے کہ مصلیٰ نماز میں نظر کرے اپنے موضع سجود کی طرف۔ رسالہ الیدین صفحہ ۲ اور شعرانی اپنی میزان اکبری میں امام شافعی سے ناقل ہیں صفحہ ۱۲۶ میں ہے کہ وہ صرح الشافعی فی الام فقال و ان ارسالہما اولم یعبث بہما فلا بأس یعنی اس کی تصریح کی ہے شافعی نے کتاب اُم میں کہ اگر دونوں

ہاتھ کھول دے یا باندھا کرے تو کوئی مضائقہ یعنی ڈر نہیں۔ اس سے ثابت یہ ہوا کہ امام مالک اور امام شافعی دونوں کے نزدیک دونوں ہاتھوں کو کھول کر یا باندھ کر نماز پڑھے تو کوئی ہرج کی بات نہیں بلکہ سنت کا طریقہ ہے۔ علامہ عبدالوہاب شمرانی کبریٰ جلد اول مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۵ میں ہے کہ و من ذالک اتفاق الائمة على استجاب وضع اليمين على الشمال في القيام و ماتام مقامه مع قول مالک فی اشهر روايته انه يرسل يديه ارسالا ومع قول الاوزاعي انه يتخير فالاول مثل دوالثاني وما بعده تخففت او ان تفاوت التخفيف درجه الاول ان صورة موقف العبد بين يدي سیده وهو خاص بالا کابر من العلماء الاولياء بخلاف الاصل غرقان الاولیٰ لهم ارخاء الیدین كما قال به مالک و ایضاح ذالک ان وضع اليمين على ايسار يحتاج في مراعاته الى صرف الذهن اليه فيخرج بذلك كمال الاقبال على مناجاة الله تعالى التي هي روح الصلوة و حقيقتها بخلاف ارخائهما بجنبیه ثم اختلفوا في محل وضع اليمين فقال ابو حنيفة تحت السرّة و قال مالک والشافعی تحت صدره فوق سرّته و عن احمد روايتان اشهر هما كمذهب ابی حنيفة واختارها لخرقي و وجه الاول خفة كونها تحت السرّة على المصلي بخلاف وضعها تحت الصدر فانه يحتاج الى مراعاتها الثقل الیدین و قد ليهما اذا طال الوقوف فرج الامر الى مرتبة الميزان فذالک كان استجاب وضع الیدین تحت الصدر خاصا بالا کابر الذين يقدرّون على مراعاة شيئين معافي ان واحد دون الا صاغر و سمعت سيدی عليا الخواص

يقول وجه قول من قال بعده استحباب وضع اليدين تحت الصدر
 ورد ذلك من افعال الشارع كون مراعاة المصلى رواه مهمات تحت
 الصدر بشغله غالبا عن مراعاة كما الاقبال على المناجاة الله تعالى
 فكان ارسالهما او جعلهما تحت السرة مع كما الاقبال على
 مناجاة والخصوص مع الله اولى من مراعاة هيئة من الهيئة فمن عرف
 من نفسه العجز عن مراعاة كون يديه تحت صدره في الصلوة الامع
 الغفلة عن كمال الاقبال على الله تعالى فارسل يديه بجنبه اولى و
 به مرح الشافعى في الامر فقال و ان ارسالهما ولم يبعث بها فلا بأس
 يعنى اور اس سے اتفاق علماء ائمہ اربعہ اس پر ہے کہ نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر
 رکھنا چاہئے۔ پس جو اس کے قائم مقام ہو۔ حالانکہ قول امام مالک مشہور ترین روایات
 میں یہ ہے کہ وہ نماز میں دونوں ہاتھ کھولتے تھے اور قول اوزاعی یہ ہے کہ آدمی کو اختیار
 ہے چاہے کھولے یا باندھے۔ پہلا قول (اشد ہے یعنی سختی کرنے والا ہے) دورا تخفیف
 ہے تخفیف کرنے والا اگرچہ درجہ تخفیف میں تفاوت ہے۔ پہلے قول کی وجہ یہ ہے کہ
 اپنے آقا کے سامنے غلام کی صورت یہی ہونی چاہئے اور یہ خاص ہے اکابر علماء اور
 اولیاء کے ساتھ بخلاف اصاغر (چھوٹے درجہ کے لوگ) کہ ان کے لئے یہی اولیٰ ہے
 کہ ارضاء کریں (ہاتھ کھولے رکھے ہیں) جیسا کہ مذہب مالک ہے۔ تو وضع اس کی
 یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کا رکھنا بائیں ہاتھ پر۔ اس کا محتاج ہے کہ ذہن بٹا رہے جس سے
 کمال اقبال یعنی توجہ میں کمی آجائے گی حالانکہ یہی روح نماز ہے۔ اور درحقیقت
 صلاۃ (یعنی ہاتھ باندھنے سے زمانہ یا وقت گرمی میں خضوع یا خشوع میں کمی ہوتی ہے
 بخلاف ہاتھ کھولنے کے دونوں طرف) (کہ موسوم حرارت خضوع میں کمی نہ ہوگی)

پھر اس میں اختلاف ہے کہ دونوں ہاتھ کہاں رکھے جائیں۔ ابوحنیفہ تو تحت السرة کہتے ہیں (زیر ناف) اور مالک و شافعی کہتے ہیں تحت الصدر فوق السرة (سینہ کے نیچے ناف کے اوپر) احمد سے دو روایت ہیں مشہور وہی ہے جو موافق ابوحنیفہ ہے اسی کو خرنی نے اختیار کیا ہے۔

پہلے زیر ناف کی یہ وجہ ہے اگر دھیان رکھیں گے تو نماز پڑھنے والے پر کوئی ثقل (بوجھ) نہ ہوگا بخلاف اس کے کہ اگر سینہ کے نیچے رکھیں گے تو وہ اس کا محتاج ہوگا کہ ہر وقت اس کا خیال رکھا جائے کیونکہ ہاتھ خود ثقل ہے اور فطرۃً وہ نیچے لٹکنا چاہتا ہے۔ جب دیر تک قیام میں رہے تو اب میزان کے دونوں طرف رجوع کرنا پڑا۔ اس سے مستحب ہوا کہ سینہ کے نیچے ہاتھ رکھا اکابر علماء و اولیا کے لئے جو قادر ہیں وہ امر کی مراعات کے (یعنی خضوع کا بھی خیال رکھیں اور ہاتھوں کو سینہ کے نیچے بھی سنبھالیں) نہ اصغر (یعنی کم درجہ والوں کے لئے یہ حکم ہے)۔

میں نے اپنے سید علی خواص رحمہ سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ سینہ کے نیچے ہاتھ رکھنا چاہئے۔ حالانکہ یہ فعل شارع سے ثابت ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ رکھنے سے حضور قلب پورا حاصل نہیں ہوتا۔ حالانکہ اصل نماز یہی حضور قلب ہے اس لئے ہاتھوں کا کھولنا اولیٰ ہے۔ اور اس کی تصریح کی ہے شافعی نے کتاب امر میں کہ اگر ہاتھوں کو کھول دے دونوں بغل کی طرف اور بازی نہ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور جو شخص اپنے نفس سے جانے کہ حضور قلب اور ہاتھوں کے رکھنے کو دونوں ساتھ ہی سنبھال سکتا ہے تو اس کے لئے سینہ کے نیچے ہاتھ رکھنا بہتر ہے اس طریقہ سے ائمہ اربعہ کے اقوال میں جمع حاصل ہوگا۔

ثم لا يخفى انه اذا كان جعل اليدين على الصدر تشغل العبد

عن مناجاة ربه فارسألهمما اولیٰ فالتحقیق ان جعل الیدین علی الصدر
 للکملاء الذین لا یشغلهم ذالک من اللہ تعالیٰ و ان ارسا لهما اولیٰ
 لغير اکمال امرعاة وضعهما علی الصدر یشغل عن کمال التوجه
 فلیتا صل اللہ اعلم. علامہ شعرانی کبریت احمر فی علوم الشیخ
 الاکبر صفحہ ۵۷ میں بر حاشیہ الیواقیت والجواجر۔ یعنی پھر پوشیدہ نہیں
 رکھتے۔ تحقیق شان یہ ہے کہ خود شعرانی نقل عبارت کی لکھتے ہیں کہ جب ہاتھوں کا رکھنا
 سینہ پر انسان کو باز رکھتا ہے مناجات خدا سے تو ہاتھوں کا کھولنا اولیٰ ہے۔ پس تحقیق یہ
 ہے کہ ہاتھوں کا رکھنا سینہ پر ان کاموں کے لئے ہے جنہیں اس طرح ہاتھ رکھنے سے
 مناجات الہی میں فرق آتا ہو۔ اور ہاتھوں کا کھولنا اولیٰ ہے غیر صاحب کمال کے
 لئے۔ کیونکہ ہاتھوں کے لئے رکھنے کا خیال باز رکھتا ہے مناجات اور کمال توجہ سے۔
 جب امام مالک کے نزدیک سب نمازوں میں چھوڑ دے اور امام شافعی کے نزدیک
 سینہ پر باندھے جیسے ہمارے مذہب میں عورت سینے پر باندھتی ہیں۔ شرح وقایہ اردو
 صفحہ ۶۷۔

من کان ترسل یدیه فی الصلوۃ حد ثنا هشم عن یونس عن
 الحسن و مصره عن ابراهیم انهما کایرسلان یرلہما فی الصلوۃ
 حدثنا عفان ثنا یزید بن ابراهیم سمعت عمرو بن دینار کان ابن الزبیر
 اذا صلی یرسل یریه ثنا ابن علیہ عن ابن عون عن ابن سیرین انه سئل
 عن الرجل بمسک یمینہ بشمالہ قال انما فعل ذالک من اجل الدم۔
 ثنا عمر بن ہارون عن عبد اللہ بن یزید قال ما رایت ابن المسیب
 قابضاً یمینہ فی الصلوۃ کان یرسل ہما۔ ثنا یحییٰ بن سعید عن

عبداللہ بن الغرار قال كنت اطواف مع سعيد بن جبیر فرأى رجلاً
واضعاً أحده يدیه علی الآخر ا هذه علی هذه و هذه علی هذا فذهب
فصرق بينهما ثم جاء . فی مصنف۔ ابن ابی شیبہ نے نقل کی ہے یہ ارسال
الدین صفحہ ۲۱ یعنی (باب) ان لوگوں کا بیان جو اپنے ہاتھ نماز میں کھولتے تھے۔ ہشیم
یونس سے وہ حسن سے اور مصیرہ سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ سنائیں نے
عمرو بن دینار کو کہ ابن زبیر جب نماز پڑھتے تو اپنے دونوں ہاتھ کھول دیا کرتے۔ ابن
علیہ ابن عون سے ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے سوال کیا گیا اس
بارے میں کہ وہ داہنا ہاتھ پکڑے بائیں ہاتھ سے تو کہا یہ نہیں کیا تھا مگر سب خوف
کے عمر بن ہارون عبداللہ بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ کبھی میں نے ابن
المسیب کو نماز میں داہنے ہاتھ پکڑے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلا دیتے
تھے۔ تکی بن سعید عبداللہ بن غرار سے روایت ہے کہ ایک دفعہ سعید بن جبیر کے ساتھ
طواف کر رہا تھا ایک آدمی کو انہوں نے دیکھا کہ یہ ہاتھ اس پر رکھے ہیں (داہنا بائیں
پر) یا یہ اس ہاتھ پر تو وہ گئے اور اس کے دونوں ہاتھوں کو جدا کیا پھر واپس آئے۔ ان
احادیث میں ایک حدیث عبداللہ بن زبیر کی ہے جو خود صحابی ہیں اور حضرت زبیر صحابی
کے فرزند حضرت عائشہ کے بھانجے اسماء کے فرزند جو یہ سب صحابی ہیں حضرت ابو بکر
کا نواسہ جو خود مکہ معظمہ میں مدتوں خلیفہ اہل سنت رہے ان کا فعل اسی روایت سے
معلوم ہوا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھا کرتے تھے صفحہ ۲۲ و ثانی ہما ان عمل اہل
المدينة المقدسة علی ساکنها افضل الصلوة والتسلیمات من اقوی
الحجج الذین عندنا و نری الامر فیما طريقة النفل من ذالک علی
ما یری الامام الاکبر عالم المدينة مالک بن انس الاصبیحی من ان

اجماع اهل المدينة المطهرة حجة حتى انه عولت علماء مذهبه في ارسال اليدين حالة القيام في الصلوة على اهلها مع وجود للرفوع الصحيح في قبض اليمنى على اليسرى حملوه على الحاجة عنده طول القيام و حضوه بها بدليل عمل اهلها كما يحضر الحديث الصحيح بحديث اخرى مثله ولا يجوز ذلك التخصيص ارتكاب خلاف الظاهر يرى احد عن علماء و القبض و ان روى مطرف ابن الماجشون عن مالك انه استمنه لكن روى بن القاسم من مالك والارسال و صار اليه اكثر اصحابه و روى عنة اباحة القبض في النافلة بطول القيام و كره في الفريضة قال ابن الحاجب ان ذلك حيث يمسك معتمد القصد الراحة نقله الزرقاني شرح الموطا قال ابن عبد البر ان القبض لم يات عن النبي فيه خلاف وهو الذي ذكره مالك في الموطا ولم يحك ابن المنذر وغيره انتهى و انك قد علمت ما ذكره غير ابن المعذر عنه و قوله وهو الذي ذكره مالك في الموطا ان اراد منه ان ذكره في الموطا يدل على كونه من هبالة فهو استدلال ضعيف فان العلم فيه بصينعه في الموطا من انه ربما بروى فيه ما يخالف مذهبه كما فعل في قنوت الصبح حيث اقتصر فيه على اثر ابن عمر في عام جوازه مع ان القنوت في الصبح مذهبه الثابت عنه و ان اراد ان ما ذكره من اثر ابن عمر حجة عليه فجوابه ان اثر ابن عمر لا يعارض عمل اهل المدينة بل قد اشرنا ان حديث سهيل في رفع القبض المروى في صحيح البخارى لا يرى حجة عليه

العمومہ و علی اصحابہ حیث مشکو العمل اہل المدینۃ والارسال
 هذا لم ینفر و مالک فقد جاء فیہ الاثار عن سلف التابعین روى جملة
 من ذالک الامام ابو بکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ و فیہ اثر عن
 عبد اللہ بن زبیر رواہ فی المصنف بسندہ فقال حدثنا یزید بن
 ابراہیم قال سمعت عمر و بن دینار قال کان ابن الذبیر اذا صلی
 یرسل یدیه کتاب دراسات البیب مطبوعہ لاہور صفحہ ۳۴۰۔

۱۸۶۸ء میں واقع ہوا ہے۔ یہ کتاب علمائے اہل حدیث کے مشہور افراد سے
 ہے۔ ترجمہ۔ دوسرے یہ کہ عمل اہل مدینہ میرے نزدیک دین کے قوی ترین حجتوں
 سے ہیں اور اس مسئلہ میں میری رائے کے مطابق ہے۔ امام اکبر عالم مدینہ مالک بن
 انس اٹھی کے کہ وہ قائل تھے اس بات کے کہ اجماع اہل مدینہ مطہرہ حجت ہے۔ یہاں
 تک کہ علمائے مالکی نے اسی دلیل پر اعتماد کیا ہے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کو کیونکہ
 اہل مدینہ کا یہی عمل تھا۔ لہذا انہوں نے اسی کو اپنا مذہب بنایا حالانکہ حدیث مرفوع اس
 مادہ میں موجود ہے کہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا چاہئے۔ اور انہوں نے یعنی مالکیوں
 نے اس حدیث کو محمول کیا ہے۔ ضرورت اور حاجت پر کہ اگر بوجہ طول قیام ہاتھ پھر
 جائے تو ہاتھ باندھ لے اور اس تخصیص کی دلیل ان کے پاس یہی عمل اہل مدینہ ہے
 جس طرح ایک حدیث دوسری حدیث سے خاص کر دی جاتی ہے۔ اور یہ تخصیص جائز
 نہیں ہے اور ارتکاب خلاف ظاہر کسی کے نزدیک علماء سے اپنی رائے سے۔ ہاں
 مطرف اور ابن ماجہون نے امام مالک سے اس کی روایت بھی کی ہے کہ وہ ہاتھ
 باندھنے کو خوف سمجھتے تھے۔ مگر ابن قاسم نے امام مالک سے ارسال ہی کو روایت کی ہے
 کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔ اور یہی مذہب ہے اکثر ان کے اصحاب کا اور

ہاتھ باندھنے کے بارے میں صرف اس قدر منقول ہے کہ امام اس کو جائز جانتے تھے۔ کہا ابن حاجب نے یہ کہ ہاتھ باندھنا اس وقت نوافل میں جائز ہوگا کہ جب بغرض راحت ہو۔ جیسا کہ نقل کیا ہے زرقانی نے شرح موطاء میں۔ کہا ابن عبد اللہ نے یہ ہاتھ باندھنے کے بارے میں کوئی حدیث خلاف اس کے حضرت سے منقول نہیں ہے۔ اور اسی کو ذکر کیا ہے مالک نے موطاء میں اور ابن منذر وغیرہ نے اس کے خلاف نہیں نقل کیا ہے۔ مالک سے مصنف کہتے ہیں مگر تو جانتا ہے کہ غیر ابن المذہب نے روایت کیا ہے (ارسال) اور یہ جو لکھا کہ مالک نے اس کو ذکر کیا ہے۔ موطاء میں اگر اس سے مراد یہ ہے کہ یہی ان کا مذہب ہے تو یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ امام مالک موطاء میں ایسی روایتیں بھی لاتے ہیں جو ان کے مذہب کے خلاف ہوتی ہیں۔ جیسا کہ قنوت صبح میں انہوں نے ابن عمر کی روایت لکھی کہ نہیں ہے۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ مالک کا مذہب قنوت ہے۔ نماز صبح میں جو ثابت ان سے ہے اور اگر ابن عبد العزیز کا یہ مقصود ہے کہ اثر ابن عمر حجت ہے مالک پر تو اس کا جواب یہ ہے کہ روایت ابن عمر معارض عمل اہل نہیں ہو سکتی بلکہ میں نے تو اس کی طرف اشارہ بھی کیا کہ حدیث سہیل جو صحیح بخاری میں مروی ہے دربارہ باندھنے کے وہ بھی ان پر حجت نہیں ہے۔ بوجہ عموم اپنے اور نہ ان کے اصحاب پر حجت ہے کیونکہ تمسک ان کا بعمل اہل مدینہ ہے اور یہ مذہب ارسال یدین ایسا مذہب ہے کہ صرف مالک ہی اس کے ساتھ نہیں۔ منفرد ہوئے ہیں بلکہ بہت سی روایتیں اس میں سلف صحابہ وتابعین سے آئی ہیں۔ جنہیں امام ابو بکر بن شیبہ نے اپنی تصنیف میں ذکر کیا ہے۔ اس میں عبد اللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ عفان سے کہہا حدیث کی مجھ سے یزید بن ابراہیم نے کہہا سنا میں عمر بن دینار سے کہ جب ابن زبیر نماز

پڑھتے تھے تو ہاتھوں کو کھول دیتے۔ نقل کی یہ ارسال الیدین صفحہ ۲۵ میں سے۔ اس عبارت سے یہ ظاہر اور ثابت ہوا کہ امام مالک کا یہ مذہب تھا کہ وہ نماز میں ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ عمل اہل مدینہ یوں ہی تھا کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھا کرتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ حدیث مرفوع اس کے خلاف موجود ہے جس میں اس کا حکم ہے کہ داہنا بائیں ہاتھ پر رکھنا چاہئے مگر اس پر بھی امام مالک کا مذہب یہی تھا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا چاہئے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بوقت ضرورت مثل سرما (ٹھنڈی) وغیرہ میں خوف کے ہاتھ باندھنا چاہئے اس لئے کہ عمل اہل مدینہ یہی ہے کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔ تو اب یہ حدیث خاص ہوئی بوقت ضرورت اور ان کا یہ عمل مطابق عمل رسول خدا تھا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اہل مدینہ کا عمل خلاف عمل رسول تھا۔ اب یہ معلوم ہوا ہے کہ تمام صحابہ و تابعین کا عمل یہی تھا کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھا کرتے کیونکہ امام مالک اس کو عمل اہل مدینہ کہتے ہیں اور روایت کی موجودگی پر بھی صحابہ اور سائر اہل مدینہ کا یہی عمل تھا۔ کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے۔ اگر کوئی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کو کراہت یا باطل سمجھے تو اس میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ تمام صحابہ اور اہل مدینہ عمل رسول خدا کے خلاف کرتے تھے کہ حضرت ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا حکم دیتے اور یہ اس کے خلاف عمل کرتے۔ یہ احتمال ایسا بعید ہے کہ میں نہیں کہہ سکتا کوئی اس کا دعویٰ کر سکے۔ کیونکہ مذکور جتنے راوی ہیں سب اہل مدینہ میں داخل ہیں خواہ صحابی ہو یا تابعی۔ مگر مصنف نے خاص ابن زبیر کا عمل دکھلا کر ان کا بھی یہی معمول تھا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھا کرتے اور تابعین کا کیا ذکر کہ وہ سب تو تابع صحابہ ہیں۔ پس ان کی اس طرز عمل نے بتا دیا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا نہ صرف ان کے علم کے مطابق تھا

بلکہ یہی عمل وہ اپنے ابا و اجداد و امہات کا دیکھ چکے تھے۔ جس سے پھر کوئی گمان بھی نہیں کر سکتا کہ ان کی نماز اس طریقہ کی خلاف ہوگی۔ جو ابوبکر اور حضرت عائشہ و اسماء و زبیر کے خلاف ہو اور چونکہ میں نے اس کے قبل وہ روایتیں بھی لکھ دی ہیں جو حسن بصری اور سعید بن المیب و سعید بن الجبیر وغیرہ تابعین سے مروی ہیں۔ لہذا ارسال الیدین کے قائل ہوئے۔ کیونکہ پیچھے لکھ چکے ہیں کہ شافعی بھی ہاتھ کھولنے کو جائز بتاتے ہیں۔ وقد روی فی سنن ابو داؤد و انسائی اصحیح ابن سنن شیء یستانس بہ علی تعیین الامر و المامور فردی عن ابن مسعود قال رانی النبیؐ واضعاً یدئ السری علی الیمنی فنترعھا و وضع الیمنی علی السرای اسنادہ حسن یعنی ابوداؤد صحیح ابن سنن میں ایک ایسی روایت کی گئی ہے جس سے اس بات کی موانست ہوتی ہے کہ امر مامور معین ہو کیونکہ روایت کی ہے ابن مسعود سے کہ دیکھا مجھے آنحضرتؐ نے یا یاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے تو حضرتؐ نے چھوڑ دیا اور داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا۔ سند اس کی حسن سے ہے۔ اس حدیث سے روشن ہو گیا کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے۔ ابن حجری لکھتے ہیں۔ و روی ابن القاسم عن مالک الارسال و صار الیہ اکثر اصحابہ و عنہ التنفرۃ بین الفریضۃ النافلۃ و منهم کرہ الامساک و نقل ابن حاجب ان ذالک حیث یمسک معتمد القصد الرحۃ یعنی ابن القاسم بن مالک سے روایت کی ہے اور ارسال کو اور اکثر اصحاب ان کے اسی طرف گئے ہیں اور ان سے فریضہ اور نافلہ میں فرق بھی منقول ہے۔ اور ابن حاجب نے نقل کیا ہے کہ ہاتھ باندھنا بضرورت یعنی سردی و خوف وغیرہ میں خشوع و خضوع کے لئے جائز ہے۔ کوئی کراہت نہیں۔ کہ بقصد آرام ایسا کیا جائے۔ یعنی شرح صحیح بخاری میں لکھتے

ہیں۔ ومن جملة ما احتججنا في الوضع حديث رواه ابن ماجه من حديث الاحرص عن سماك بن حرب عن قبضة بن المهلب عن ابيه قال كان النبي يومنا فياخذ شماله بينيه و حديث آخر اخرجه مسلم في صححه عن وايل ابن حجران رسول الله رفع يديه الحديث و فيه ثم وضع يده اليمنى على اليسرى و حديث اخرجه ابوداؤد و نسائي و ابن ماجه من حديث الحجاج ابن ابى زينب سمعت ابا عثمان بحديث عن عبد الله ابن مسعود و انه كان يصلى فوضع يده اليسرى على اليمنى فراه النبي فوضع يد اليمنى على اليسرى انتهى جلد سوم صفحہ ۵۱۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا اور فرد کا فی باب افتتاح الصلوة و الحذفی التكبير عن حماد بن عيسى قال قال لی ابو عبد الله يوماً یا حماد تحسن ان تصلى قال فقلت یا سیدی انا احفظ کتاب حریر فی الصلوة قال لا علیک یا حماد قم فصل قال نعمت بین یدی متوجها! الی القبلة فاستفتح الصلوة قال لا علیک یا حماد قم فصل نعمت بین یدی معوجها! الی القبلة فاستفتح الصلوة فرکعت و سجدت فقال یا حماد لا تحسن ان ما اقبح الرجل منکم ان یاتی علیہ ستون سنة او سبعون سنة فلا یقیم صلوة واحدة بحدودها تامة قال حماد فاصابتنی فی نسفی الذل فقلت جعلت فداک فعلمنی الصلوة فقام ابو عبد الله یستقبل القبلة منتصباً فارسل یدیہ جميعاً علی فخذیه قد ضم اصابعه و قرب بین قدمیه حتی کان بینهما قدر ثلاث اصابع متفرجات واستقبل باصابع رجلیه لهم ینحرفها عن القبلة و

قال بخشوع الله اكبر ثم قرأ الحمد بترتيل و قل هو الله احد (هذا للتعليم) ثم صبر هنية بقدر ما يتنفس وهو قائم ثم رفع يديه حبال وجهه و قال الله اكبر وهو قائم ثم ركع و مالاكفيه من ركبتيه ففرجات وردد ركبتيه الى خلفه حتى استوى ظهره حتى لو صب عليه من ماء او دهن لم تزل لاستواء قائما ظهره و مدّ عنقه و غمض عينيه (اى نزل على بين قدميه) ثم سبّح ثلاثا بترتيل فقال سبحان ربّي العظيم ولحمده ثم استواء قائما فلما استمكن من القيام قال سمع الله لمن حمده ثم كبر وهو قائم (شروع تكبير) و رفع يديه حبال وجهه ثم سجده و بسط كفيه مضمومتى الا صابع بين يدي ركبتيه حبال و جهه فقال سبحان ربّي الاعلى و بحمده ثلاث مرات و الم يضع مشيئا من جسده على شىء منه و سجده على شمانية اعظم الكفين والركعتين و انامل ابهائى الرجلين والجهّة و اتف وقال سبّحته منها فرض بسجده عليها وهى التى ذكرها الله تعالى فى كتابه فقال و ان المساجد لله فلا قد عوامع الله احد اوهى الجبهة والكفان و الركبتان و ابهامان و وضع الانف على الارض سنّة ثم دفع راسه من السجود فلما استوى جالسا قال الله اكبر ثم قعد على فخذه الا يسر و قد وضع ظاهر قدمه اليمن على بطن قدمه الا يسر و قال استغفر الله ربّي و اتوب اليه (وغيره) ثم كبر و جالس و سجدا السجدة الثانية وقال كما فى الاولى ولم يضع شيئا من يديه على شىء منه فى ركوع و لا سجود و كان مجنحا ولم يضع ذراعيه على

الارض مصلی رکعتین هذا ويد الاممومتا الا صابع وهو جاليس
فی اتشهد سلم فقال يا حماد هكذا صلی ۛ

یعنی علی ابن ابراہیم حماد بن عیسیٰ سے روایت ہے کہ ایک رواز امام جعفر
صادقؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اے حماد کیا تو اچھی طرح جانتا ہے میں نے نماز پڑھی۔
عرض کیا یا سید میرے میں نے کتاب الصلوٰۃ حریر کو یاد کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا
کوئی حرج نہیں تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ حماد کہتے ہیں کہ میں آپ کے سامنے
کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف رخ کر کے افتتاح الصلوٰۃ کیا اور رکوع وسجود بجالایا۔
حضرت نے فرمایا کہ اے حماد تو نے اچھی طرح نماز ادا نہ کیا۔ کتنے افسوس کی بات ہے
کہ تم لوگوں کی عمر ساٹھ ستر برس کی ہو جائے اور ایک نماز بھی درست طور سے نہ
پڑھے۔ اور اس کے حدود کو پوری طور سے بجا نہ لائے۔ حماد کہتے ہیں اس کلمہ سے
نہایت ذلت محسوس ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ آپ پر خدا ہوں مجھے نماز کی تعلیم
فرمائے۔ پس امام کھڑے ہوئے اور قبلہ کی طرف رخ کیا۔ سیدھے ہو کر آپ نے
دونوں ہاتھوں کو سیدھے لٹکا دیا۔ زانوں پر انگلیاں ملا لیں اور اپنے قدم کو نزدیک کیا
کہ ان میں تین یا چار انگل کا فیصلہ رہا اور پیر کی انگلیوں کو بھی جانب قبلہ کیا۔ کہ قبلہ
سے کج نہ رہے۔ پھر بخشوع اللہ اکبر ابھی تک آپ کھڑے ہیں۔ (تکبیر شروع کی)
پھر رکوع کیا (تکبیر کے آخر تک رکوع ہی میں پہنچے) پھر لیا دونوں ہتھیلی کو گھٹنوں پر کہ
انگلیاں کھلی ہوئی تھیں اور گھٹنے کو پیچھے کی طرف دبا دیا یہاں تک کہ برابر ہوئی آپ کی
پشت۔ اگر اس پر پانی یا تیل کا قطرہ ڈالا جائے تو وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے کیونکہ
اس کی پشت برابر تھی اور بڑھا دیا گردن کو اور نیچی کر لیا آنکھوں کو درمیان دونوں
قدموں کے اور تین مرتبہ بہ ترتیل سبحان ربی العظیم وبحمدہ کہا پھر سیدھے

کھڑے ہوئے۔ جب اچھی طرح کھڑے ہوئے تو فرمایا سمع اللہ لمن حمدہ (ربنا لک الحمد الخ) پھر تکبیر کہی دونوں ہاتھوں کو چہرے کے برابر بلند کیا (درمیان کانوں اور کندھے کے) پھر سجدہ کیا اور پھیلا دیا ہتھیلیوں کو کہ انگلیاں اس کی ملی ہوئی تھیں سامنے دونوں گھٹنوں کے مقابل چہرہ کے (یا کان اور کندھے کے درمیان) اور کہا سبحان ربی الاعلیٰ و بحمدہ تین مرتبہ اور اپنے بدن کو دوسرے بدن پر نہ رکھا اور سجدہ کیا۔ آٹھ عضو پر یعنی دونوں ہتھیلی، دونوں زانوں، پیروں کے دونوں انگھوٹھے، پیشانی اور ناک اور فرمایا کہ سات عضو پر سجدہ کرنا فرض ہے۔ خدا نے جس کا ذکر کیا ہے۔ کہ و من المساجد اللہ فلا تدعوا مع اللہ احداً میں کہ وہ پیشانی، دونوں کف دست، دونوں گھٹنے دونوں زانگشت پیروں کے اور ناک کا رکھنا زمین پر سنت ہے۔ پھر جب سر اپنا سجدہ سے بلند کیا اور سیدھے بیٹھتے ہوئے کہا اللہ اکبر۔ پھر بائیں زانوں پر بیٹھے ہوئے کہ ظاہر قدم اس میں رکھا۔ بطن قدم اسیر پر اور کہا استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ (رب اغفر لی واجہی و معدنی وغیرہ) پھر بیٹھنے والا ہو کر تکبیر کو شروع کیا اور دوسرا سجدہ کیا جس طرح سے پہلے سجدہ میں کہا تھا۔ اور رکوع و سجود میں ہر ایک عضو کو دوسرے عضو پر نہ رکھا اور ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے تھا اور ساق دست کو زمین پر نہ رکھا۔ (عورت ہر حالت میں تمام عضوات کو ملائے ہوئے رکھے) اس طرح دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی تھیں۔ اس طرح سے تشهد پڑھا اور بعد تشهد سلام کیا (ان لفظوں کے ساتھ جو فلاح المؤمنین وغیرہ میں مسطور ہیں۔ پھر فرمایا اے حماد اس طرح نماز پڑھا کرو اور اپنے ہاتھ باندھنے کی دلیل میں نودی کہتے ہیں کہ حجة الجمہور فی استحباب وضع الیمین علی الشمال - حدیث واثل

المذکور ہلہنا و حدیث ابی حازم رواہ البخاری ان تمام دلائل سے ثابت ہوا بلا کراہت ہر وقت ہاتھ کھول کر نماز پڑھیں۔ اگر کوئی وجہ واقع ہوئے ہاتھ باندھ کر بھی پڑھے کوئی ہرج یا نقصان نہیں۔ جیسے فقہ احوط صفحہ ۹۵ میں خاتم المجتہدین الامام شاہ سید محمد نور بخش رحمہ نے اپنے فتویٰ میں لکھا ہے کہ و اما آداب الیدین فی حال القیام فیجوزا رسالہما خذا الفخزین و یجوز عقد ہما بان تضع الیمنی علی الیسری اما تحت السرة اوفوقها تحت الصدر والاولی فی الصیف ارسالہما و فی الشتاء عقد ہما و فی القعود الذی ینوب القیام ان لم یتربع ینبغی ان یضع ہما تحت الصدر لثلا یتلبس هذا لقعود با تشہد یعنی اور قیام کی حالت میں دونوں ہاتھ برابر رانوں کے رکھنا آداب ہے اور جائز ہے دونوں ہاتھ باندھنا یہ کہ داہنا ہاتھ بائیں پر ناف کے نیچے یا اسکے اوپر سینہ کے نیچے۔ اور بہتر ہے گرم موسم میں دونوں ہاتھ کھول کر پڑھے اور سردی میں دونوں ہاتھ باندھ کر پڑھے تاکہ حضور قلب حاصل ہو۔ اور بیٹھ کر نماز پڑھنے میں وہ کہ قائم مقام ہو قیام کی۔ اگر چارزانوں پر بیٹھے تو اس حالت میں دونوں ہاتھ باندھ کر سینہ کے نیچے رکھے کیونکہ شک نہ ہو جائے کہ قعود میں ہے یا تشہد میں ہے۔ والسنن ان یرفع الیدین مع ہذین التکبیرین کرفع ہما مع تکبیرۃ الاحرام یعنی اور رکوع کے سنت یہ ہے کہ اٹھادے دونوں ہاتھ ساتھ دونوں تکبیر کے جیسے تکبیرۃ الاحرام کے ساتھ کرتے ہیں یعنی رکوع میں آنے کے وقت اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھوں کو کندھے اور کان کے برابر اٹھادے اور تکبیر کے تمام ہونے تک رکوع میں پہنچ جائے دوسرا ہاتھ اٹھادے یہ بعد سملہ کے اعتدال پورا کر کے سجدہ میں جاتے ہی اللہ اکبر کے ساتھ اٹھادے اور تکبیر پورا ہونے کے بغیر سجدے میں پہنچے۔ فقہ احوط صفحہ

۱۰۶۔ تین جگہ میں ہاتھ اٹھا دے ایک تکبیرۃ الاحرام میں دوسری رکوع کرنے کے وقت اور تیسری اعتدال سے سجدہ کرتے وقت۔ باقی تکبیروں میں رفع یدین حکم نہیں۔ اور گھٹنوں سے پہلے ہاتھ زمین پر ٹیک کر سجدہ میں جائیں۔ دوسری رکعت کے لئے بھی ہاتھ ٹیک کر سیدھا کھڑا ہو جائے کیونکہ اس میں زیادہ تواضع اور خشوع ہے۔

فقہ احوط صفحہ ۷۱۱۔ اور برعکس کرنے سے تکبر واقع ہوتا ہے۔ فقہ احوط صفحہ ۱۱۷ میں ہے کہ جلسة خفيفة بعد سجدة الثانية یعنی سنت ہے جلسہ استراحت دوسری رکعت کے لئے اور حالت تشہد میں داہنے قدم کی پشت بائیں قدم کی پیٹ پر رکھے اس کو دوتا کہتے ہیں یا دونوں قدم کی پشت زمین پر رکھے۔ یا متورک یعنی دونوں پاؤں طرف راست (دائیں طرف) کر کے بائیں ران پر یعنی سرین پر بیٹھے کیف اتفق یعنی جس طرح اتفاق ہو جائے ہے۔ فقہ احوط صفحہ ۱۱۹۔ اور صراط المستقیم متوسط یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مالا یطاق تکلیف نہیں دیا ہے۔ قوله تعالیٰ لا یكلف اللہ نفساً الا وسعہا یعنی اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اس کے گنجائش ہے۔ اور تفسیر جلالین میں ہے کہ ای لا من الطاعة الا طاعتہا اور تفسیر تنویر البیان صفحہ ۲۷۱ میں ہے کہ معراج میں رسول خداؐ نے بعد جواب تحیت پر وردگار کے یعنی السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمد عبده و رسولہ و اشہدو ان علیاً و لیہ وصی رسولہ اس کے بعد خدا نے اپنے حبیبؐ سے دریافت کیا کہ تیری امت میری شریعت ماننے میں کیا کہتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ کہتے ہیں۔ قالو سمعنا و اطعنا خدا فرمایا کہ جب تیری امت مطیع اور فرمان بردار اور و امرو نواہی کی ہے تو لا یكلف اللہ نہیں تکلیف دیتا ہے خدا نفسا کسی کو کہ الا

وسعها مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ اور افعال نماز میں تمام فرقہ افراط و تفریط میں بھرا ہوا ہے اور چاہئے کہ ہر حالت میں میانہ روی ہے۔ قولہ تعالیٰ 'منہم مقتصد' یعنی ان میں سے وہ گروہ حق پر ہے جو میانہ روی میں ہے اور جو فرقہ جمیع اصول و اعتقادات اور فروع عملیات کے اندر افراط واقع ہو یا تفریط میں واقع ہو اس میں رضائے خدا نہیں۔ اور قولہ تعالیٰ 'واقصد فی مشیک' یعنی اور چل بیچ کی چال میں۔ اس آیت شریف میں میانہ روی کے لئے اتنی تاکید فرمایا کہ امر کے صیغہ کی حکم جاری فرمایا اور دیکھو اس مختصر میں ہر حکم کا بیان لکھا گیا ہے۔ جو فرقہ جس کے تقلید میں ہو یا غیر مقلد عبرت حاصل کرنا چاہئے بلکہ راہ حق اوسط میں باز آئیں تو ابد کے عتاب و عذاب سے امن نصیب ہوگا۔ قولہ تعالیٰ 'قل ہذہ سبیلی ادعوالی اللہ یعنی کہ یہی میری راہ ہے بلاتا ہوں اللہ کی طرف۔ اور جلالین میں ہے کہ قل یا محمد ہذہ ای ملۃ ابراہیم سبیلی دینی ادعوالی اللہ اور ملت ابراہیم یہ اوسط کو کہتے ہیں اور ہر ایک فرقہ میں افراط و تفریط بین العلماء واقع ہو کر اختلاف الاصول اور مسائل ہو کر اس اوسط سے خارج ہوئے اور پیروی ظن خود غالب النفس ہو گئے۔ صاحب فرد شعور کر سکتا ہے اور اوسط میں ہر طرح سے ضرر و نقصان نہیں۔

قولہ تعالیٰ 'و علی اللہ قسد السبیل و منها جائز ولو شاء لہد اکم اجمعین' یعنی اور اوسط کی راہ اللہ پر پہنچتی ہے اور کوئی کج راہ بھی ہے اگر وہ (خدا) چاہے تو راہ دے تم سب کو (کج راستے سے نکال کر راہ حق میں کر دے) اور موضع القران میں ہے کہ اور اللہ کے راستہ میں سیدھے بھی اور کجی بھی ہے اور جس کی عقل ابتدائی طینت میں سیدھی نہیں وہ اس اوسط کے سبیل سے بہکتا ہے اور جلالین میں ہے کہ ای و علی اللہ قسد السبیل الہدی الی توحید و منها من

الادیان جائز مائل لیس بعاذل (الا الاوسط) مثل الیہود و النصرانیة و المجوسیة (وغیرہ ہم فی الاسلام) ولو شاء لهداکم اجمعین لدینہ یعنی جو حق بات ہے وہ اوسط میں ہے۔ جو لوگ اوسط کو چھوڑ کر کجی کو اختیار کرتے ہیں یہ مقدر کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ دو قسم کا ہے ایک ارادہ تقدیری ہے جس کے موافق نیک و بد وغیرہ سب دنیا میں پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارادہ سے کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی۔ اور تفسیر آیات الاحکام کلام رب الانام مصنف مولوی احسن محدث مرحوم اہل حدیث دہلی صفحہ ۱۳۰ میں ہے کہ اس ارادہ کا مطلب یہ ہے کہ اختیار اور ارادہ دیا جا کر دنیا میں پیدا ہونے کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنے علم الغیب کے موافق نیک و بد (کجی و راست، ہدایت و ضلالت) جس شخص کو جیسا جانچا ہے ویسا ہی اس کے اپنے ارادہ تقدیری سے پیدا کیا ہے۔ (یہ دنیا عالم اسباب ہے) تو اس عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ اذلی ان کے ان کی راہ راست آجانے کا قائم ہوتا ہے۔ اس واسطے نیک باتوں کا ماننا اس کو دشوار ہو جاتا ہے۔ جیسے علمائے یہود تھے کہ نیک باتوں سے ان کو نفرت تھی۔ حاصل یہ ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے کے بعد اپنے اختیار اور ارادہ سے انسان جو کچھ کرنے والا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے علم الغیب سے اسکو جانچ کر لوح محفوظ میں لکھ لیا۔ (اس سے یہی ثابت ہوا کہ حقیقی و مجازی دونوں میں بندہ فعل مختار نہیں ہوا۔ بلکہ خدا خود فاعل ہے تو درحقیقت فعل از طرف خدا ہوا) اس کا نام قضا و قدر ہے۔ اس میں مجبوری نہیں ہے حالانکہ دنیا نیک و بد کا امتحان خانہ ہے۔ اس لئے آسمانی کتابوں میں کہا گیا ہے (تقدیر میں موافق جو پیچھے مذکور ہے) جو شخص اپنے مجازی اختیار اور ارادہ سے نیک کام کرے گا اس کو اجر ملیگا اور جو شخص بد کام کرے گا سزا پائے گا۔ اور دیکھو صحیح مسلم میں عبد اللہ ابن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ جس

میں رسول خداؐ نے فرمایا دنیا کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ دنیا میں ہونے والا تھا وہ سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ اس کو قضا و قدر کہتے ہیں۔ قدر کے معنی اندازہ کے ہیں۔ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے دنیا کے پیدا ہونے کے بعد کا اندازہ جو لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے اس کو قدر کہتے ہیں۔ اور لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اس کو قضا کہتے ہیں۔ ایضاً صفحہ ۲۵۴ اور خداوند ادا کرنے کی قوت توفیق عطا بخشنے اور خداوند اصرار الحق سے اوسط میں قائم رکھے اور ہر مقدر دین و ایمان کے اور ناگہانی آفتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین یا اللہ۔



باب الاذان

قال۔ ہماری خانقاہ میں تین قسم کی اذان ہے۔ ہمارے خانقاہ کی اذان میں پڑھتے ہیں۔ علیا ولی اللہ بھی نہیں پڑھتے ہیں۔

اقول: اذان رسول اللہ کے حکم سے نہیں ہو اور خاتم المجتہدین شاہ سید محمد نور بخش رحمہ اللہ صاحب کے فتویٰ سے بھی خارج ہو کیونکہ فقہ احوط میں دس کلمہ ہیں وہ آگے کو لکھتا ہوں۔ اور اپنے مجتہد کے کتاب فقہ کا ایک فتویٰ کو عمداً انکار ہوئے وہ اس کی تقلید سے خارج ہے اور خدا جانے خانقاہ میں کتنے کلمہ اذان پڑھتے ہیں۔ اور تین اذان کس کو کہتے ہیں۔ کوئی مذہب نہیں کہ ایک مذہب میں تین قسم کے اذان ہو۔ اگر کوئی مقلد اس بات کو اعتقاد کر کے باعمل ہو جائے وہ خود تقلید مذکور سے خارج عمل باطل ہے۔ کیونکہ خلاف مجتہد مقلد کے لئے کسی مسئلہ میں جائز نہیں۔ اور تقلید کا بیان ہو چکا ہے اور دیکھو فقہ احوط صفحہ ۵۲ میں ہے کہ و یجب فی ہما (اذان و اقامت) الترتیب والمواالات یعنی واجب ہے اذان و اقامت میں ترتیب و موالات۔ وہ یہ ہیں کہ:-

” اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ ط اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيَّ اللّٰهِ ط حَيَّ عَلَيَّ الصَّلٰوةِ ط حَيَّ عَلَيَّ الْفَلَاحِ ط حَيَّ عَلَيَّ خَيْرِ الْعَمَلِ ط مُحَمَّدٌ وَّ عَلِيٌّ خَيْرُ الْبَشَرِ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ ط“

اس ترتیب میں سے ایک کلمہ ترک کیا جائے تو ترک واجب ہو گیا۔ اور دعوات صوفیہ و امامیہ اور مصابیح الاسلام اور تحفہ قاسمی میں یہ ترتیب مذکور مندرج ہے۔ اس میں کم و زیادہ کرنے کی گنجائش نہیں رکھا ہے۔ مقلد اہل نور بخشیہ کو اگر کوئی شخص عمداً

کم و زیادہ کرے وہ خارج تقلید ہے کیونکہ ہماری تمام کتابوں میں یہی حکم لکھا ہے اور اس میں چوں چرا کہیں بھی نہیں لکھا ہے۔ اہل مذکور کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں تاکہ اطمینان قلب تسکین ہو جاوے اور ان مذکور کلموں میں سے کسی کلمہ کو نہ پڑھنے کی کوئی علت اپنی کسی کتاب میں نہیں ہے و اما قراءة الشهادة لعلیٰ بالولایت و ان محمد و علیٰ خیر البریہ فہی من احکام الایمان من الفاظ الاذان والاقامة ہذا الحکم فی الفردوس و درزبدۃ الفقہ ہمیں حکم دارد۔ و قول شیخ ہو جعفر طوسی کہ در فقرہ یعنی اشہد ان علیا و لی اللہ و محمد و علیٰ خیر البشر من ارکان الایمان والاذان والاقامة ط سراج الاسلام فقہ احوط صفحہ ۲۳ و تحفہ قاسمی صفحہ ۵۳ میں نقل ہے۔ اور کتاب تفسیر جواہر سے سراج الاسلام فقہ احوط صفحہ ۵۳ میں نقل ہے آوردند کہ رسول خداؐ انگشتی مبارک خود را بہ سلمان داد کہ لا الہ الا اللہ بر آنجا نقش بکن و در آن وقت جبریلؑ فرو آمد و گفت خدائی تعالیٰ سلام و درود فرمودہ است انگشتی خود را جناب نقش فرمودی در آن لا الہ الا اللہ نقش بکن۔ بحکم خدا ہر جا کہ لا الہ الا اللہ باشد در آنجا محمد رسول اللہ باشد و ہر جا کہ محمد رسول اللہ باشد آل جا علی و لی اللہ باشد و در اقامت و اذان و تشہد ہم این سہ اسم بخواند نماز قبول نہ کند۔ اور فقہ سراج السلام صفحہ ۵۳ و تحفہ قاسمی صفحہ ۵۳ میں ہے کہ جمع اصحاب نقل کردہ اند کہ در اخبار شاذہ وارد شدہ است کہ خبر است۔ ابوالبٹ ہر دی کہ از اکابر عام است در ریاض الصادقین نوشتہ کہ در حین حیۃ رسول خداؐ پنج بار در مدت شش ماہ یا نہ ماہ اتفاق این مقال (علی ولی اللہ و محمدؐ علی خیر البشر) افتاد در وضعہ را از بیجا دست دادہ کہ این الفاظ در اذان و اقامت مے بردارند انما نمی دانند کہ حکم منسوخ شدہ کہ صحابہ گاہے آں را در زمان خلافت خود اذان و اقامت نہ گفتہ اند بلکہ احدے اگر

این امر را جرأت مے کرد۔ حضرت فاروق اور ابہ تادیب شدید مے گرفت۔ لہذا ائمہ بخاری شریف گویندہ علی را بدون اذان ازان ہم فاسد المذہب دانستہ۔ نماز پشت مراد باطل دانستہ اند۔ اور مودۃ القربیٰ میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی سے منقول ہے کہ عن جابر قال قال رسول اللہ رایت علی باب الجنۃ مکتوباً لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و ولیّ ولیّ اللہ اخوی رسول اللہ یعنی جابر انصار سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دروازہ جنت پر دیکھا ہے میں نے کہ خدا کے سوا عبادت کرنے کا قابل کوئی نہیں ہے اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور علیؑ خدا کے ولی اور رسولؐ خدا کے بھائی ہیں۔ ایضاً عن عطا قال سئل عائشۃ عن علیؑ قالت ذالک خیر البشر لا یشک الا کافر یعنی عطا سے روایت ہے کہ بی بی عائشہ سے علیؑ کی بابت سوال کیا جواب وہ (علیؑ) تمام آدمیوں سے بہتر ہے بعد نبیؐ کے۔ نہیں شک کرے گا مگر کافر (کافر ضرور شک کرے گا)۔ اور مودۃ القربیٰ میں ہے کہ خدیفہ یمانی از جابر انصاری اور فخر رازی وغیرہ نے ابن مسعود سے روایت کی کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ علی خیر البشر (بعد النبیؐ) من ابی فقد کفر یعنی رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ علیؑ بہتر ہے تمام آدمیوں سے (بعد نبیؐ) جو شخص انکار کرے وہ کافر ہو گیا۔ ان سے معلوم ہو گیا کہ علیؑ کو تمام صحابہ پر فوقیت حاصل ہے۔ ابوبکر باقلانی در بعض کتب خود گفتہ کہ امام العارفین وقدوة السالکین عبد الرحمان عسقلانی در فضائح الردافض بر نگاشت کہ ایں طائفہ (رافضی کو) بھڑہ از خدا پرستی است۔ آنچہ ہستند خود را بہ علیؑ مے چسپانند۔ براویت منسوخ تمسک میثوند۔ چنانچہ شعار خود ساختہ کہ در آذان و اقامت علی ولی اللہ مے گویند۔ دریں گفتن را عین دین مے انکارند و نئے دانند کہ اکابر صحابہ در ترک آں (علی ولی اللہ) کوشیدہ اند الخ۔

منتخب کنز العمال حاشیہ سند امام احمد حنبل جلد پانچ میں ہے کہ عن سلمان قال قال رسول اللہ ﷺ خلقت انا و علی من نور واحد قبل ان یخلق اللہ آدم باربعة الاف عام فلما خلق اللہ آدم ركب ذالک النور فی صلبه فلم یزل فی شیء واحد حتی افترقنا فی صلب عبدالمطلب فی النبوة و فی علی الوصیة مروی فی المودة القربیٰ یعنی سلمان فارسی سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں اور علیؑ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے سے چار ہزار سال پہلے ایک ہی نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ جب اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو یہ نور ان کی پشت میں رکھا گیا۔ پھر لگاتار یہ نور ایک ہی چیز رہا یہاں تک کہ عبدالمطلب کی پشت میں آکر ہم جدا جدا ہو گئے۔ پس مجھ میں نبوت ہے اور علیؑ میں وصایت اور خلافت آئی۔ اور دیکھو کہ دروازہ جنت پر۔ اور آنحضرتؐ کی انگوٹھی کے نگینے میں۔ اور عبدالمطلب کی پشت تک ایک ہی نور رہا۔ اب یہاں آذان اور اقامت اور تشہد میں کیسے جدائی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ خداوند قادر قیوم کو محمدؐ و علیؑ میں جدائی کرنا پسند نہیں کیا ہے۔ ہم کس طرح خلاف مرضی خدا کر سکتے ہیں۔ عن علیؑ قال قال رسول اللہ ﷺ خلقت انا و علی من نور واحد فی المودة فی القربیٰ یعنی حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جس جگہ محمدؐ کی گواہی دیں وہاں علیؑ ولی اللہ کی بھی گواہی ضرور دینا چاہئے کیونکہ آدمی نور کی گواہی دینا بدعت ہے۔ یہ نہایت غلط فہمی ہے اور کہتے ہیں کہ جو شخص کہ بہ قصد جزا ان میں علیؑ ولی اللہ کہنا بدعت ہے تبرکاً کہنا درست ہے اور یہ بات خلاف شرح ہے۔ اس واسطے کہ کسی امر کا کہنا بدعت ہوگا اسکا تبرک کیوں کر ہو سکتا ہے۔ مجمع البحرین صفحہ ۶۸۹ حاشیہ آقا جمال بہ شرح تجرید صفحہ ۱۰۹ لما قال

عمر حسین خلافة صعد على المنبر ياتها الناس ثلث ركن على عهد رسول الله وانا نهى عنهن وهى متعة النساء و متعة الحج و حتى على خير العمل رواه ابو نعيم فى حلية الاولياء تحفة قاسمى صفحہ ۸۵۔ ان دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں جاری تھا کہ آنحضرت کی وفات کے بعد متروک العمل ہو یا محدث العمل ہوا۔ قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ آنحضرت کے زمانہ سے بہتر زمانہ قیام قیامت تک نہیں آئے گا۔ اگر کوئی شخص آنحضرت کے زمانہ سے متاخرین زمانہ مخیر کرے وہ بدعت ہے۔ مجمع البحرین صفحہ ۸۵۔ بلال بشارت آنحضرت ندا کرد در روز غدیر خم کہ الصلوة جامعة بروایت دیگر بردارد کہ حق علی خیر العمل۔ ایضاً فی صفحہ ۸۷ علی الندی احدث عثمان فی یوم الجمعة الصلوة ها فانه كان يا مر بالندأ لها مهل يقال له بغير وراء ليجتمع الناس للصلوة و كان ينادى لها بالفاظ ان المشروع ثم جعله الناس من بعد استحبتنا بالايات (یعنی خسوف و کسوف و زلازل و اخاديف سماویہ و الصلوة علی النبی تحفة قاسمى صفحہ ۸۳۔ نماز عیدین۔ نماز غدیر خم، نماز جمعہ۔ نماز آیات۔ قبل طلوع صبح صادق نداء الصلوة کہنا کوئی بدعت نہیں بلکہ سنت رسول ہے کیونکہ برائے تنبیہ الغافلین جیسے کہ الصلوة خیر "من النوم فی اثناع اذان بدعة الا قبل و بعد۔

فقہ احوط صفحہ ۵۳ میں ہے کہ والصلوة خیر "من النوم فی خلال الاذان بدعة فان قيل قبل اذان الصبح او بعده تنبيه الغافلین یعنی الصلوة خیر من النوم بیچ اذان میں کہنا بدعت ہے۔ پس اگر کہا جائے پہلے اذان صبح یا بعد اس کے بے خبر اور سستی لوگوں کو خبر ادا کرنے لئے لا باس۔ اور درمیان اذان

الصلوة خیر من النوم اس دلیل سے بدعت ہو گیا کہ عبداللہ ابن بزرگ اور ثقفہ اور جید صحابہ ہیں جس مسجد میں اذان کے درمیان الصلوۃ خیر من النوم سنے اس مسجد سے آپ بھاگ جاتے تھے کیونکہ بدعت میں داخل نہ ہوئے۔

ترمذی صفحہ ۲۸ اور وی عن مجاہد قال دخلت مع عبد اللہ بن عمر مسجداً و قد اذن فيه و نحن نريد بان نصلي فيه فثوب المؤذن فخرج عبد اللہ بن عمر من المسجد و قال اخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم يصل فيه مطلب جس مسجد میں الصلوۃ خیر من النوم پکارا جاتا ہے وہاں نماز پڑھنا ناجائز جانتے تھے۔ گو کہ وہ پڑے معتبر صحابہ ہیں۔ مجمع البحرین صفحہ ۱۷ سورۃ بنی اسرائیل واسئل من ارسلنا قبلک من رسلنا روى ابن عبد البر فی الاستعاب و ثعلبی عن ابن مسعود قال ان النبیؐ لیلة اسرى به جمع الله بنیه و بین الاختیار ثم قال له سئلهم با محمدؐ علی ماذا بعثتم قال ابعثنا علی شهادة ان لا اله الا الله والاقرار بنیوک و لو لا بعلى ابن ابی طالب تحفه قاسمی صفحہ ۵۲۔ اس سے یہ معلوم ہو کہ جہاں خدا و رسولؐ کی گواہی دے وہاں علیؑ کی بھی گواہی ولایت کا ضروری دینا چاہئے ورنہ خلاف سنت الانبیاء میں داخل ہوگا۔ تو اذان میں علیا ولی اللہ ضرور کہنا چاہئے۔ محمدؐ اول سے آخر تک سب سے بہتر ہے اور حضرت علیؑ بعد النبیؐ سب سے بہتر ہے اور اس بات کو جاننا ضروری امر ہے ورنہ افراط و تفریط میں پڑ جائے گا۔ اور اذان کے ایک جملہ کے اندر کوئی لفظ پیوند کرنا بدعت ہے۔ جیسے علیا ولی اللہ پر حجت اللہ وغیرہ پیوند کرنا بدعت ہے کیونکہ علیا ولی اللہ قدیمی ہے۔ بدلیل مذکور کے اور صرف علیا ولی اللہ ہی ضرور اذان میں پڑھے۔ اور منتخب الاعمال اقامت میں

بھی لکھا ہے مگر اہل سنت بدعت جانتے ہیں۔ اکثر شیعوں کو بھی دھوکہ ہو کر وہ بھی بدعت جانتے ہیں۔ کہنے کو فضول اذان میں علیا ولی اللہ داخل نہیں ہے تبرکاً اذان میں کہنا جائز رکھا۔ بہ تدبیر بنی امیہ کے حسی علی خیر العمل تک اذان سے نکال ڈالا گیا تھا۔ علیا ولی اللہ و محمد علی خیر البشر کیوں کر رہتا۔ نام علی سے دوست علی قتل کرتے تھے۔ شیعہ اذان میں علی کا نام کیوں کر لیتے لیکن احادیث سے ثابت ہے۔ یہ دو فقرہ اذان و اقامت کا جزو ہے۔ حدیث وارد ہے جہاں لا الہ الا اللہ کہے وہاں محمد رسول اللہ کہے اور جہاں محمد رسول اللہ کہے وہاں علی ولی اللہ ہے۔ اور جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ جہاں میری شہادت دو وہاں ولایت علی کو بھی ظاہر کرو۔ اور فرمایا کہ جو میرے اور علی کے درمیان فصل دیں بقدر اعلانہ پہنچے گی اس کو میری شفاعت اور کتاب لوا مع میں وارد ہے کہ عمار کہتے ہیں پس ثابت ہوا کہ اذان غیر اثنا عشری (امامیہ بارہ امام کے دوست دار کے سوا) کے صحیح ہے۔ فرمایا اذان اس کی صحیح نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا اذان میں ذکر علی سے خالی ہے اس وجہ سے اذان کو اس کی غیر صحیح فرمایا۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ جناب محمد اور علیؑ ایک ہی نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ ایک بہ نبوت اور ایک کو بامات متعالیٰ نے ممتاز فرمایا۔ نفس روح ایک ہے۔ کسی مقام پر جدائی ان کی متصور نہیں۔ مودت میں مروی ہے۔ اور نسخہ نور ایمان میں بہ تصریح لکھا ہے اور تحفہ العوام شیعہ نو لکھنؤ صفحہ ۲۶ میں ہے کہ اور یہ بات ثابت ہے کہ یہ فضول حسی علی الصلوۃ جو اذان و اقامت کے جز میں ان کی بزرگی ثابت ہے۔ نہ کچھ شرف فقط حکم نبویؐ کی اطاعت ہے ان کا جزو ہونا تو لازم ہوا اور ان کا کہنا بدعت نہ ہوا۔ پس علیا ولی اللہ کا کہنا نور خدا و صی مصطفیٰ علامت ایمان ہے۔ اس کا اظہار کرنا جز اذان جاننا کیوں کر

بدعت ہو سکتا ہے۔ بلکہ اپنی طرف سے ایجاد کر کے تیرکا کہنا یہ مطلوب شارع نہیں ہوگا۔ پس ثابت ہے کہ بہ سبب تشدد و عتاب کے تقیہ میں سابقین نے نہیں لکھا۔ پس جس دلیل سے علی ولی اللہ جز کلمہ طیبہ ہے اسی دلیل سے اذان کا جز ہے۔ اور مودۃ القربیٰ کی مودۃ ہشتم میں ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ یا علی میرا نام اور آپ کا نام چار جگہوں میں ساتھ ملا کر دیکھا۔ اول معراج کے وقت بیت المقدس کے پتھر پر۔ دوسرا سدرۃ المنتیٰ تیسرا ستونہائے عرش عظیم پر اور چوتھا دروازہ بہشت پر۔ یہ مذکور جگہوں پر لکھا ہوا دیکھا۔ اور زمین پر علی کا نام لینا جبریل کا نذر ہے۔ رسول خداؐ کی انگوٹھی کی مہر اور فرمایا کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور چگون زمین پر اذان و اقامت میں جدائی ڈالتے ہیں۔ قال رسول اللہؐ و فی الاذان و الاقامت فی الامۃ فمَنع فی الاذان باسم علی فقد کفر و ضلال و ملعون و مردود و من صلی مع شکۃ ان صلواتہ علیہ لال و فی الاخبارۃ ناراً و فی القبر عقرب لکل شیءٍ مَنع مَنع الاذان اسم علیؑ ان اللہ لم یفرق بینہما مع مکتوب فوق باب العرش لا الہ الا اللہ محمدؐ الرسول اللہ علی ولی اللہ مکتوب علی باب الجنۃ لا الہ الا اللہ محمدؐ الرسول اللہ علی ولی اللہ بقول الروح ان ذکر علی فخری و کیف یفرق فی الارض ءاین قول در مصابیح الاسلام و در کنوز الغرائب و نور الائمہ و کنوز الخ و در حاشیہ فقہ احوط صفحہ ۵۲ و صفحہ ۵۴ و تحفہ قاسمی صفحہ ۵۴۔ یہ جتنی اہل نور بخشی کتابیں ہیں سب میں مسطور ہے۔ علیا ولی اللہ و محمد علی خیر البشر۔ اس سے معلوم ہوا کہ اذان اور اقامت میں یہ دونوں فقرہ و حی لی خیر العمل کو پڑھنا ضروری ہے۔ عہداً اذان و اقامت میں بلا عذر ترک کرے تو اس کی اذان اور نماز مقبول الہی نہیں

ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نزول اس آیت کا ان الذین امنو و عملو
 الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ حضرت علیؑ کے حق میں بتایا ہے۔ اور حضرت
 علیؑ بعد اثنیؑ کے خیر البشر ثابت فرمایا ہے اور مطلع ہو گیا کہ اذان و اقامت میں محمدؐ و علیؑ
 خیر البشر کہتے ہیں۔ نہ کوئی عیب ہے نہ کوئی بدعت ہے۔ بلکہ ندائے ضروری ہے کیوں
 کہ اتنا نہ معلوم ہوئے تو اس کی ایمان میں نقص پیدا ہے اور بعد دعائے اذان کے قبل
 اقامت کے درود بر محمدؐ و آل محمدؐ پڑھیں۔ یہ حکم سبیل الاسلام جلد اول صفحہ ۸۱ میں حضرت
 انسؓ سے روایت ہے نقل کی ہے تحفہ قاسمی صفحہ ۵۲ میں اور فقہ احوط میں بھی ہے۔ اور
 اذان و اقامت کی ترتیب فقہ احوط وغیرہ میں مذکور ہیں اور اسی میں بھی مطابق مذکور
 کتابوں میں درج کیا ہے۔ اس ترتیب مذکور سے کم و زیادہ کرنا مقلد خود کے لئے بہر
 حال اجازت نہیں۔ اگر زیادہ کرے بدعت ہے اور اگر کم کرے تو ترک واجب ہے۔
 ان دلائل سے ثابت ہے اور اذان مرتین مرتین اور اقامت مرتہ مرتہ مگر قد قامت
 الصلوٰۃ و تکبیرات دو دو مرتبہ پڑھیں۔ اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حکم کیا بلال کو
 حضرتؐ نے جفت کہے کلمہ اذان کے اور اقامت بے جفت (یعنی طاو) مگر قد قامت
 الصلوٰۃ و تکبیریں مظاہر حق باب اذان صفحہ ۲۲۷ متفق علیہ حدیث ہے اور ابن عمرؓ سے بھی
 مروی ہے مرتین مرتین اور قد قامت الصلوٰۃ مرتہ مرتہ۔ ابو داؤد و نسائی اور
 دارمی مظاہر حق صفحہ ۲۲۹ میں ہے۔ اور اذان اور اقامت دونوں میں مرتین پڑھنا
 جائز ہے مگر قد قامت الصلوٰۃ اور آخری تہلیل کو مرتہ پڑھے اور اذان اول کی تکبیر ان چار
 مرتبہ پڑھے۔ فقہ احوط صفحہ ۵۲ میں ہے کہ والاذان تکبیراتہ الاول رباع
 والباقی لا یجوز الا مشنی والاقامة یجوز مشنی الا تہلیل الاخر منہ و
 یجوزہ فرادی الا قد قامت الصلوٰۃ و التکبیرات یعنی اذان کی تکبیر اول چار

مرتبہ اور باقی کلمہ کو جائز نہیں۔ مگر دودو بار اور اقامت بھی دودو بار مگر اس کی آخری تہلیل کو اور جائز ہے کہ ایک ایک مرتبہ مگر قدامت الصلوٰۃ اور تکبیرات دودو مرتبہ پڑھے۔ اور افضل ہے کہ اذان دو مرتبہ اور اقامت ایک ایک مرتبہ پڑھے اور علیا ولی اللہ پڑھنے میں بعض اہل نور بخشیہ بھی تبرک کہتے ہیں۔ اہل شیعہ کے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں ورنہ نور بخشی کی کسی کتاب میں تبرک کا حکم نہیں ہے۔ اپنی رائے سے ایجاد کیا ہے قابل اعتبار نہیں ہے۔ اور اذان کی چگونگی کو فقہ احوط وغیرہ میں مطالعہ فرمانے سے خاطر بے ثبات کو تسکین اور مطمئن ہو جائے گا اور یہ بھی مؤجل بات ہے جب تک وہ بات جو مقررہ وقت میں موجود نہ آئے تب تک کتاب میں ملاحظہ و مطالعہ بھی نہیں کرتا نہ خیال میں آتا نہ مسئلہ سمجھ میں آتے۔ اور تفسیر آیات الاحکام صفحہ ۲۱۱ میں نقل ہے صحیح مسلم میں سے کہ عبد اللہ بن العاص سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کی پیدائش سے قیامت تک جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم اڑی کے موافق ہونے والا ہے اس کو دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے خداوند تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ ایضاً صفحہ ۸ میں صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت علیؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب کے نتیجہ کے طور پر لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کریں گے اور کتنے آدمی دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل کام کریں گے۔ اسی کو مؤجل کہتے ہیں۔



فصل فی باب بہتان

قال احتاق الحق صفحہ ۳۰ میں ہے کہ آپ کے اجداد نے ہم غریب سادات کو تین مرتبہ قتل عام کیا اور عام مجلس میں باعلائیہ کہا کہ ہمارے آباء و اجداد کو تم خیلو والوں نے قتل کیا ہے اور اسی مجلس میں یہ بھی کہا تم خیلو والے فسادی اہل کوفہ ہے۔ اقول: خوب ہمارے اجداد سے لڑ کر مغلوب ہوا۔ تین مرتبہ قتل عام کیا اور بھاگ گئے تو آگاہ ہونا چاہئے کہ قیامت آنے تک ان کی اولاد سے بھی فتح ملنا غیر ممکن ہے۔ کیونکہ غالب ہونے سے مایوس ہے اور مغلوب کی عادت ہے اور اس بات کا ثبوت کہیں بھی نہیں ہے کہ خاص کر ہمارے اجداد نے کیا۔ محض لغو اور بہتان ہے ایک بڑے گناہ یعنی گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے۔ قولہ تعالیٰ البہتان اثما مبینا یعنی تہمت ایک اظہر گناہ ہے اور گناہ اظہر کے لئے بغیر توبہ کرنے کے قابل غفو اور امانت کے نہیں۔ کیونکہ فقہ احوط صفحہ ۶۰ میں ہے کہ وان کان ظاہر الفسق کانہ مفصلو ته باطل یعنی اور اگر ظاہر الفاسق ہے گویا ان کی نماز باطل ہے۔ یعنی امامت کے لائق نہیں کیونکہ ظاہر الفاسق جب معلوم ہو گیا اگر توبہ نصوح میں آئے گا اور قائم بھی رہے تو بہتر ہے ورنہ امامت کے لائق ہرگز نہیں کیسے ہی نسب کا ہو۔ اور بہتان کی مذمت حدیث صحیح متواتر وارد ہے۔ طوالت کے خوف سے نہیں لکھا ہے اور تمام اہل خیلو چہ اولیٰ چہ ادنیٰ ہو سب کے سب ظالم اور فسادی ہو گئے۔ کیونکہ عام مجلس میں فرمایا ہے کہ تم اہل خیلو نے ہمارے آباء و اجداد کو قتل کیا ہے اور تم لوگ اہل کوفہ ہے اس بات میں موضع منصوری کے اہل خیلو جو خاص جلسہ میں شریک ہیں سب کو معلوم اور گواہ ہیں اور اتنے ثبوت اپنی زبان سے اقرار ہو کر بھی اپنے آباء و اجداد کے خون بہا کو کیوں نہ لیتے

ہیں۔ اب معلوم ہوا خون بہا اہل خیلو سے ہرگز نہیں لے سکتے۔ تہمات کو ثبوت کا اثر نہیں۔ کچھ کر نہیں سکتا ہے اور انتقام بہ ہر حال لگا لو کہ خیلو میں پھر وجہ فساد ہمیشہ قائم رہے اور دین برباد ہو جائے تو کیا غم ہے اور تم لوگ اہل کوفہ جو کہا ہے۔ اس کے ثبوت میں بطور گواہ احقاق الحق صفحہ ۲ میں کچھ بیان ظلم کی حضرت مسلم کے یتیموں کا لکھا ہے تاکہ لوگوں کو صادق آجائے۔ فعل مختار بندہ کر کے اپنی ہوس پورا کرنے کے لئے ہے یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ دیکھو قوله تعالیٰ 'ولو اتبع الحق أهواءهم لفسدت السموات والأرض ومن فيهن' یعنی اور اگر پیروی کر دے خدا انکی آرزوں پر تو ضرور خراب ہوں آسمان وزمین اور جو کوئی اس کے بیچ میں ہے (خداوند عالم بندے کی خواہش پر نہیں چلتا ہے اور بندہ اللہ کی منشاء اور مرضی پر ہے) اور اب اس وقت نرمی سے یا سختی ہے اللہ کا ارادہ وقت مقررہ پر ضرور پورا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اس کا وعدہ سچا ہے۔ تفسیر آیات الاحکام وہابی صفحہ ۱۵۱ اور قوله تعالیٰ 'من مثقال ذرة في الارض ولا في اسماء ولا اصغر من ذالك ولا اكبر الا في كتاب مبين'۔ یعنی ایک ذرہ بھر زمین اور آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹا اور نہ اس سے بڑا جو کھلی کتاب میں نہیں۔ اور تفسیر جلالین میں ہے کہ 'من مثقال ذرة وزن نملة الحمراء من اعمال العباد في الارض ولا في السماء ولا اصغر من ذالك لا اخف من ذالك ولا اكبر ولا اثقل الا في كتب مبين'۔ مکتوب فی اللوح المحفوظ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کے فعل اور قول اور لفظ بھی لوح محفوظ میں درج ہیں اور لوح محفوظ جو ٹھہر گز نہیں۔ اگر لوح محفوظ مذکور کو جو ٹھہر کہے تو پورا تقدیر کے منکر ہو گیا۔ جب انکار تقدیر ہوئے کافر کہنے میں کیا خوف ہے اور لوح محفوظ میں جو لکھا ہے وہ ہو کے رہیں گے۔ اس کو قضا و قدر کہتے ہیں۔

باب جمعہ

(جمعہ کا بیان)

قال نماز جمعہ پڑھ کر دوبارہ ظہر پڑھنا جائز نہیں۔ احقاق الحق صفحہ ۲ میں ہے۔
 اقول: ہر نماز کے لئے وضو شرط ہے ہر وضو کے لئے پانی اور مٹی شرط ہے۔
 بشرطیکہ ناحق اور غضبی اور چوری اور بلا اجازت کے نہ ہو تب وضو درست اور نماز بھی
 صحیح ہے۔ اگر ان میں ایک بجا نہیں تو نماز نہیں ہوتی ہے۔ دیکھو فقہ احوط صفحہ ۹ میں
 ہے کہ و من شرائط الصلوة سجد طاهر غیر مغضوب و ان لم تجد
 غیر مغضوب و ضاق الوقت یجوز فیہ و ان کرهت یعنی اور نماز کے شرائط
 سے ایک تو یہ ہے کہ نماز پڑھنے کی جگہ پاک ہو غضبی نہ ہو اور اگر غضبی کے سوا نہ ملے اور
 وقت بھی تنگ ہو نماز پڑھنا جائز ہے۔ اگرچہ مکروہ ہے۔ اور لومع سے نقل ہے بر حاشیہ
 فقہ احوط صفحہ ۹ میں کہ اگر غیر مغضوب غیر غضب کردہ شد یعنی مسجد کے بظلم و جور
 ساختہ نہ شدہ باشد و جائے بنائے آں از کسی بظلم نہ گرفتہ باشد و عملہ و فعلہ آن بہ
 زبردستی و بہ بظلم بکار نہ بردہ باشند۔ جب یہ شرطیں پوری نہ ہوں نماز پوری نہیں ہوتی
 ہے۔ اور پانچوں وقت کی نماز گویا ہر نماز کے لئے یہ چھ ارکان ذیل میں شرط لکھا
 ہے۔ جب تک کہ یہ شرطیں پورا نہ ہوئے بغیر اعادہ سے درست نہیں ہیں۔ وہ ارکان
 عظام یہ ہیں:

۱۔	نیت تکبیرۃ الاحرام	۲	قیام
۳۔	قرأت	۴۔	رکوع
۵۔	سجود	۶۔	تشہد کیلئے قعود

ان کے سوا میں سجدہ سہو جائز ہے اور سنت کے لئے سنت اور واجب کے لئے واجب ہے اور ہر عبادت کے لئے شرط رکھا ہے۔ جب تک وہ شرط کامل نہ ہوے مشروط مکمل نہیں ہوتے ہیں۔ اور اصول دین میں پانچ اصول ہیں ہر پانچوں میں مکمل اعتقاد نہ ہوئے ایمان کامل نہیں ہے۔ اور فروع دین بھی پانچ ہیں۔ ہر پانچوں کے عمل باعتقاد پورا نہ ہوئے عبادت کامل نہیں ہوتی ہے۔ جیسے نماز روزہ اور حج مناسک وغیرہ میں شرط ارکان ہے۔ جب تک وہ شرائط کامل نہ ہوئے مشروط ناقص ہیں۔ جب ناقص ہو جائے تو وہ شجر بے ثمر ہے۔ دیکھو اہل سنت کے یہاں بھی یہ حکم ہے۔

مجموعہ فتاویٰ جلد دوم صفحہ ۲۳۴ سوال الثانی حضر تنا آدم اللہ تعالیٰ فیوضاتکم علینا هل یصلیٰ اخری الظہر بعد الصلوۃ الجمعه فی المک النصرای ام بینو بیانا شافیا اجرکم اللہ تعالیٰ اجرا کا فیا هو المصوب نعم یصلیٰ احتیاطاً لا وجو بالکن الان فی صحۃ الجمعة فی هذه البلا وشکا بسبب فقد شرط السلطان تدع علیہ هذه العبادات و قال فی العالم گیرية عن تهذيب لو تقدر الاستذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بهم الجمعة ضاز انتھی تحفہ قاسمی صفحہ ۲۶۳ اور مطابق کتاب اہل سنت کے چند شرائط نماز جمعہ کے مقرر ہیں۔ ولا يجوز اقامتها الا للسلطان او لمن امیره یعنی اور جائز نہیں ہوتا ہے نماز جمعہ قائم کرنا مگر سلطان یا اس کے حکم کو۔ الوقت تفصح فی وقت الظہر ولا تصح بعده یعنی وقت جمعہ رہتے ہی پس جمعہ ہو جائے۔ ظہر کے وقت تک جمعہ پڑھ سکتا ہے اور صبح نہیں ہوتا ہے وقت ظہر کے بعد۔ کل موضع وقع الشک فی کونه مصرأ ینبغی لهم ان یصلوا بعد الجمعة اربعا بنیۃ الظہر احتیاطاً۔ لقول

الشافعی فانہ لا بشرط المصر بل يجوز ما فی کل موضع اقامة سکنة
 اربعون رجلاً احراراً و به۔ یعنی ہر ایک موضع میں شک واقع ہو جائے اس کے شہر
 ہونے میں ان کے لئے چاہئے کہ بعد جمعہ کے چار رکعت ظہر بہ نیت احتیاطاً پڑھے۔
 شافعی کا قول یہ ہے کہ پس تحقیق شہر کے لئے یہ شرط نہیں ہے لیکن جائز ہوتا ہے۔ ہر
 ایک موضع میں کہ چالیس آدمی آزادی کے ساتھ ساکن قائم ہو۔ لفوت بعض
 الشرائط فی حقہ فیصلی اربعاً اعتباراً الظہر یعنی جمعہ کے شرائط میں سے
 بعض جمعہ کے حق میں فوت ہو جائے۔ پس چار رکعت ظہر کی احتیاطاً پڑھے۔ فعدم
 الشرائط منها الامام المتصف بصفات الامامة و هیہ الذکورة و الحرّیہ
 والبلوغ والعقل والاسلام والعدل والعلم والورع والشجاعة
 والسخاوة واشرف الانساب فی الملة محمدیة و هذاہ الخصائل
 كالشرائط والارکان یعنی اور نماز جمعہ کے لئے چند شرائط ہیں اس میں سے امام
 یعنی پیش نماز امامت کے لئے صاحب صفت ہو (یعنی خاص نماز جمعہ کے لئے۔ وہ یہ
 کہ (۱)۔ مرد ہونہ کہ عورت (۲) آزاد ہونہ کہ غلام (۳) بالغ ہونہ کہ غیر بالغ (۴)
 عاقل ہونہ کہ مجنون و اخوات اس کی (۵) اسلام ہونہ کہ کفر (۶) عادل ہونہ کہ غیر عادل
 (۷) عالم ہونہ کہ بے علم (۸) پرہیزگار ہونہ کہ غیر پرہیزی (۹) دلاور ہونہ کہ بزدل
 (۱۰) سخی ہونہ کہ بخیل (۱۱) اشرف النسب ہو (۱۲) فی الملة محمدیہ ہو۔ اور یہ خصلتیں نماز
 جمعہ کے لئے ارکان ہیں۔ دیکھو کتاب محیط سے فقہ احوط حاشیہ صفحہ ۱۵۸ میں نقل ہے کہ
 ولا يجوزہ للسید الجاہل ان یتقدم علی الفقیہ العالم اشرف الحسب
 فوق شرف النسب۔ ایضاً فیہ فی الحاشیہ لا ینبغی ان یتقدم شیخ
 الجاہل علی شاب العالم فی المشی والجلوس والکلام . و فی

المصابیح الاسلام و اذالم یکن امام المذکور فوجب علیہ الظہر یعنی حضرت شاہ قاسم خلف شاہ سید محمد نور بخش (القابل العالم) فی تصنیفہ یعنی مصابیح الاسلام میں فرمایا ہے کہ جب تک امام مذکور کو نہ ملے (جو پیش نمازی جمعہ وجود میں یہ بارہ صفت پورا موجود نہ ہو) پس واجب سے اس مقتدی پر نماز جمعہ کو تحفہ قاسمی صفحہ ۳۵۳۔ جب تک کہ تمام شرائط امام کی وجود میں نہ پائے قائم مقام ظہر ہرگز نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ تمام کتب فن میں یہ شرط ہے کافاة الشرط فاة المشروط یعنی شرط پورا نہ ہونے سے مشروط ناقص ہوتا ہے۔ شرط جو ہے وہ رکن ہے جب رکن مکمل نہ ہونے سے اعادہ نماز لازماً آتا ہے۔ اگر شرط وارکان مذکور پیش نمازی کے وجود میں موصوف ہے تو قائم مقام ہے۔ ورنہ قائم مقام ظہر نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر مثل تیمم بھی فرمایا ہے۔ یہ اس جمعہ کے تاکید کو اظہار فرمایا ہے۔ اگر حقیقی ہے تو وہ جمعہ باطل ہو جاتا ہے۔ اور نماز جمعہ واجب ہے نہ بمرتبہ فرضیت کے چونکہ فرض جو ہے وہ کسی صاحب مکلف سے نہیں چھوٹتا ہے اور یہ نماز جمعہ کے چند مکلف سے ساقط ہے۔ جیسے فقہ احوط صفحہ ۱۵۵ میں ہے۔ کہ و یسقط وجوبها بالمرض والعمی والعرج وغیرہ یعنی اور اس کے وجوب کو بیمار اور ناپید اور لنگڑا وغیرہ جو صفحہ مذکور میں تحریر ہیں ساقط ہیں۔ اور فقہ احوط میں ہے کہ و اما الجمعة فكانت من اعظم شعائر الاسلام وهي واجبة۔ اور نماز ظہر فرض میں ہے وہ کسی بھی حالت میں معاف نہیں اشارہ سے بھی ادا کرنے کا حکم ہے اور جمعہ کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ اور خطبہ میں بھی چند شرائط واجب ہیں۔ فی الفقہ احوط صفحہ ۱۶۷۔ و یجب الانصات اذا صعد الخطیب المنبر ان سمع الخطبة اولم یسمع فقط یعنی اور جب خطیب منبر پر چڑھے چپ رہنا واجب ہے اگرچہ خطبہ دوری کی وجہ یا اور کسی سبب سے سنے یا نہ سنے۔

کیونکہ دراثنائے خطبہ ماموم کوئی بات یا لغویا بے ہودہ کرے تو اس کے لئے جمعہ نہیں ہوا کیونکہ ارشاد ہے قال رسول اللہ الجموعۃ حج المساکین و عید المؤمنین اذا صعد خطیب المنبر فلا یتخذ احکم و من یتحدث فقد لغا و من لغا فلا جموعۃ له و انصتو العلكم تفلحون اس شرط پر پہنچے ورنہ خلاف حدیث ہو کر جمعہ بھی درست نہیں ہے۔ احادیث دربارہ خواندن جمع و ظہر بعد جمعہ کے اخبارنا مالک اخبار نی الذہری عن عبید مولیٰ عبدالرحمن قال شهدت العید مع عمر بن الخطاب فصلى ثم انصرف فخطب فقال ان هذین الیومین نهی رسول اللہ من صیامہما یوم فطر کم من صیامکم والاخر یوم تاکلون من لحوم نسککم قال ثم شهدت العید مع عثمان بن عفان نصلى ثم انصرف فخطب فقال انه قد اجتمع لکم فی یومک هذا عید ان فمن اجب من اهل العالیۃ ان ینتظر الجمعة فینتظرها و من احب ان یرجع فقد اذنب له موطا امام محمد صفحہ ۱۲۶ لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع رواہ عبدالرزاق۔ لا جمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر و لا اضحیٰ الا فی مصر جامع او مدینة عظیمہ رواہ ابن ابی شیبہ مرفوعا۔ قال محمد و بهذا کله ناخذ و اما رخص عثمان فی الجمعة لاهل العالیۃ لانہم لیسوا من اهل المصر و قول ابی حنیفہ موطا صفحہ ۱۳۷۔ لا جمعة فی عوالی و من حضر المدینة منهم قلّة الرجوع قبل دخول الوقت موطا امام مالک یعنی خبر دی ہم کو مالک نے کہا خبر دی مجھ کو زہری نے عبید مولیٰ عبدالرحمن سے کہا کہ حاضر ہوا میں عید کے دن حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ۔ پس پڑھی نماز۔ پھر خطبہ پڑھا پس کہا کہ ان دونوں

میں جس میں منع فرمایا رسول خداؐ نے روزہ رکھنے سے دن افطار کا تمہارے روزوں سے اور دوسرا دن قربانی کا گوشت کھانے کا۔ کہا پھر میں حاضر ہوا میں عید کے دن حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ پھر نماز پڑھی پھر لوٹا پھر خطبہ پڑھا پھر فرمایا کہ تحقیق جمع ہوئے تمہارے لئے اس دن دو عیدیں پس جو کوئی چاہے گاؤں والوں سے کہ انتظار کرے جمعہ کا پس انتظار کرے اور جو کوئی چاہے واپس چلا جائے۔ پس بے شک چلا جائے پس تحقیق میں نے اس کو اجازت دی۔ جمعہ اور تشریق نہیں ہوتا ہے مگر بڑے شہر میں (مصر جامع) نہیں ہوتی نماز جمع کی اور نہ تشریق اور نماز عید فطر کی نہ عید الاضحیٰ کی مگر مصر جامع میں (بڑے شہر میں) فرمایا امام مالک نے اپنے سے ہم لیتے ہیں کہ تحقیق رخصت دی حضرت عثمان نے جمعہ میں گاؤں میں رہنے والوں کو کیونکہ وہ شہر کے رہنے والے نہیں تھے یہی قول ہے ابو حنیفہ کا گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا ہے۔

اگر ان میں کوئی شہر میں حاضر ہوتا ہے تو وقت آنے سے پہلے اپنے گھر کو چلا جائے۔ موطا امام مالک۔ نام کتب جن میں ظہر بعد الجمعہ کا پڑھنا امام اعظم میں ثابت ہے۔ (۱) فتح القدیر (۲) نقابہ مختصر الوقایہ (۳) فتاویٰ عالمگیری (۴) رد المحتار علی در المختار (۵) کافی (۶) محیط (۷) فوائد بہلیہ (۸) ہدایہ (۹) شرح ہدایہ (۱۰) شرح کبیر مینہ (۱۱) مستخلص شرح کبیر (۱۲) حاشیہ چلبنی (۱۳) فتاویٰ قاضخان (۱۴) مجمع الفتویٰ (۱۵) شرح سفر سعادت (۱۶) شرح باقانی (۱۷) نہر الفائق (۱۸) امداد الفتاح (۱۹) فتاویٰ ظہریہ (۲۰) رسالہ مقدسی نور السمیعہ ظہر الجمعہ (۲۱) قتیہ (۲۲) بحر رائق (۲۳) در مختار (۲۴) حاشیہ لمحاوی (۲۵) میزان شعرانی (۲۶) فتا برہنہ (۲۷) میزان کبریٰ (۲۸) اشباہ و نظائر (۲۹) تاتارخانیہ۔ باقی دیکھو کتاب ظہور المعنی فی ظہر الجمعہ تصنیف مولوی غلام دستگیر صاحب فصولی الحنفی بردتصرۃ الجمعہ و تفسیر محمدی و انواع

محمدی۔ عبارت مفصل اس میں درج ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہر بعد الجمعہ کا پڑھنا احادیث صحیحہ سے اخذ کیا ہے۔ گفتگو جمعہ قاضی افضل احمد بن قاضی اللہ دین ساکن قصبہ شاہ پور ضلع گورداس پور در مطبع مجبائی دہلی کے صفحہ ۳۳ و صفحہ ۳۴ میں ہے کہ نیت اس طرح لکھا ہے۔ رسالہ مذکور میں چار رکعت نماز ظہر بعد الجمعہ متوجہ الی کعبہ شریفہ۔ صفحہ مذکور میں ہے۔ گفتگو جمعہ صفحہ ۱۹ میں ہے کہ نماز ظہر بعد الجمعہ کو مولینا صاحب نے تیس معتبر کتب حنفیہ سے ظہر بعد الجمعہ جس کو بعض احتیاط بھی کہتے ہیں ثابت کر کے مصر میں اس کا پڑھنا واجب کیا ہے۔ اور کتاب در مختار میں ظہر بعد الجمعہ کے پڑھنا بھی تاکید ہے۔ اور شرائط مذکور پورا نہ ہونے سے نماز جمعہ کامل نہیں ہوتی۔ اور مذکورہ شرائط کے سوا نماز جمعہ کامل نہیں ہوتی تو جمعہ ناقص ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ناقص نماز کے ادا کرنے پر اتنا زور دیتے ہیں۔ اور کامل نماز ظہر کو ترک کرنے میں کوشش کرتے ہیں۔ ایضاً فیہ دیہات میں نماز جمعہ پڑھنا مع دیگر شرائط نمازیوں وغیرہ کے امام شافعی کے مذہب میں جائز ہے۔ ظہر بعد جمعہ صفحہ ۳۳۔ حافظ محمد لکھنوی اپنے گاؤں میں جمعہ پڑھتے تھے اور نماز ظہر کو بھی باجماعت پڑھا کرتے تھے۔ جیسے ان کے بارہ انواع میں درج بیت سے ظاہر ہے۔

بیت

پنڈان اندر ظہر جمات سنت ہے ہر حال | یہ جمعہ پڑھیں یا ترک کریں یا ظہر جماعت نال
صفحہ ۲۴۰ رسالہ گفتگو جمعہ میں ہے۔

جنگل اور دیہات میں جمعہ پڑھنا واجب ہے	ظہر بعد الجمعہ سے انکار پورا آج کل
بن کے بخشی لوگوں کو دھوکے میں ڈالاجعل سے	دل میں کچھ اور منہ میں کچھ مکار واہواہ آجکل
مکہ کو جاتے ہیں اور منکر مدینہ سے	بغض رکھتے ہیں دلی خیرالورا کا آج کل

اور مذکورہ رسالہ گفتگو جمعہ علماء فاضل نے تصدیق بھی کیا ہے وہ یہ ہے کہ مولوی ابو محمد عبدالحق مصنف تفسیر حقانی - حبیب احمد مدرس فتوری دہلی - محمد عبدالحق مدرس اول اوفتوری وغیرہ ان سب کے دستخط شدہ ہے۔ در جامع عباسی آورده کہ بجائے نماز ظہر کہ گذارده شود اگر کسی خواهد کہ بہ جہت احتیاط نماز ظہر را بعد از اں بگذارد جائز است۔ در اں منعی نیست۔ اور جامع عباسی اردو حصہ اول صفحہ ۴۱ میں ہے کہ ظہر کے عوض جمعہ پڑھے اور اگر کوئی چاہے کہ بنظر احتیاط پھر ظہر کو بھی پڑھے تو مضائقہ نہیں۔ اور تحفہ المؤمنین شیعہ مطبع یوسفی دہلی صفحہ ۵۱ میں ہے کہ بعد نماز جمعہ نماز ظہر احتیاطاً پڑھ لے۔ شرح مشکوٰۃ میں ہے قال الشيخ الجمعة من فروض الاعیان عند اکثر اهل العلم و ذهب بعضهم انها من فروض الکفایۃ بشرائط مذکور۔ حاشیہ فقہ احوط صفحہ ۱۵۳ میں ہے کہ در فتاویٰ آورده است کہ اگر موضع شک باشد در صحت نماز جمعہ بعد از نماز جمعہ چار رکعت نہ بہ نیت پیشین ے گذارد۔ نقل ہے فروع کافی جلد اول صفحہ ۲۲۲ میں سے۔ تحفہ قاسمی صفحہ ۳۵۴ میں ہے۔ عن امیر المؤمنینؑ صلی خلف فاسق فلما اسلم وانصرف قام امیر المؤمنینؑ فصلی اربع رکعات لم یفصل بینہن بتسلیم یعنی حضرت علیؑ سے ہے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ آپ نے چار رکعت پڑھی جمعہ کے بعد۔ نہ جدائی کیا ان کے ساتھ سلام کے۔ پس فرمایا امام جعفرؑ نے اے زرارہ تحقیق حضرت علیؑ نے فاسق کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس جبکہ سلام پھیرا امیر المؤمنین کھڑے ہوئے۔ پس چار رکعت نماز پڑھی۔ جدانہ کیا درمیان انکے سوائے سلام کے (اس حدیث سے صاف ظاہراً ثابت ہوا ظہر بعد جمعہ کے) ان دلائل سے قوی ہو گیا جمعہ کے بعد نماز ظہر بھی پڑھنے کا۔ نہ چھ وقت کی کہیں بھی کسی مولوسی کو شبہ خصوصاً حضرت امیر المؤمنین امام

المتقین کو بھی چھ وقت کا حصہ نہیں ہوا نہ چھ وقت ہونے کی گنجائش ہے۔ بلکہ ایک ہی وقت میں ہو جاتی ہیں۔ اور ہمارے مہربان شفیع تر صاحب حضرت علیؑ سے بڑھ کر چھ وقت حصہ کر کے ظہر بعد الجمعہ نہیں پڑھتے افسوس کا مقام ہے اور فاضل المجتہد جناب شاہ سید محمد نور بخشؒ نے فقہ احوط صفحہ ۱۳۵ میں لکھا ہے کہ و کلیما تکرار الصلوة تکرار الثواب ان کان من اہلہ یعنی ہر گاہ ہم چنیں نماز تکرار گزار دو تکرار کر دو ثواب را۔ اگر آں امام از اہل او باشی یعنی یک دین و یک مذہب باشد۔ اگر یہ مضر کا حکم بتلا دے تو اہلہ لانے کی ضرورت نہیں ہے تو اس حکم سے بھی اپنے مجتہد سید محمد صاحب کی تقلید سے بیرون ہو گیا۔ کیونکہ خاتم المجتہدین صاحب کو چھ وقت کا شک نہ ہوا نہ کہیں ثابت ہے اور دلیل قاطع کے آگے ظن اور رائے کچھ کام نہیں آتی ہیں اور پیر ہدیٰ صاحب کو تکرار ثواب کی کیا ضرورت ہے۔ یا مجتہد سے زیادہ عالم ہو گیا ہے یا خارج تقلید ہے اور جو تیمم کی مانند بھی فرمایا ہے وہ برائے تاکید جمعہ ہے نہ برائے ساقط شرائط۔ اگر تیمم کی مانند کو فتوائے عینی سمجھے تو تمام شرائط لغو اور بے ہودہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور اسی کو اعتبار کر کے ظہر بعد جمعہ نہ پڑھے اس کے لئے خسران ہے اور نماز جمعہ واجب ہے اور فرض کفایہ بھی ہے برائے دفع شک اور درست ہے نماز ظہر بعد جمعہ ثابت ہو گیا اور بوجہ غیر کامل ہونے شرائط کی وجہ اور تکرار ثواب۔ اور ان کان من اہلہ یہ دونوں موجود ہیں اور جمعہ واجب ہے اور فرض بھی کہے نیت میں تو کوئی خوف نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے جمعہ کی بہت تاکید کے ساتھ حکم فرمایا ہے۔ قوله تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا اذا نوری للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ و ذر البیع ط ذالکم خیر الکم من کنتم تعملون یعنی اے ایمان والو جب اذان ہو نماز جمعہ کی تو اللہ کی یاد میں دوڑو اور چھوڑ دو بیچنا۔ یہ بہتر ہے

تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے۔ موضع القرآن میں ہے کہ ہر اذان کا یہ حکم نہیں کیونکہ جماعت پھر بھی ملے گی اور ایک ہی جگہ ہوتا ہے پھر کہاں ملے گا۔ اللہ کی یاد۔ کہا خطبہ کو ایسے وقت جاوے کہ خطبہ سنے۔ تفسیر عمدۃ البیان صفحہ ۱۰۹۹ میں ہے۔ کہ منقول ہے کہ اہل یہود نے اہل اسلام پر تین باتوں پر فخر کرتے ہیں۔

اول:- یہ کہ کہتے ہیں نحن ابناء الله واحباءه حق تعالیٰ نے کہ ان کی تکذیب کی۔

دوسرا:- ہم اہل کتاب ہیں (اپنی خود بہ خود کہنے سے کچھ نہیں بنتا ہے) خداوند عالم نے اے گدھے سے مثال دی کہ بار کتب اٹھاتا ہے اور اس سے کچھ متفع نہیں ہوتا۔

تیسرا:- یہ کہ کہتے تھے کہ ہم ہفتے میں ایک دن یعنی شنبہ کو عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ کار دنیا نہیں کرتے۔ یہ بات مسلمانوں میں نہیں ہے۔ حق تعالیٰ نے روز جمعہ اہل اسلام کو عطا کیا۔ جاننا چاہئے کہ فضیلت جمعہ حد و حضر سے زیادہ ہے اور ثواب عبادت روز جمعہ بہت ہے۔ اور اکثر احادیث اس بات میں جناب سید ابراہیم اور ائمہ اطہار سے وارد ہوئیں ہیں۔ چنانچہ جناب رسول خدا سے ماثور ہے کہ حضرتؐ نے نماز جمعہ کو حج فقر فرمایا ہے یعنی جس وقت قصد مسجد کا کرے اور نماز جمعہ پڑھے اس کو ایک حج کا ثواب ملے گا۔ اور بھی فرمایا کہ اے بندو جانو تم کہ حق تعالیٰ نے نماز جمعہ کو تم پر واجب کیا ہے۔ پس جو حیات میں اس کی پریشانی کو دفع نہ کرے گا اور برکت نہ دے گا اس کو اس کے کسی کام میں۔ اور جو شخص ترک جمعہ و جماعت کرے امام عادل کی موجودگی میں بسبب استخفاف کے بغیر کسی وجہ اور کسی مانع کے پس وہ منافق ہے اور بہترین ایام کہ جس میں آفتاب طلوع کرے روز جمعہ ہے۔ اور اسی دن اللہ

تعالیٰ نے حضرت آدم کو خلق کیا اور اس دن قیامت قائم ہوگی اور خدا کے نزدیک روز جمعہ یوم المزیّد ہے اور اس میں ایک ساعت ہے کہ جو مؤمن دعا کرے قبول ہو اور بنا بر ایک روایت کے وہ وقت ہے خطیب خطبہ سے فارغ ہو اور مؤذن اقامت کہے۔

باب بیمار نامہ دیکھنے کا

قال اخفاء الحق صفحہ ۲ میں ہے کہ بیمار نامہ میں دیکھ کر دیو پری کے نام پر صدقہ نکلوا کر صدقہ مذکور کو کھانا حدیث مہر البغی و حلوان الکاهن کے ماتحت میں ہے۔ اور بیمار نامہ دیکھنا جائز نہیں ہے۔

اقول: آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ حدیث کسی کی شان میں ارشاد ہے۔ اگر یہ کام فعل فتیح حدیث مذکور میں داخل ہے تو کوئی عالم اس کا عامل نہیں ہو سکتے کیونکہ اس میں قباحت بالکل نہیں ہے اور فریقین کے علماء اس کے عامل ہیں۔ آگے کو لکھتا ہے چنانچہ قوله تعالیٰ 'وما اهل به لغير الله' اور وہ چیز کہ جس پر پکارا گیا ہو ذبح کے وقت (ہر صدقہ نکالنے کے وقت خدا کے سوا کسی کا نام یعنی بتوں کا لیا گیا ہو وہ حرام ہے۔) ورنہ وقت ذبح اور صدقہ نکالنے کے وقت پر خدا کا نام لے کر کیا ہے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ اور ہم خود کے حرام کہنے سے حرام نہیں ہوتا ہے۔

تفسیر تنویر البیان صفحہ ۲۸۹ اور تفسیر جلالین میں ہے کہ 'وما اهل به لغير الله ما ذبیح بغير اسم الله عمداً للاصنام سورة بقرہ اور سورة الانعام في الجلالین۔ اهل لغير الله به ذبیح بغير اسم الله عمداً فانه رجس حرام مقدم و مؤخر۔ اس کی کیا مثال ہے غیر خدا کے نام وقت ذبح و صدقہ دینا و نذر مقررہ وہ بھی حرام ہو جاتا ہے۔ اور مطابق ان تفسیروں کے یہ ہے کہ صدقہ نکالنے اور

ذبح کرنے کے وقت پر خدا کا نام لے کر ذبح و صدقہ نکالنے سے ہر آفت و آسیب کو روا و دفع ہو جاتے ہیں۔ اور تفسیر اکسیر اعظم جلد ثانی صفحہ ۱۶۶ میں ہے کہ جو جانور (وغیرہ) غیر اللہ کے واسطے نذریا قربانی کیا جاوے اگر ذبح کے وقت اس چیز پر اللہ کا نام لیا جائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔ ملا احمد معروف ملا جیون صاحب تفسیر احمدی کا ہی قول ہے۔ اور وہ اس کو اس آیت کا حکم خارج کرتے ہیں۔ اس لئے کہ جب ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا تو اس پر غیر اللہ کا نام نہیں پکارا گیا۔ اس قول کے بموجب غیر اللہ کا نام پکارنے سے مراد یہی ہے کہ اللہ کا نام لے کر ذبح وغیرہ نہ کیا جائے بلکہ اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح وغیرہ کیا جائے۔ اور تفسیر اکسیر اعظم جلد ثانی صفحہ ۱۷۱ میں ہے کہ سید احمد خان نے یہ لکھا ہے کہ مجاہد وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ ذبح (صدقہ) نکالنے کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے تو حرام ہوگا۔ اور بیمار نامہ دیکھنا حرام ہونا آگے رکھو۔ مکر وہ وہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ فریقین کے علماء جن کے مصنف اور عامل ہیں دیکھو کہ ابوالیمان ظہیر الدین احمد المدعو محمد اشرف علی لکھنوی خلف اصغر مولوی محمد اکبر صاحب نے کتاب نقش سلیمانی تصنیف کیا ہے بلکہ انہوں نے نظر ثانی بھی کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر کوئی بیمار ہوا تو روز نامہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھے۔ مکمل طور سے ہر ایک رات دن کے لکھا ہے کہ مولوی موصوف عین حنفی المذہب تھا۔ ان کے یہاں بیمار نامہ دیکھنا جائز ہوا۔ حرز سلیمانی اور نحر بات سلیمانی، بیاض سلیمانی اور تعویذ سلیمانی یہ پانچ کتابوں کے مصنف خود مولوی موصوف ہیں اور حنفی مذہب میں آپ بڑے علماء فاضل سند یافتہ ہیں۔ انہوں نے جائز کر کے اپنی تالیف میں بیمار نامہ درج کیا اور حضرت علیؑ کی طرف منسوب کر کے منقول ہے۔ گو کہ مولوی موصوف کو اعتبار نہ کرے تو امام اول جانشین رسول خاتم الاوصیا کو اعتبار کر کے عامل ہونا ضروری ہے۔

ورنہ نعوذ باللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی مہر البغی و حلوان الکاهن میں داخل کر دیا۔ اور کتاب مجموعہ الدعوات نبردوی علماء تصدیق شدہ ہے کیونکہ مصنف خود نے لکھا ہے بہ صفحہ علماء و اعلام در آورده بعد در طبع آں شروع شدہ است کہ ابدًا غلط ندارد و صحیح کامل مے باشد حسب فرمودہ آقائے سید زین العابدین صاحب کتاب فروش شیرازی در مطبع نادری خوالصہ عبداللہ ظہرائی طبع شدہ است کتبہ ہذا محمد یار خان فرخ آبادی ہے۔ اور سید زین العابدین مجتہد ہے امامیہ مذہب زمان سابقہ کا ہے۔ آپ کے یہاں بیمار نامہ دیکھنا جائز ہو کر کتاب مذکور کو طبع کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ مگر مہر البغی و حلوان الکاهن و الساحرین داخل نہ کیا۔ گو کہ آں صاحب مجتہد عالم تھے اور کتاب جامع الدعوات رجسٹر شدہ نامی پریس در مطبع الہی بخش لاہور طبع ہو کر فی زمانہ حال تک مدتوں سے جاری ہے اور کسی عالم نے چوں و چرا نہ کہا بلکہ ہر ایک خاص و عام ہاتھوں ہاتھ لئے پھرتے ہیں کوئی منع نہیں کر سکتے۔ اگر ان کتابوں کو کوئی انکار کرے وہ نیم ملا خطرہ ایمان ہے اور نیم حکیم خطرہ جان ہے۔ اور ان کتابوں کے عامل یعنی بیمار نامہ دیکھنے کا ملک تبت خورد میں قریب سیدوں میں سے چودہ اشخاص ہیں اسی احقر نے ہر ایک کا نام صراط الحق میں لکھا ہے۔ باقی ہر پیش نمازی جو عالم ہر محلہ کے ہو سب بیمار نامہ دیکھا کرتے ہیں اور یہ سب خاتم المجتہدین سید محمد نور بخش رحم اللہ کے تقلیدی ہیں۔ اور ان سب کے یہاں بیمار نامہ دیکھنا جائز ہو گیا ہے اور جو صدقہ نکالتے ہیں بنام خدا اخراج کرتے ہیں کوئی ناجائز و کراہت نہیں کیا۔ اگر کوئی نیم ملا ناجائز کہے اس کا اعتبار نہیں۔ کیونکہ کج فہمی ہے چونکہ العقل نور، بین الحق و باطل ہے اور اتنے فریقین کے اور ہم تقلیدی علماء مع امیر المؤمنین حضرت علی حق پر ہیں جو ان کے خلاف ہے وہ خود ناحق پر ہیں اور وہ نور بخشیہ نہیں ہیں بلکہ کسی اور اہل بدعت کا

ہے۔ اور مہر البغی وحلوان الکاهن ان لوگوں کی شان میں ہے جو کافروں میں کاہن و ساحر ہوتے ہیں اور نہ اسلام میں۔ اور اسلام میں بھی وہ لوگ ہیں جو ہاتھ کو دیکھ کر غیب کی باتیں بتلاتے ہیں بغیر اسلامی کتاب کے ذریعہ اور ان کو بت اور جن بتلاتے ہیں۔ ان کی شان میں مہر البغی وحلوان الکاهن کا ساحر ہے۔ اور جس کی نیت میں کاہن و ساحر کا اعتقاد ہے تو البتہ ایسے ہی ہوگا اور جس کی نیت پاک اعتقاد ہے اس کے لئے نقصان نہیں ہے۔ بلکہ بخاری وغیرہ میں موجود ہے کہ انما الاعمال بالنیات اور عمل جو ہے وہ نیت کے دار و مدار پر ہے۔ اور امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ فرمایا رسول خداؐ نے کہ صدقہ دینے سے مرض اور سختی اور جلنا اور غرق ہونا اور دیوار کے نیچے دبنا اور جنون یہاں تک کہ ستر برائیاں حضرتؑ نے بیان کیں کہ وہ صدقہ سے دفع ہوتی ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ بے ریا خالص واسطے خوشنودی خدا کے دیوے اور جس کو صدقہ دیا ہے اس پر احسان نہ جتلائے اور اس کو آزار نہ پہنچائے۔ تفسیر تنویر البیان صفحہ ۴۰۵۔ اور بغیر ضرورت کے کوئی نہیں دکھلاتے ہیں ضرورت پر جائز ہے۔ قوله الضرورات تبیح المحضورات کے حکم میں داخل ہے۔ اور علاج میں بھی خبر نہیں کہ مطلق صحت ہونے کے طبیب کتاب طب کی حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ فیض ہونا نہ ہونا اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اور ایسا ہی بیمار نامہ دیکھنے کا بھی ہے۔ اور علماء اس کے عامل ہیں۔ صحت ہونا نہ ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ قول تعالیٰ فاذا جاء اجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون یعنی پھر جب پہنچا ان کا وعدہ نہ دیر کریں گے ایک گھڑی اور نہ جلدی۔ اور جلا لیں میں ہے کہ فاذا جاء اجلهم ای وقت هلاكهم لا يستأخرون ساعة لا يتركون بعد الاجل طرفة عين ولا يستقدمون لا يهلكو قبل الاجل طرفة عين اور

الحاصل کہ طبیب کے علاج اور عالم کی دعا اور پیمانہ و تعویذ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کی مشیت اور قدرت پر ہے۔ مگر سبب مسبب کا سبب مجازاً بندہ ہے۔ ورنہ دیکھو تفسیر آیات الاحکام صفحہ ۱۵۸ میں ہے کہ دنیا پیدا ہونے سے پہلے جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے اس کو قدر اور تقدیر کہتے ہیں۔ اور آدمی بے بس نہیں جس طرح ریشہ والا آدمی اپنے ہاتھ کی نعش میں بے اختیار اور بے بس ہے بلکہ رغبت کی چیز کی طرف رغبت اور نفرت کی چیز کی طرف نفرت آدمی اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ اس صفت کے ساتھ عذاب اور ثواب کو منحصر رکھا ہے اور لوح محفوظ میں بھی لکھا ہے کہ بنی آدم کو صاحب اختیار کر کے دنیا میں پیدا کیا جاوے گا تو اس قدر آدمی اپنے اختیار کو نیک کاموں میں صرف کریں گے اور اتنے ہی آدمی برے کاموں میں صرف کریں گے۔ اور صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جس میں رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی علم الغیب کے موافق جو دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے جنت جانے کے قابل ٹھہر چکے ہیں وہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کام بھی ایسے ہی کرتے ہیں جو جنت میں جانے کے قابل ہیں۔ اسی طرح جو دوزخ میں جانے کے قابل ٹھہر چکے ہیں وہ کام بھی ایسے ہی کرتے ہیں جو دوزخ میں جانے کے قابل ہیں۔ تفسیر آیات الاحکام صفحہ ۹۵۔



باب فی اصحاب رسول اللہ صلع

اصحاب رسول خدا کے بیان میں

بیان اصحاب رسولؐ کے بارے میں چند حروف لکھتا ہوں کہ اس وقت بین العلماء مذہب حق میں بہت شوراٹھا ہے اور بہت سے لوگ ان مسائل میں لاعلمی کی وجہ سے غرق فی الخطا ہیں۔ کوئی افراط میں اور کوئی تفریط میں ڈھوب کر میانہ روی سے محروم ہو کر بدعت کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور جو لوگ افراط و تفریط ہو کر اس مذہب حق سے نکلنا چاہتا ہے وہ یہ مثال ہے۔ قول تعالیٰ الذین یصدون عن سبیل اللہ و ییغونہا عوجا یعنی جو روکتے ہیں راہ حق سے اور ڈھونڈتے ہیں اس میں راہ کجی (راہ حق میں سے) وہم بالآخرۃ کفرون یعنی وہ لوگ آخرت سے منکر ہیں۔ فی الجالین ای یصرفون الناس عن دین اللہ و طاعته و یطلبونہا غیر و ہم بالآخرۃ کافرون بالبعث بعد الموء جاہدون۔ موضع القرآن میں ہے۔ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں بے انصاف فرمایا ہے اکثر گناہوں پر لیکن ہر گناہ پر لعنت نہیں اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرائے فانی کے قلیل متاع کے لئے حق بات کو پوشیدہ کر کے افراط و تفریط کی طرف رغبت ہو جائے وہ بھی نافرمان ہے اور تمام اصحاب رسولؐ کی شان میں ایک دو آیتیں نقل کرتا ہوں اور ترجمہ بھی ساتھ لکھتا ہوں تاکہ ہر ایک خاص و عام کو فیض پہنچے اور افراط و تفریط سے باز آ کر اعتدال صراط المستقیم میں آجائے۔ دیکھو قولہ تعالیٰ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر و تؤمنون باللہ۔ یعنی تم سب امتوں سے بہتر پیدا ہوئے ہو۔ آدمیوں کے واسطے حکم کرتے ہو اچھی بات پر (ایمان و اطاعت

خدا و رسول کا۔ یا امت سابقہ سے یا مرحومہ سے) اور روکتے ہو برے کام سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر اور خلاصہ المنج مطبوعہ طہران معتبر تفسیر شیعوں میں آیت موصوفہ کا یوں مرقوم ہے کہ ہستید شماے امت محمد بہترین گروہ ہے کہ از عالم غیب بیرون آوردہ شدہ آید از برائے مردمان تا ایشان را براہ راست دعوت کنید خیریت این امت دریں سہ جہت است کہ بیان مے کند مے فرماند بہ ہر چیز یکہ فرمانیدہ آں است ونہی میکند بہ ہر چیز یکہ شریعت نہی کنندہ آنست و مے گیرند بخدا بر وجہ ثبات و رسوخ یا خیر آں دو قسم است۔ از قسم اول آنکہ حق آں تقدیم ایں دو قسم بدان دو قسم بجہت دانست بر آنکہ ایشان امر معروف مے کند ونہی از منکر بجہت ایمان آوردن بخدا و تصدیق باں و اظہار دین نقل ہے۔ اظہار الہدیٰ صفحہ ۳۴۔ اور واضح ہو کہ اہل خلاف اس آیت سے عام مسلمان و صحابیوں کی فضیلت ثابت کرتے ہیں۔ لیکن قابل غور ہے۔ اور تفسیر تنویر البیان میں مطلب ائمہ طاہرین کی شان میں کہتے ہیں۔ کہ اس تفسیر والے نے غلط کہا ہے۔ چونکہ وقت نزول آیت موصوفہ کے سوائے حضرت علیؑ کے کسی امام کا نشان بھی نہ تھا پس کنتم بصیغہ جمع اثبات فضیلت صحابہ پر دال ہے۔

قوله تعالى 'لولا كتب من الله سبق لمسكم فيما احدتم عذاب عظيم' یعنی اگر اللہ کی طرف سے لکھا ہوا نہ ہوتا کہ پہلے گزرا ہے (جو قیامت تک ہونے والا ہے) البتہ چھوٹا تم کو بیچ اس چیز کے کہ تم نے بڑا عذاب لیا تھا۔ اسی آیت شریفہ کی شان نزول یہ ہے کہ جب جنگ بدر فتح ہوئی اور کفار قید ہوئے۔ تب پیغمبر برحق نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ قیدیوں کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے۔ ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ میری یہ رائے ہے کہ ان قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑ دیجئے اور عمر نے التماس کیا کہ میرے نزدیک جو جس کا رشتہ دار ہوئے اپنے رشتہ دار

گردن مارے اور محبت خدا کے مقابلہ میں ہرگز اپنے رشتہ صلبی پر لحاظ نہ کرے۔ مگر حضرتؑ نے ابوبکر کو پسند فرمایا اور قیدیوں کو فدیہ لیکر رہا کیا۔ حق الیقین کے باب چہارم مقصد ۹ میں مرقوم ہے کہ حضرتؑ کا اصحاب کے ساتھ مشورہ کرنا خصوصیات میں سے تھا۔ الخ۔ دیکھو اصحاب واثق المشورت نہ تھے تو کیوں رسول اللہؐ ان سے مشورہ لیتے تھے۔ کیا حضرتؑ کو امامت دستگاہ عالم علم لدونی حل المشکلات کو مشورہ دینا کفایت نہیں کرتا تھا۔ تو بہ تو بہ منافقوں کے حضرتؑ کا مشورہ کرنا نائب کو نظر اعتبار سے گرنا ہے۔
اظہار الہدیٰ صفحہ ۱۰۱۔

خلاصہ المنہج کاشانی کی تفسیر میں مرقوم ہے کہ روز بدو ہفتاد تن اسیر شدند و از جملہ ایشان عباس و عقیل بودن۔ حضرتؑ در باب ایشان با اصحاب مشاورہ کرد ابوبکر کہ از مہاجرین بود گفت یا رسول اللہؐ اکابر و اصغرائین قوم اقارب و عشابر تواند۔ اگر ہر ایک بقدر طاقت و استطاعت فدائے بدہد باشند کہ روزے بدولت اسلام برسدا الخ۔ اسی طرح سے مجمع البیان طبری وغیرہ میں بھی لکھا کہ ان روایتوں سے چند فوائد حاصل ہوئے۔

اول:- ابوبکر اور عمر کا معرکہ بدر میں شامل ہونا۔

دوم:- اصحاب ثلثہ کا مہاجرین میں سے ہونا۔

سوم:- حضرتؑ کی رائے ابوبکر کو پسند فرمانا۔ کہتے ہیں کہ بروز جنگ بدر ستر کفار قید ہو کر آئے۔ حضرتؑ نے ان کے مقدمہ میں اصحاب سے مشورہ کیا۔ ابوبکر نے کہا کہ یا رسول اللہؐ یہ تیری قوم کے آدمی ہیں۔ اور چھوٹے اور بڑے ان کے تیرے رشتہ دار ہیں۔ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دے کہ کسی روز ایمان کو قبول کریں گے۔ اور فدیہ تیرے اصحاب کی قوت اور مدد ہوگی۔ اور فدیہ لینے کا مشورہ انہوں نے دیا تھا۔

(ابوبکر نے) اور امیر حمزہ اور عمر نے کہا قتل کرو۔ اور رسول خدا تو دونوں امروں میں خاموش تھے اور فرماتے تھے خدا لو لا کتب من اللہ اگر لکھا ہوا نہ ہوتا خدا کی طرف سے لوح محفوظ میں اور خدا کا حکم کیا ہوا کہ سبق پہلے ہو لیا ہے۔ وہ کہ بدون ممنعت صریح کے عذاب نہ کرے کسی اور پر اور یا یہ کہ فدیہ کا کھانا جو لوح محفوظ میں مباح لکھا ہے۔ یہ نہ ہوتا تو لمسکم فیما اخذتم فیہ عذاب عظیم البتہ پہنچتا تم کو بیچ اس چیز کے کہ لیا ہے تم نے برا عذاب۔ تنویر البیان صفحہ ۳۶۔

اخیر خلاصہ یہ ہے کہ فدیہ لینا ان سے اختیار کیا۔ تنویر البیان صفحہ ۳۶۔ یہاں بھی ثابت ہو گیا کہ ابوبکر اور عمر دونوں بدر میں موجود تھے۔ اور ابوبکر کی رائے آنحضرتؐ نے اختیار کیا۔ اگر وہ منافق ہوتے تو آنحضرتؐ ہرگز منافق کی رائے کو پسند اور منظور نہ فرماتے۔ اور علماء مفسرین و مجتہدین نے تصدیق کیا ہے۔ اور خلاصہ انجیل میں یہ مرقوم ہے کہ خدا تعالیٰ بدریاں را وعدہ مغفرت دادہ و ایشان را خطاب مستطاب اعلمو اما شئتم فقد غفرت لکم نوازش فرمودہ۔ پھر تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا لعل اللہ اطلع علی اهل البدر فغفر لهم فقال اعلمو اما شئتم فقد غفرت لکم یعنی اللہ تعالیٰ سے امید ظاہر ہو اہل بدر پر پس واسطے ان کے کہ جو جی چاہے سو کرو۔ پس تحقیق بخشا گیا واسطے تمہارے۔ منج الصادقین میں تفسیر آیہ موصوفہ کی یوں مرقوم ہے کہ رسول خداؐ فرمود کہ اگر عذاب نازل شدی غیر از عمر و سعد و معاذ کسی نجات نمی یافت۔ اے لوگو اپنے علماء مفسر اصحاب ثلاثہ وغیرہ کی شان میں کیا تحریر کرتے ہیں۔ قوله تعالیٰ الذین امنوا وجاهدوا وافی سبیل اللہ والذین اودنصروا اولئک هم المؤمنون حقاً لهم مغفرة و رزق کریم یعنی اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت

کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں۔ ان کے واسطے مغفرت اور روزی با کرامت ہے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں یوں مرقوم ہے کہ مہاجر ان کسانے اند کہ ہجرت کردند بجانب مدینہ یا حبش۔ چنانچہ عثمان مہاجر ہر دو جائے اند۔ الخ آیت ہذا کی تفسیر مجمع البیان معتبر تفسیر شیعہ میں یہ ہے کہ ثم عاد سبحانه الی ذکر المهاجرین و الانصار و مدحهم والینا علیہم فقال والذین امنو و هاجرو او جاهدو ا فی سبیل اللہ ای صدقوا اللہ رسولہ و هاجرو امن دیارہم و اوطانہم اعلیٰ من مکة المدینة و جاهد و امع ذالک فی اعدا دین اللہ و الذین اود نصرؤا الی فہوہم الیہم و نصر النبیؐ اولئک ہم المؤمنون حقاً امے اولئک الذین حققوا ایمانہم بالہجرة والنسرة الخ یعنی پھر رجوع کی اللہ پاک نے مہاجرین اور انصار کی طرف اور تعریف کی ان کی اور توصیف کی ان کے پر۔ پس فرمایا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی انہوں نے اور جہاد کیا انہوں نے اللہ کی راہ میں اور تصدیق کی انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اور ہجرت کی انہوں نے اپنے شہروں اور وطنوں سے یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف چلے گئے اور جہاد کیا انہوں نے ساتھ اس کے غالب ہونے میں دین اللہ کے اور ان لوگوں نے کہ جگہ دی اور مدد کی یعنی شامل ہوئے ان کے بطور طرف داری کے اور مدد کی انہوں نے نبیؐ کی وہ لوگ ایمان والے سچے ہیں۔ وہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے حقیقت ایمان بخوبی معلوم کر لی بسبب ہجرت کرنے اور مدد دینے کے۔ فقط اس آیت شریف سے بلا شک و شبہ مہاجرین و انصار کا ایمان لانا مغفرت کی دلیل ثابت ہے۔

اے لوگو! بنظر عدالت (تبرائی یو) اپنی تفسیر و مثل خلاصۃ المنہج و مجمع البیان و

تنویر البیان ومنہج الصادقین میں دیکھوتا کہ معلوم ہوگا جس بات کی طرف قوی مل جائے اس کے عامل ہو جاو۔ افراط تفریط میں غرق ہونے سے بچئے۔ دائمی کامل نعمت کو نصیب ہو۔ قوله تعالى ' اذا خرجہ الذین کفروا اثنائین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فاتر اللہ من کیفۃ علیہ الایۃ یعنی جس وقت نکالا اسکوان لوگوں نے کہ کفر کیا انہوں نے دوسرا دوسرے کا اس وقت وہ دونوں غار میں تھے۔ جس وقت کہتا ہے واسطے اپنے پیار کے نہ غمگین ہو تو تحقیق اللہ تعالیٰ ساتھ ہم دونوں کے ہے۔ پس نازل کی اللہ نے تسکین اس پر یعنی ابوبکر پر الخ خلاصۃ المنہج۔ پس پیغمبر شب شنبہ در شہر مکہ امیر المؤمنین حضرت علیؑ را در جائے خود بخوابانیدہ بہ رفاقت ابوبکر بیرون آمدہ وہاں شب بدان غار (غار ثور) متوجہ شد در انجا بروز آورد و حق تعالیٰ در آں درخت مغیلاں بردارند غار بریانید و جنت کبوتر وحشی را امر کرد تا پائین در غار را آشیانہ گرفتند و تخم بہادند و عنکبوت را الہام داد تا در غار تنید چوں گفت پیغمبر مر یا رخود را اندوہگین میشود۔ اندوہ محوز بدرستیکہ خدائی باماست نصرت مادہ بردشمنان و مارا نگہدارد و از شر ایشاں الخ اس آیت سے ابوبکر کی فضیلت پائی گئی۔ اگر یہ امر مسلمہ فریقین ہے کہ ابوبکر بالیقین ہمراہ آنحضرتؐ تھے۔ ہجرت ابوبکر باجازت نبویؐ واقع شدہ۔ تیرا یہ این را قبول ندارند۔ کتاب ذولفقار میں یہ نکلے مرقوم ہیں۔ تفسیر حضرت امام حسن عسکریؑ منہی الکلام میں اس طرح سے مندرج ہے۔ ان اللہ تعالیٰ اوحی الیہ یا محمد ان العلیٰ اعلا یقرأ علیک السلام و یقول لک ان ابا جہل و لاملاء من قریش قدر یرو اعلیک قتلک الی ان قال و امرک ان نصحب ابا بکر فانہ انسک و ما عدک و واذر و ثبت علیٰ تعاهدک کان فی الجنة من رفاقتک و فی عرفانہا

من خلصائك الى ان قال قال رسول الله لا ابو بكر رضيت ان يكون معي يا ابا بكر تطلب كما اطلب و تعرف بانك انت الذي تحملني على ما اوعيه فتحمل على انواع العذاب قال ابو بكر يا رسول الله اما الوحشت عمر الدنيا عذاب جميعها اشد عذاب لا ينزل صوت صريح ولا فرح و كان ذالك في محبتك لكان ذالك احب الى ان انعمه فيها و انا مالک يجمع مما ليک ملوکها في مخالفتک و هل انا و مالي والذي الا قلبک فقال رسول الله لا جرم ان اطلع على قلبک و وجد ما فيه مرفقا لما جرى على لسانک جعلک مني بمنزلة السمع و البصر و الراس من الحسد و بمنزل الروح من البدن یعنی جبریل جناب رسالت مآب کے پاس وحی لائے اور کہا کہ اللہ شانہ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرمایا ہے کہ ابو جہل اور اس کی قوم یعنی قریش نے آپ کے قتل کا مصمم تدبیر کیا ہے۔ اس واسطے آپ کو چاہئے کہ علی کو اپنی جگہ پر چھوڑ لے کہ وہ مثل اسمعیل کے جان نثار کرے گا اور ابو بکر اپنا رفیق کیجئے کہ اگر وہ موافقت کرے اپنے عہد پر قائم رہے تو جنت میں اعلیٰ علیین میں آپ کا رفیق ہوگا۔ تب پیغمبر خدا نے حضرت علیؑ سے یہ حال کہا۔ حضرت علیؑ اپنے مارے جانے پر راضی ہوئے۔ بعدہ ابو بکر کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابو بکر تو راضی ہے کہ اس سفر میں میرے ہمراہ اور کفار قریش جس طرح پر مجھے قتل کیلئے تلاش کریں اس طرح تیرے قتل کے واسطے درپے ہوں اور یہ بھی مشہور ہوئے کہ تو نے مجھے اس کام پر آمادہ کیا اور میری رفاقت کے سبب سے تجھ پر قسم قسم کے عذاب پہنچیں۔ ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو وہ شخص ہوں کہ اگر آپ کی محبت سے سخت ترین بلاؤں میں گرفتار ہوں اور قیامت تک ان میں پھنسا رہوں تو

میرے نزدیک اس سے بہتر ہے۔ کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی سلطنت قبول کر لوں۔ میرے جان و مال اور اہل عیال سب کے سب آپ پر قربان ہیں۔ آپ کو چھوڑ کر کہاں ٹھکانہ پاؤں گا۔ یہ سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اگر تیری زبان موافق تیرے دل کے ہے تو بالیقین خدائے تعالیٰ تجھ کو بمنزلہ میرے سمع و بصر کے کرے گا اور تجھ کو میرے ساتھ و نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے۔ حملہ حیدری سے صرف ایک دو بیت پا کافی کرتا ہوں۔ قابل غور ہے اگر خدائے قادر منظور ہے وہ بیت یہ ہے کہ:-

بیت محو زغم مگر دان صدا را بلند	کہ از زخم افعی نیابی گزند
بغا را اندرون تا سہ روز شب	بسر بردہ آں شہ بفرمان رب
شدے پور بو بکر ہنگام شام	بردے دراں غار آب و طعام
نمودی ہمہ از حال اصحاب شر	حبیب خدائے جہاں را خبر

نبی گفت پس پور بو بکر را کہ اے چوں پدر اہل صدق و صفا اس سے یہ معلوم ہوا کہ ابو بکر کا دل صفا اور سچائی اور وفاداری اور جان نثاری حبیب خدا ذوالمنن پر۔ قوله تعالیٰ 'والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین التبعو ہم باحسان رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ واعدلہم جنت الایت یعنی جو لوگ قدیم ہیں پہلے مہاجرین و انصار سے جو ان کے پیچھے آئے نیکی سے (ایمان و اطاعت خدا و رسول اللہ) ان سے راضی ہیں اور وہ راضی اس سے۔ (دینی و دنیوی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے ان کو عطا کی ہیں)۔ اور ان کے واسطے جنت و ما فیہا تیار کئے ہیں۔

اظہار الہدیٰ صفحہ ۱۶ میں ہے کہ اور واقع ہو کہ جو صاحب جنگ بدر تک

مسلمان ہوئے وہی قدیم کہلاتے ہیں اور بعد اس کے تابع ہیں اور موضع القرآن میں بھی یہی ہے۔ مجمع البیان میں آیہ موصوفہ کی تفسیر یوں مرقوم ہے کہ کسانیکہ پیشتر از ہمہ بر پیغمبر خدای ایمان آوردند حضرت خدیجہ اند بعد از اس ابو بکر اٹخ۔ پس اللہ تعالیٰ پہلے مہاجرین و انصار اور ان کے تابعین بالاحسان کے حق میں چار صفتیں ارشاد فرماتا ہے۔

اول یہ کہ خدا ان سے راضی ہے۔

دوم یہ کہ وہ لوگ خدا سے راضی ہیں۔

سوم یہ کہ بموجب وعدہ ان اللہ لا یکلف المیعاد کے ان کو نجات کی امید ہو کر بہشت بریں مرحمت فرمائے گا۔ ابو بکر و عمر و عثمان بھی باعتبار ایمان اور ہجرت کے پہلے مہاجرین میں داخل ہوئے۔

بمطابق تفاسیر امامیہ جو مذکور ہیں۔ تنویر البیان صفحہ ۲۰۳ میں ہے کہ انس سے روایت ہے کہ رسول خداؐ دو شنبہ کے روز پیغمبر ہوئے اور سہ شنبہ کو علیؑ نے نماز پڑھے اور مسلمان ہوئے اور بعض کے یہاں کہتے ہیں کہ بعد خدیجہ کے ابو بکر مسلمان ہوا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ زید بن حارثہ۔ لیکن اکثر روایتیں دلالت کرتی ہیں۔ علیؑ کے پہلے مسلمان ہونے میں اٹخ۔ پس معلوم ہوا کہ سابقون الاولون میں سے خدا ان لوگوں سے راضی ہے جو ایمان صحیح پر مرے ہوں اور افعال نیک بجالائے ہوں اور جو صاحب فضول نے جو امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ان کا غدر ایک جماعت پر ہوا کہ وہ ابو بکر و عمر و عثمان کی مذمت کرتے تھے۔ امام موصوف نے ان کو منع کیا کہ تم ان کی مذمت نہ کرو۔ ان تینوں کو مہاجرین میں داخل کر کے اچھا فرمایا۔ تفسیر تنویر البیان شیعہ صفحہ ۴۰۴ اور وہ لوگ رسول خداؐ کے صحابہ ہیں جو بعد ان سابقین کے ایمان لائے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ جو لوگ قیامت تک ان کی پیروی کریں وہ بھی اس میں داخل ہیں۔

اور فرماتا ہے کہ رضی اللہ عنہم راضی ہے خدا ان سے بسبب ان کی ایمان و اطاعت کے ورضو عنہ اور راضی ہیں وہ خدا سے بہ سبب حاصل کرنے نعمتیں دنیا اور آخرت کی۔ تنویر الیاب صفحہ ۴۰۲۔

قوله تعالى لقد رضى الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة فعلم ما في قلوبهم فانزل السكينة عليهم الايت يعني تحقيق راضی ہوا اللہ ایمان والوں سے جس دم بیعت کرتے ہیں تیں نیچے درخت کے۔ پس جانا اس چیز کو کہ ان کے دلوں میں ہے۔ پس نازل کی تسکین ان پر الخ۔ خلاصہ المنہج میں ہے کہ درستیکہ خدا خوشنود شدہ از گردندگان صحابہ وقتیکہ بیعت کردند با تو در زیر درخت سمرہ۔ پس میداند خدائی آنچه سبب سکون و آرامیدن دل بود برایشان الک۔ تفسیر علامہ کاشانی میں یوں مرقوم ہے کہ آنحضرتؐ فرمودہ بدوزخ نرود یک کس از مؤمنان کہ در زیر شجرہ بیعت کردند۔ ترجمہ۔

کشف الغمہ میں یوں لکھا ہے کہ از جابر بن عبد اللہ انصاری روایت ہے کہ ماوران روز ہزار چہار صد کس بودیم دراں روز من از حضرت رسول خدا شنیدم آنحضرتؐ خطاب بہ حاضران نمود و فرمود کہ شما بہترین اہل روی زمین آید و ما ہمہ دراں روز بیعت کردیم و کسی از اہل بیعت نکٹ نہ نمود مگر قید بن قیس کہ آں منافق بیعت خود شکست۔ اس روایت سے چند فوائد حاصل ہوئے؛

اول: یہ کہ بیعت الرضوان میں چودہ سواصحاب تھے۔

دوم: یہ کہ حضرتؐ نے ان کو اپنی زبان مبارک سے بہترین اہل زمین کا

فرمایا۔

سیوم یہ کہ سوائے ایک منافق کے کسی نے بیعت نہیں توڑی۔ شاید کوئی

یوں بھی کہے کہ عثمان بیعت الرضوان میں شریک نہ تھے۔ مگر آنحضرتؐ نے عدم موجودگی کے ان کو بیعت کے وقت شریک فرمایا۔ اور کیسے شریک کیا کہ خاص اپنے دست پاک کو دست عثمان بتایا۔ چنانچہ روضہ کلینی کی حدیث اس پر دال ہے۔ کہ فلما انطلق عثمان لقی ابان بن سعید فتاخر عن السرج فحمل عثمان بین یدیه و دخل عثمان فاعلمهم و كانت منادشه فجلش سهل بن عمرو عند رسول اللہؐ و جلس عثمان فی عسکری المشرکین و بايع رسول اللہؐ المسلمین و ضرب باحدى یدیه علی الاخرای بعثمان و قال المسلمون طوبی لعثمان طاف البيت و سعی بین الصفا والمروة واحد فقال رسول اللہؐ ما كان يفعل فلما جاع عثمان قال رسول اللہؐ اطف بالبيت فقال ما كنت لا طوف بالبيت و رسول اللہؐ لم یطف به ثم ذکر العصبه و ما كان فیها الخ۔ یعنی پس جس وقت چلا عثمان ملا ابان بن سعید پس ٹھہرا زین سے پس سوار ہوا عثمان آگے اس کے اور داخل ہوا عثمان پس معروف کیا انہوں نے اور تھا چلتا پس بیٹھا سہل بن عمرو رسول اللہؐ کے پاس اور بیٹھا عثمان مشرکین کے لشکر میں اور بیعت لی رسول اللہؐ نے مسلمانوں کی اور مارا ایک ہاتھ اپنا دوسرے ہاتھ پر واسطے عثمان کے اور کہا مسلمانوں نے خوشحال عثمان کا کہ ان کو طواف کعبہ نصیب ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ ممکن نہیں کہ عثمان بغیر ہمارے طواف کرتا۔ دیکھو ملا باذل علامہ نے حملہ حیدری میں کیا لکھا ہے۔ صرف چند بیت پر اکتفا کرتا

ہوں مقام غور ہے۔

طلب کرد پس اشرف انبیاء	ز اصحاب عثمان صاحب حیا
با وہم ہماں گفتہ خیر البشر	کہ زان پیشتر گفتہ بو با عمر

بہ مقصد رواں شد چو تیراز کمان	بہ سید عثمان زمین و زمان
بگفتند چندیں بہ خیر البشر	چو او رفت اصحاب روز دیگر
کہ شد قسمتش حج بیت الحرام	خوشا حال عثمان با احترام
پیاخ چنیں گفت با انجمن	رسول خدا چوں شنید این سخن

زعثمان نداریم ما ایں گمان کہ تنها کند طوف آں آستان
حدیث بالا اور حملہ حیدری سے یہ حاصل ہوا کہ:-

اول: یہ کہ عثمان اطاعت پر کمال درجہ رسول اللہ کو اعتماد تھا کہ ہمارے بغیر ممکن نہیں طوف حرم کرے۔

دوسرا: یہ کہ دست مبارک کو دوست عثمان فرمایا۔
تیسرا: یہ کہ عثمان کو مشرکین نے قید بھی کیا پر مستقل رہا۔
قول حضرت علیؑ کا نبی البلاغہ بڑی معبر کتاب ہے کہ للہ دد فلان فلقد
قوم الاودود اوی البعد و اقام السنۃ و خلف البدعة ذهب تقی الثو
قلیل العیب اصاب خیر ہا و سبق شر ہا ادى اللہ طاعة و اتقا بحقه
رجل و ترکہم فی طرق متشعبة لا یہتدی فیہ اتصال و یسقین
المہتدی۔ ترجمہ انعام کرے خدا فلان پر (ابوبکر ہے یا عمر ہے) (کاتب) بعض نے
نہیں لکھا مگر حضرت علیؑ نے تو مسند میں لکھ دیا ہے۔ البتہ اس نے کجی کو سیدھا کیا اور
بت پرستوں کی اصلاح کی اور سنت کو کھڑا کیا۔ اور بدعت کو پیچھے ڈالا۔ پاک دامن
کیا کم عیب پائی اس نے خوبی کو پہنچا اور آگے کیا فساد سے اور کیا خدا کی بندگی اس کی
اور پرہیزگاری کی جیسے کہ چاہئے ہے کہ کوچ اور چھوڑ گیا راہوں بچ در بچ کو کہ ان میں
گمراہ راستہ نہیں پاتا۔ راہ پانے والا یقین کرتا ہے۔ کشف الغمہ میں جو تصنیف علی بن

عسلیٰ اردہی حال معتمد جانتے اور مانتے ہیں۔ یہ منقول ہے کہ مسئلہ الامام ابو جعفر عن حلیۃ السیف هل يجوز قال نعم قد حلیٰ ابو بکر صدیق سیفہ و قال الراوی اتقول هکذا فوثب امام علی مکانہ نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم يقل له الصدیق فلا صدق اللہ قولہ فی الدنيا و الآخرة یعنی سوال کئے گئے امام ابو جعفر سے تلوار کے زیور سے کہ آیا جائز ہے۔ پس فرمایا آپ نے ہاں ابو بکر صدیق نے کیا اپنی تلوار کو آراستہ زیور سے۔ پس کہا راوی نے تم یہ کہتے ہو ایسا بھی اچھل پڑے امام اپنی جگہ سے۔ پس فرمایا ہاں میں کہتا ہوں صدیق: ہاں میں کہتا ہوں۔ صدیق ہاں میں کہتا ہوں۔ جو کوئی نہ کہے ان کو صدیق نہ سچا کہیو۔ اللہ ان کے قول کو دنیا اور آخرت میں۔ حضرت علیؑ نے جو خط معاویہ کو لکھا تھا شارعیٰ نے البلاغہ نے ابو بکر و عمر کے حق میں یہ عبارت نقل کی ہے۔

لعمری ان مکان ہما من الاسلام لعظیم و ان المصائب بہما لخرج فی الاسلام شدید رحمہما اللہ و جزا ہما اللہ باحسن ماعہم۔ یعنی اپنی زندگی کی قسم تحقیق ان دونوں کا مرتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے اور تحقیق واقعہ ان کی وفات اسلام میں بہت سخت حادثہ ہے۔ اللہ ان دونوں پر رحم کچھو اور ان کی نیک عملوں کے بدلے نیک دیجیو۔ کتاب الخصال میں شیخ صدوق نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ کان اصحاب رسول اللہ صلعم اثنی عشر الفاً ثمانیۃ الاف من المدینۃ و الفین من غیر المدینۃ الفین من الطلاقا لم یرا فیہم قدری و مرجی و لا حروری و لا معتزلی و لا اصحاب الدائر و لا یشکون الیل و النهار و یقولون اقبض ارواحنا قبل ان ناکل خبذاً البخمیرا۔ یعنی روایت ہے امام

جعفر صادق سے کہ اصحاب رسول کے بارہ ہزار۔ آٹھ ہزار مدینہ سے اور دو ہزار غیر مدینہ سے یعنی مکہ سے اور دو ہزار رہا کرد۔ اور ان میں سے ایک بھی انہوں میں سے قدری نہ تھا اور مرجیہ نہ تھے اور حروری نہ تھے کہ جناب امیر کو برا کہیں اور معتزلہ نہ تھے کہ کہیں خدا کو بندہ کے عمل میں کچھ دخل نہیں (فعل مختار بندہ کہنے والا بھی نہیں ہے) اور خدا دین میں اپنے نفس کے واسطے کوئی بات نہیں کہتے تھے اور رات دن میں رویا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خداوند اقبض کرو روحیں ہماری ہمارے آگے اس سے کی روٹی خمیر کھاویں ہم۔

نچ البلاغہ میں ہے کہ ایک دن لوگوں نے جناب امیر سے حال گذشتہ اصحاب رسول کا دریافت کیا۔ اس وقت امام عادل نے بلوازم ولایت اصحاب کی شان یہ حدیث فرمائی ہے۔ قال امیر المؤمنین اذا ذکر اللہ و اللہ ہملت اعینہم حتی قبل جہاہم وما دوا کما یمید الشجر یوم الريح العاصف خوف من العقاب و رجاء الصواب۔ یعنی فرمایا جناب امیر نے کہ اصحاب گذشتہ کا وہ تھا کہ جس دم ذکر خدا ہوتا قسم خدا کی جاری ہوتی تھیں آنکھیں ان کی یہاں تک کہ تر کرتی تھیں ان کی پیشانی کو (اس قدر روتے تھے کی پیشانی پر عرق آجاتا) اور وجد میں آجاتے تھے۔ جیسا کہ سخت آندھی کے دن درخت جنبش کرتا ہے اور ڈرتے تھے عذاب خدا سے اور امید رکھتے تھے ثواب خدا سے۔

تفسیر تنویر البیان صفحہ ۱۴۰ میں ہے۔ اور جنگ احد میں بھاگنے کی وجہ یہ تھی کہ شیطان قتل محمدؐ و سوسہ ڈال کر راہ حق سے ان کو پھر دیا۔ اللہ نے ان کی خطا کو معاف کیا ہے۔ قوله تعالیٰ و لقد عفا اللہ عنہم یعنی بیشک در گذر کی (معافی کیا خطا کو) خدا ان کی عدول حکمی سے بوجہ توبہ کے اور ہاں ظاہر میں خلفاء ثلاثہ خلیفہ اور ائمہ

ظاہرین باطنی ہے۔ جیسا کہ شارع کلینی نے کتاب الحجۃ کے باب نصی اللہ تعالیٰ و رسولہ علی الائمہ واحد فواحد میں لکھا ہے فان اصحاب ثلثہ خلفاء ظاہریۃ و کان علیؑ باطنیۃ یعنی پس تحقیق اصحاب ثلثہ ظاہری میں خلیفہ ہیں اور باطن یعنی حقیقت میں حضرت علی خلیفہ ہیں۔ خواجہ نصیر نے تجرید العقاید میں نقل کیا ہے۔ اقلو بیعتی لست بخیر کم و علیؑ فیکم یعنی واپس کرو تم بیعت میری نہیں ہوں میں نیک و بہتر تمہارا حالانکہ علیؑ تم موجود ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر طالب خلافت ہرگز نہیں ہیں بلکہ یہ مشورہ صحابہ واقع ہوئی ہے۔

احقاق الحق یہ بڑی کتاب شیعوں کی ہے لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ ہما (ابوبکر و عمر) امامان عادلان قاسطان کان علی الحق و ماتا علیہ فعلیہما عمة اللہ یوم القیمة یعنی وہ دونوں (ابوبکر اور عمر) امام عادل انصاف کرتے راہ حق پر اور وہ دونوں مرے اپرا اس کے (حق پر) پس ان پر رحمت خدا کی قیامت کے دن میں۔ تفسیر امام حسن عسکری مرقوم ہے ان اللہ اوہی الی آدم لیفیض علی کل واحد منهم من محبتی محمد و آل محمد و اصحاب محمد ماتو سمعت علی کل عدد ما خلق اللہ من طول الدمر الی اخرۃ و کانو کفارة و اہم الی عاقبة محمودۃ و ایمان باللہ حتیٰ يستحقوا به الجنة و ان رجلا من یبغض آل محمد و اصحابہ او واحد منهم بعذاب اللہ عذابا لو قسم علی مثل خلق خلق اللہ لعلکم اجمعین۔ شیخ ابن بابی تمی نے کتاب معنی الاحیاء میں حضرت امام موسیٰ رضا سے ہے کہ عن الحسن ابن علی قال قال رسول اللہؐ ان ابابکر منی بمنزلة السمع و ان عمر منی بمنزلة البصر و ان عثمان منی بمنزلة

الفرد۔ ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار کی چودھویں جلد میں کتاب السما والعالم میں ہے کہ مسعود عیاشی سے آپ کی کیفیت اسلام کے بارے میں یہ روایت کی ہے
 روی العیاشی عن الباقرؑ ان رسول اللہؐ قال اعز الاسلام بن عمر بن الخطاب او بابی جہل بن ہشام یعنی امام باقرؑ سے روایت ہے پیغمبر نے خدا سے دعا کی کہ الہی عزت دے اسلام کو عمر بن خطاب کے اسلام لانے سے یا ابو جہل کے مسلمان ہونے سے۔ عرض کی کہ رسول مقبولؐ کی دعا عمر کے نسبت قبول ہوئی۔
 گنجینہ مطاعن صفحہ ۴۰ میں ترجمہ مسلم کے صفحہ ۸۲-۸۳ سطر ۱۰ سے نقل ہے کہ ابو سعید کہتا کہ آنحضرتؐ اور ابوبکر و عمر ایک مقام پر دجال سے ملے۔ آنحضرتؐ نے دجال سے پوچھا کہ تیرے پاس کیسے ہیں۔ دجال نے کہا ایک صادق اور دو کاذب۔ امام عینی شارح بخاری لکھتا ہے چونکہ آنحضرتؐ کسی وقت خلافت کی باتیں نہیں کر سکتے تھے اس لئے کہ آنحضرتؐ کے حق میں کلمہ ہدیان کہنے والا کوئی منافق ناقص الایمان ہوگا۔ ترمذی و شرح مشکوٰۃ میں کہ آنحضرتؐ کے حق میں کلمہ ہدیان کہنے والا عمر ابن خطاب ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ کسی معاملہ میں ابو حنیفہ کے سامنے قول عمر پیش کیا گیا۔ اس نے کہا کہ یہ شیطانی قول ہے۔ مؤند باللہ تبحر ابن حمزہ زیدی شیعہ نے اپنی کتاب اطواق الحمایہ کی آخری بحث امامت میں سوید بن غفلہ سے روایت کی ہے کہ انہ قال مررت بقوم ینقصون ابابکر و عمر فاخبرت علیاً و قلت لو لا انہم یرون انک تضمیر ما اعلنوا ما اجتروا علی ذالک عبداللہ سبا و کان اول من اظهر ذالک فقال علیؑ اعوذ باللہ رحمہما اللہ ثم نهض واخذ بیدی و ادخلنی المسجد فصعد المنبر ثم قبض علی طیہ و ہی بیضاء فجعلت و مرعہ یتجاوز علی لحیط و

جعل ينظر للبقياع حي اجتماع الناس ثم خطب فقال ما بال اقوام
 يذكرون اخوى رسول الله و وزيريه و صاحبيه و سيدى قریش و
 ابوى لمسلمين و انا برى مما يذكرون و عليه معاقب صحبا رسول
 الله بالجد والوفاء والجد فى امر الله يا مران و ينهيان و يقضيان و
 يعاقبان لال يرى رسول الله كرائهما رانيا والا يحب لحيهما لما يرى
 عزميها فى امر الله فقبض وهو عنهما راض المسلمون راضون فما
 تجاوزا فى امرهما و سيرتهما الله فوالذى فلق الحبة و براء النسمة
 لا يحبهما الا مؤمن فاضل ولا يبغضهما الا شقى مارق وجهما قربة و
 بغضهما مروق۔ یعنی روایت ہے سوید بن غفلہ سے کہا کہ گذرا میں تحقیق اس قوم پر
 کہ حقارت کرتی تھی ابو بروعر کی۔ پس خبر دی میں نے علی کو اور کہا میں نے اگر نہ وہ
 ہے کہ یہ لوگ گمان رکھتے ہیں کہ تو چھپاتا ہے جو کچھ کہ یہ ظاہر کرتے ہیں۔ البتہ جرأت
 نہ کرتے اس کے اپر اس سب کا سرغنہ عبداللہ بن سبا ہے اور وہ پہلا شخص ہے کہ
 ظاہر کیا اس بات کو پس کہا علیؑ نے پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ خدا کی رحمت کر خدا ان
 دونوں پر پھر کھڑے ہو گئے اور میرا ہاتھ پکڑا اور داخل کیا مسجد میں۔ پس چڑے منبر پر
 پھر پکڑی اپنی داڑھی مٹھی میں اور وہ سفید تھی۔ پس شروع ہوا آنسو بہنا کہ داڑھی اور
 نگاہ کی طرف مکانات مسجد کے یہاں تک کہ جمع ہوئے آدمی پس خطبہ پڑھا۔ پس کہا
 کیا حال ہے اس قوم کا ذکر کرتے ہیں دو برابر رسول خدا کا۔ انکے دو وزیروں کا، دو
 رفیق انکے کا اور دوسرا قریش کے اور باپوں مسلمانوں کا، میں بیزار ہوں اس چیز سے
 کہ ذکر کرتے ہیں اور اس ذکر پر میں ان کو عذاب کرونگا۔ دونوں اصحاب تھے اور
 رسول خدا کے ساتھ کوششیں اور وفا اور سعی کے حکم خدا میں حکمرانی کرتے تھے اور

جھڑکتے تھے اور فیصلے خصومات کے کرتے تھے۔ اور سزا دیتے تھے۔ نہیں دیکھتے تھے رسول خدا مثل ان کے کسی کی رائے نہیں دیکھتے اور دوست نہیں رکھتے تھے مثل دوستی انہوں کی کسی کو بسبب اس کے کہ دیکھتے ان کو کار خدا میں مستعد۔ پس وفات پائی حالانکہ ان دونوں سے راضی تھے تمام مسلمان راضی تھے۔ پس فرق نہ کیا دونوں نے اپنے کام اور دستور میں مصلحت رسول خدا سے اور ان کے کام سے حالت حیات میں بھی اور بعد وفات میں بھی۔ پس دونوں نے وفات پائی اسی حال پر رحمت کچھو دونوں پر خدا۔ پس اس کے کہ جس نے چیرا دانہ کو پیدا کیا جان کو دوست ان کا نہیں مگر مؤمن بلند درجہ اور دشمن انہوں کا نہیں۔ مگر بے نصیب خارج دین سے اٹخ۔

نقل اظہار الہدیٰ کشف المعظا اہل سنتی ترجمہ موطا امام صفحہ ۳۰۱ اور ازالۃ الحقا مقصد دوم صفحہ ۱۹۶ مطبع دہلی میں ہے کہ جب آنحضرتؐ نے جنگ احد کے شہداء کے حق میں دعائے مغفرت مانگی تو ابو بکر و عمر نے کہا یا حضرتؐ ہمارے حق میں بھی دعائے مغفرت کیجئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم دونوں دعائے مغفرت کے قابل نہیں۔ نقل ہے گنجینہ مطعن صفحہ ۴۱ میں سے۔ دارقطنی میں بروایت عامر بن وائلہ سے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ قسم بہ خدا خلافت کیلئے میں ابو بکر سے زیادہ قابل تھا مگر اس خیال سے کہ حق کیلئے جنگ کرنے سے امت رسولؐ کفر کی طرف پلٹ جائے گی میں نے صبر کیا۔ بعد ازاں عمر پھر عثمان خلیفہ ہوا تو یہی خیالات ہو کر جنگ سے منع کرتے رہے۔ (جس حکم میں حضرت علیؑ نے کراہت جان کر صبر اختیار کیا ہے بشرطیکہ اس کے دوست دار کو بھی لازم واجب امر ہے صبر کرے اپنے ظن ناقص کو راہ نہ دیوے۔ اگرچہ ایک حکم میں حضرت علیؑ کے برخلاف علم ہو کر واقع ہوئے تو دوستداری سے خارج ہے) اور شرح مواقف میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کی بابت

میں سنگسار کرنے کو حکم کیا تھا وہ خطا تھی۔ حضرت علی نے کہا جب بچہ پیدا ہو تب سنگسار کر دینا۔ اس وقت عمر نے کہا لولا علی لہلک عمر (یہ ہلاک کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کیا تھا عمر نے۔ کہا کہ قیامت کی ہلاکت سے آزاد ہو گیا) یعنی حساب گاہ میں مواخذہ نہ رہا اور اس میں کوئی تہمت نہیں۔

مولوی شبلی نعمان نے الفاروق میں لکھا ہے کہ عمر کو صلح حدیبیہ کے دن آنحضرتؐ کی نبوت میں شک کرنے سے یہاں تک ندامت ہوئی (توبہ کی) کہ اس نے روزے رکے، نوافل پڑھے محتاجوں کو خیرات دی غلاموں کو آزاد کیا (اگر واقع ہو تو عجب نہیں بشر ہے ندامت کے لئے مقبول الہی اور توبہ کا در بند نہیں ہوا ہے) تفسیر امام حسن عسکری صفحہ ۷۷ میں ہے کہ در باب تعلیم خداوند عالم بآدم طریق توبہ را یا رب لا الہ انت سبحانک و بمحمد و الہ الطیبین و اصحابہ المنجبین سبحانک و بمحمد ک لا الہ الا انت عملت سوءاً و ظلمت نفسی فتب علی بحق محمد و ال محمد و اصحابہ المخیرین۔ تفسیر حس عسکری صفحہ ۳۰۲ میں ہے کہ اشہد یا محمد انک رسول رب العالمین و سید الخلق اجمعین و ان علیاً افضل الوصیین و ان الک افضل ال نبیین و صحابتک خیر صحابت المرسلین وان امتک خیر الامم اجمعین۔



در باب فدک

قال قال رسول الله لا نورث ما تركناه صدقة یعنی کہا فرمایا رسول خدا نے ہمارا کوئی وارث نہیں اور جو کچھ چھوڑیں ہم صدقہ ہے۔ کافی کلینی کہ کتاب العقل والجہل باب صفت العلم میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ ان الانبياء لم يرثوا درهما ولا ديناراً و انما يرثوا من احاديثهم فمن احد بشيء منهم فقد حفظاً و افرة یعنی تحقیق انبیاء وارث نہیں رکھتے ہیں درہم و دینار (جو کچھ چھوڑ جاویں صدقہ ہے)۔ سوا اس کے کہ ان کی احادیث کو پس جس نے ان میں سے کچھ حصہ لیا پس تحقیق بہت حصہ لے لیا ہے۔ اور کتاب حجاج الساکین بڑی معتبر مستند کتاب شیعہ میں لکھا ہے کہ ابوبکر کو خاتون قیامت نے کہا۔ افعل فیہا کما کام ابی رسول اللہ یفعل فیہا یعنی کرتو اس میں (فدک میں جیسے میرے باپ رسول اللہ کیا کرتے تھے)۔ اور شرح کلینی اسی طرح کا ہے از انبیاء ہر چہ باقی ماندہ اگر چہ ترکہ است دریں حکم نیست۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ ابوبکر سے ناراض نہیں بلکہ فدک کی اجازت ہوئی۔ اگر حضرت فاطمہ ابوبکر سے ناراض بغض ہے تو معصومیت میں نہیں رہتی۔ اس میں مؤمن کے لئے خاموش کلام بہتر ہے۔ ابوبکر نے یہ نام لکھ کر فاطمہ کو دیدیا تو عمر سے ملاقات ہوئی تو اس نے خط کو پھاڑ دیا یہ محض مصنوعی ہے کیونکہ زمانہ کے خلیفہ ابوبکر تھے نہ کہ عمر۔ اور ابوبکر نے کہا نہیں مانتے تھے کہ مجالس المؤمنین کی مجلس دوم میں ہے کہ ابوبکر نے عمر کے کہنے سے خالد کو معزول نہ کیا اور مجلس سوم میں ہے کہ عمر حذیفہ بن الیمان انصاری سے انتقام چاہتے تھے۔ ابوبکر نے ان کے کہنے سے انتقام نہیں لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر اپنی

خلافت کے زمانہ میں کسی اور کے کہنے سے کام نہیں کرتے تھے۔ حق الیقین میں مرقوم ہے کہ ابوبکر بفاطمہ گفت کہ اموال واثقال خود از تو مضائقہ نمی کنم انچه خواہی بگیرنوسیدہ امت پدر خودی و شجرہ طیبہ ابرائے فرزندان خود بنی آل کار فضل تو کسے نے تو اند کرد۔ حکم تو نافذ است در مال من در مال مسلمانان مخالفت گفتہ پدر تو نے تو انم۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر نے حضرت زہرا کی دلداری اور احترام میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا تھا۔ اور وصیت فرمایا رسول خدا نے۔ دیکھو استبصار کے باب وصایا میں ہے کہ لا يجوز الوصية باكثر من الثلث یعنی نہیں جائز ہے وصیت زیادہ تہائی سے۔ اگر وصیت حضرتؑ نے کی ہے تو حضرت امیرؑ نے فدک کو کیوں نہ حوالہ حسنین کیا۔ اور ذوی القربیٰ حکم سے فدک حضرت زہراؑ کو دیا تھا مگر آیت کے نزول کو بھی تفسیروں کو بھی آیت ذوی القربیٰ مکی ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی فدک کہاں تھا۔ اور یہ آیت عام ہے نہ کہ خاص در حکم ترک مال بموجب آیت ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل کے حکم میں داخل ہے۔ اہل متوسط کو لازم ہے کہ اس میں خاموشی اختیار کریں تاکہ افراط و تفریط میں نہ پڑے۔ شیخ صدوق نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کیا ہے جس کا ترجمہ ملا باقر مجلسی نے کیا ہے۔ اس میں صحابہ رسولؐ بارہ ہزار تھے۔ مسلم بن قیس ہلالی کی کتاب وفات النبیؐ میں ابن عباس سے روایت ہے۔ عن امیر المؤمنین ان الصحابة ارتدوا بعد النبیؐ الا اربعة و فی رواية عن الصادق الاسبتہ بقول حضرت علیؑ صرف چار اصحاب مؤمن ہیں۔ بقول امام جعفر چھ اصحاب مؤمن رہے۔ یہاں اصحاب رسول کے بارے میں تین مختلف قول ہوئے ہیں۔ صاحب تفسیر تنویر لکھتے ہیں دوم و سوم کو ضعیف اول کو صحیح لکھ دیا ہے۔ اور کل معہ دس مہینے حضرت امام حسن خلافت کے بموجب

حدیث الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم يكون ملكاً عضواً ضائعاً فرمایا رسول خدا نے کہ خلافت میرے بعد میرے تیس برس ہوگی۔ پھر ہوگا ملک کا ٹٹے والا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ بعد تیس برس کے ظالم بادشاہ ہوں گے۔ اس سے پہلے ظلم و غضب نہیں تھا۔ اگر ظلم و غضب کے قائل ہوئے تو اسی حدیث کو تکذیب آتے ہیں۔ منج الصادقین کے ساتھ جز و تفسیر آیہ کریمہ الم یروکم اهلکنا من قبلہم من قرن مکنہم فی الارض میں یہ حدیث اقدس نقل کی ہے۔ خیر کم قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم یعنی بہترین زمانہ رسول خدا کا زمانہ ہے بعد اس کے جو زمانہ کہ قریب ہو بعد اس کے کہ زمانہ کہ قریب ہو۔



درباب ازواج مطہرات

قال اللہ تعالیٰ ازواج النبی امہات المؤمنین یعنی زوجہ النبی
مؤمنوں کی ماں ہے۔ گویا جو مؤمن ہے اس کی ماں ہوتی ہے۔ دیکھو تفسیر تنویر البیان
صفحہ ۹۲۷ میں مرقوم ہے کہ مجاہد نے کہا کہ ہر پیغمبر اپنی امت کا باپ ہے۔ اسی دلیل
سے مؤمنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اسی لے دین اسلام میں پیغمبران کا باپ
ہے۔ و ازواجہ اور پیغمبر کی ازواج امہاتہم از روئے حرمت اور تعظیم اور بزرگی
کے امت کی ماں ہے۔ اور مصحف ابن عباس اور ابن مسعود میں اس طرح تھا کہ
ہو اب لہم و ازواجہ امہاتہم اور یہ ابو عبد اللہ سے بھی روایت کی ہے۔ قوله تعالیٰ
الطَّيِّبَاتُ لَطِيبِينَ و الطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ و الْخَبِيثُونَ
لِلْخَبِيثَاتِ یعنی پاک عورت پاک مرد کیلئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے
جوڑے جاتے ہیں۔ اور خبیث عورتیں خبیث مرد کیلئے اور خبیث مرد خبیث عورتوں
کیلئے جوڑے دیتے ہیں۔ اگر بالواقع ہو بھی گیا مجازی ہے نہ بالتحقیق بلحاظ
بشریت ہے۔

تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۳۳۱ میں ہے کہ نیز ازواج مطہرات پیغمبران را جمیع رجال
امت در حرمت حکم پیران دارند۔ مطلب ازواج بنی امت کی مائیں ہیں اور مؤمنین
کی خاص ہیں وغیرہ کی عام ہیں۔ اور ازواج النبی میں کسی طرح شبہ ناشائستہ نہ خطور
شعور ہونا چاہئے کیونکہ انشاء ناقص العقل و بشریت کی وجہ اگرچہ بالتقدیر برگاہ
برگاہ واقع ہوگی تو وہ بھی شاہد و دلیل قاطع بہ فرمان رب جلیل اظہر من الشمس
فیصلہ ہو گیا ہے۔ دیکھو قوله تعالیٰ ان تتوبا الی اللہ سے صریح دلالت مے کند کہ

ازیں معصیت توبہ مقبول است وبالاجماع ثابت است کہ حصہ توبہ نمود و مقبول شد۔ چنانچہ تا آخر عمر ازواج مطہرت داخل بود۔ و بشارت یافت۔ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۳۳۳۔ اور بی بی عائشہ بھی آنحضرتؐ کی زوجیت میں آخر عمر تک رہ کر انتقال ہوئی۔ نہ طلاق کا ثبوت ہے۔ نہ حضرت علیؑ طلاق دیا ہے۔

دیکھو قاضی شستری بڑے مجتہد اہل شیعہ میں گذرے ہیں اپنی مجالس المؤمنین کی مجلس اوّل صفحہ ۲۸ میں لکھتے ہیں کہ عائشہ پیش جناب امیر توبہ کرد۔ پس عائشہ کا توبہ کرنا اور جناب امیر کا صلح کر لینا عائشہ سے ثابت ہے کہ صاحب تائب ہے۔ تو مغفرت بھی بذریعہ توبہ ہے۔ اور حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی نے اپنی تصنیف مودۃ القربی مودت سیوم زاد العقیل صفحہ ۳۹ میں حدیث مرقوم ہے کہ عن عروۃ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہؐ ان اللہ قد عہد انی ان من خرج علیّ علیٰ فہو کافر " فیالنار واجدر بالنار قبل لم خرجت علیہ قالت انا نسیت ہذا الحدیث یوم الجمیل حتی ذکرته بالبصرۃ و انا استغفر اللہ۔ یعنی رسول خداؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے عہد کر لیا ہے کہ جو کوئی علیؑ پر خروج کریگا پس وہ کافر ہے اور دوزخ میں جائے گا۔ اور آتش دوزخ کے ہی زیادہ تر لائق ہے۔ اسی وقت کسی نے عائشہ سے پوچھا کہ پھر تم نے اس سے خروج کیا۔ جواب دیا کہ جنگ جمل کے دن مجھ کو یہ حدیث بھول گئی تھی یہاں تک کہ بصرہ میں جا کر یاد آئی۔ اور میں اللہ سے بخشش طلب کرتی ہوں یعنی میں نے توبہ کیا۔ بخاری و مسلم کی عبارت یہ ہے کہ عائشہ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اسی گھر کی طرف سے میرے بعد فتنہ اور شیطان کے سینک نکلیں گے۔

اور حدیث یہ ہے کہ وحدثنا موسیٰ بن اسماعیل حدثنا جوہریۃ

عن نافعہ عن عبد اللہ قال قال النبی خطیباً فاشار نحو مسکن عائشة فقال هذا الفتنة ثلثا من حيث یطلع قرن الشیطان۔ عائشہ کا گھر مشرق کی جانب مسجد نبی کی تھی خدا کو معلوم کہ خاص بی بی عائشہ کا گھر مقصود ہے یا اس طرف کو نجد بھی واقع ہے۔ جیسے مشکوٰۃ کے آخر خاتمہ ایک حدیث ارشاد ہے وہ مقصود ہے۔ اور نحو کا مطلب کنارے کی طرف کے ہے۔ گویا مقصود نجد کا ہوا نہ عائشہ کے گھر کی طرف۔ اگر عائشہ کے گھر کی طرف مراد ہے تو اوپر کے تمام آیات واحادیث کی تکذیب ہوتی ہے اور بخاری میں ہے کہ ابن عباس نے عمر سے پوچھا کہ قرآن شریف کے سورہ تحریم میں ہے کہ اے رسول تیری دو عورتوں کے دل تیری طرف ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ کہتے یہ دو عورتیں کون ہیں۔ عمر نے کہا کہ یہ دونوں عورتیں عائشہ اور حفصہ ہیں۔ اس حدیث سے یہ مطلع ہوئے کہ خداوند لطیف نے اپنے نبی کو اپنی بیبیوں کی خبر دی۔ مگر رسول اللہؐ نے گوش نہ کیا یا یہ کہ جو مذکور ہوا کہ ان تنو باکا مطلب ہے کیونکہ آنحضرتؐ کو علم لدونی و سلونی علمیت حاصل تھی۔ اور اس میں علماء کو عقل صرف کرنا چاہئے کہ پیغمبر کے حق میں کون بہتر ہے ازواج مطہرات کی اندرونی پاکی ناپاکی۔ اور تحت عبدین کو ہمارے پیغمبر کے حق میں بتلانا احمق ہے۔ گذشتہ پیغمبروں پر کیا گذری اور کیا کیا حکم ارشاد تھے وہ سب ہمارے یہاں مطلب بتانا شائستہ ہے بلکہ حکم بھی نہیں۔ متعلق ہذا کے ہیں۔ شارح ابوالقاسم قتی نے شرح شرائع میں لکھا ہے جس کو مالک بھی کہتے ہیں۔ شرائع کا مضمون یہ ہے یجوز نکاح العربیۃ بالعجمی والہاشمیۃ غیر الہاشمی۔ دیکھو۔ زوج علی بنت ام کلثوم من عمر یعنی نکاح کیا علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر کے ساتھ۔ اور مجالس المؤمنین صفحہ ۸۷ و تہذیب کلینی ومصائب النواصب وغیرہ کتب مستند شیعوں سے اس نکاح کی اصلیت صحیح پائی

جاتی ہے۔ اظہار الہدیٰ صفحہ ۱۱۳ اور تنویر البیان صفحہ ۱۶۵ میں ہے کہ حسب و نسب کا بہ نسبت ایمان کا لحاظ نہ رکھنا چاہئے۔ فقہ احوط صفحہ ۳۲۵ میں ہے کہ لا غیر الهاشمی للہاشمی اگر وقت ضرورت کفو نہ ملنے کے جائز الوقع سے علماء اس میں فتویٰ دے سکتے ہیں ورنہ ضرر فی الدین قابل تامل ہے۔ اہل خلاف نے حضرت ام کلثوم دختر علیؑ اور حضرت روقیہ وام کلثوم دختر ان رسولؑ واولا النبیؑ واولاد علیؑ سے خارج کرتے ہیں۔ کیونکہ دختر علیؑ بہ نکاح عمر تھی اور ایک لڑکا ہو گیا اس کا نام زید تھا۔ روقیہ وام کلثوم دونوں دختر رسولؑ تھیں۔ یکے بعد دیگرے وفات کے حضرتؑ نے دونوں صاحب زادیاں عثمان بن عفان کے نکاح میں دیدی تھیں اور یہ صاحبزادیاں اولاد رسولؑ سے خارج نہیں ہو سکتی ہیں۔ دیکھو چھوٹا رسالہ تحفۃ العوام اور ابو جعفر طوسی المعروف شیخ جعفر نے اپنی کتاب تہذیب میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے یوں روایت کیا ہے۔ کان یقول فی الدعاء اللّٰہم صلّ علیٰ رقیۃ بنت نبیک اللّٰہم صلّ علیٰ ام کلثوم بنت نبیک یعنی حضرت امام جعفر صادقؑ اپنی دعاؤں میں کہا کرتے تھے اے اللہ رحمت کر روقیہ بیٹی اپنے نبیؐ کی اور اے اللہ رحمت کر ام کلثوم اپنے نبیؐ کی بیٹی پر اور یہ دعا کلینی اور نہج البلاغہ میں بھی مرقوم ہے اور ثابت ہوا اہل شیعہ کی کتابوں کے مطابق ام کلثوم و روقیہ دونوں صلب نبیؐ کی ہیں۔ اگر یقین نہ آوے مذکور کتابوں میں دعا ہذا کی تصدیق کرو۔ اور دیکھو اہل سنت کی کتابوں میں کیا مرقوم ہے کہ وہ آنحضرتؐ کی سوتیلی لڑکیاں ام کلثوم اور روقیہ حضرت خدیجہ کے بطن سے تھیں یکے بعد دیگرے عثمان کے نکاح میں دیں۔ وہ لڑکیاں سابقہ کافر کے تخم سے تھیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے کتاب اصابہ میں لکھا ہے۔ آنحضرتؐ کی پلائی لڑکیاں تھیں تو بھی یہ عبارت عقل سے بعید ہے۔ کہ اپنے بے پالک لڑکی مشرک منافق

کے نکاح میں دیں۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ عائشہ عثمان کے حق میں کہا کرتی تھیں **اقتلوا العثلا فقد کفر لعن اللہ نعثلا** یعنی قتل کرو اس لمبی داڑھی والے کو یقین ہے کہ کافر ہوا۔ خدا کی لعنت ہو۔ جب عثمان قتل ہو چکا تو عائشہ نے کہا **لله بما قدمت یداه الحمد لله الذی قتلہ یعنی خدا نفرین کرے عثمان پر اس کے اعمال بد کی وجہ سے خدا کا شکر ہے کہ وہ قتل ہو چکا ہے۔ اور عائشہ نے عثمان کے حق میں اس لئے کہا کہ ابو بکر اور عمر وظیفہ دیتے تھے وہ عثمان نے بند کیا تھا۔**

دیکھو صواعق محرقہ باب اول فصل پانچ میں ہے کہ عائشہ کو ابو بکر و عمر کے خلافت میں دس ہزار درہم سالانہ ملا کرتا تھا لیکن عثمان نے یہ وظیفہ بند کر دیا۔ تو عائشہ نے لوگوں کو قتل پر ابھارنا شروع کیا۔ اگر عثمان عائشہ کو اپنا وظیفہ پورا دیدیتے تو عائشہ کچھ نہیں بولتی۔ انسان العیون میں ہے کہ جب عائشہ حضرت علیؑ کے خلاف جنگ کرنے سے باز نہیں آئی تو حضرت علیؑ نے عائشہ کو لکھا کہ اے عائشہ ابھی کل کی بات ہے کہ تو عثمان کے بارے میں کہا کرتی تھیں **اقتلوا نعثلا فقد کفر** یعنی قتل کرو اس لمبی داڑھی والے کو جو یقیناً کافر ہو چکا ہے۔ اب اسی عثمان کے قصاص کا بہانہ بنا کر مجھ سے جنگ کرنے کو تیار ہے۔ علاوہ ازیں محمد بن ابوبکر کو حکومت مصر کا پروانہ لکھ دیا اور اس پر اپنی مہر ثبت کر دی۔ ساتھ ہی درپردہ ایک قاصد کو تیز رفتار اونٹ دیکر مصر کے حاکم کو لکھ دیا کہ محمد بن ابوبکر کو وہاں پہنچتے ہی قتل کر دیا جائے۔ ابھی محمد بن ابوبکر معہ دیگر احباب کے مصر کی راہ میں ہی تھا کہ انہوں نے ایک شترسوار کو راستہ کتراتے ہوئے مصر کی طرف جاتے دیکھا اور گرفتار کرنے پر اس سے وہی رقعہ نکلا۔ محمد بن ابوبکر اور اس کے احباب مدینہ واپس آئے اور حقیقت معاملہ سے لوگوں کو مطلع کیا۔ محمد بن ابوبکر اور عمار یا سر اور مجمع کثیر نے عثمان کے گھر کو گھیر لیا۔ چند اصحاب رسول دیوار

پھانڈ کر گھر میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے محمد بن ابوبکر نے عثمان کے سر پر ضرب لگائی۔ بعد ازاں باقی اصحاب رسول نے بھی ضرب لگائی اور عثمان قتل ہو گیا۔

عقائد نسفی صفحہ ۱۳۶ میں ہے کہ لقو له اکرموا اصحابی فانہم خيارکم ايضاً و لقول اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم عرضاً من بعد فمن اجہم فجبی اجہم و من ابغض ہم ببغضی ابغضہم و من اذا ہم فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ یعنی فرمایا ہے کہ بزرگی دو تم میرے اصحاب کو پس تحقیق انہیں تم میں بہتر ہیں اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے آنحضرتؐ نے اللہ اللہ تم میرے بعد اصحاب کو نشانی نہ بناؤ۔ پس جس نے ان کو دوست رکھا پس مجھے دوست رکھا میں ان کو دوست رکھوں گا۔ اور جس نے بغض رکھا ان سے پس بغض رکھا مجھ سے میں ان سے دشمنی کروں گا اور جس نے ان کو اذادی پس تحقیق مجھ کو اذادی ہے پس جس نے مجھے اذادی پس تحقیق اس نے خدا کو ایذا دیا ہے۔

عقائد نسفی صفحہ ۱۳۷ میں ہے کہ فقد ف عائشة والافدعة و فسق و بالجملة ينقل عن السلف المجتہدين العلماء الصالحين جواز اللعن علی معاویة و اعوانہ لان غاية امر ہم البغی والخروج عن طاعة الامام الحق. لما انه كفر حين امر بقتل الحسينؑ واتفقوا علی جواز اللعن علی من قتله او امر به او اجازہ او رضی به والحق ان رضا یزید بقتل الحسينؑ ف نحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنة علیہ و انصارہ و اعوانہ اور بھی طرفین کی کتابوں میں ہزار ہا قسم کے ثناء و طعن و لعن تحریر ہے۔ مگر اس میں گنجائش نہیں ہے مختصر کیا ہے۔ ہر دو طرف افراط و تفریط میں پڑے ہیں اور قیامت کے طلاطم سے پار ہو کر نجات ہونا محال ہے۔ تاکہ اوسط کے رویش کی چال کو اختیار نہ

۲۳۳

محال است سعدی کہ راہ صفا: | تو اس رفت جز در پئے مصطفیٰ

مل و خل جز اول صفحہ ۲۱۸ میں ہے کہ (الامامیۃ الصوفیۃ المعروف نوربخشیہ) ہم قائلون بامامۃ علیؑ بعد النبیؐ نصاً ظاہراً و یقیناً صادقاً من غیر تعریض بالوصف اور ان تمام دلائل سے واثق ہو کہ جو رسالہ دعوات صوفیہ میں ہے کہ علیؑ محبہم رحمۃ اللہ و علیؑ مبغضہم لعنة اللہ اس جملہ میں کوئی مخصوص نہیں ہے اور کوئی اپنی طرف سے کسی کو مغضوب بنادے اور افراط و تفریط میں داخل ہے اور اس نے کج راہ اختیار کیا ہے۔ اہل نوربخشیہ کو ضروری امر ہے کہ اس کی ہر باتوں کو چہ اصول و چہ فروع ہو اعتماد و اعتبار نہ کرے۔ اگر اعتبار کیا فاسد العمل ہے۔

در مذهب سب و لعن

قال الله الواحد القهار في القرآن الفارق ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فسيبوا الله عدواً بغير علم یعنی اور تم لوگ برا نہ کہو جن کو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا کہ وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بھی بے ادبی بغير علم۔ اور تفسیر تنویر البیان صفحہ ۲۸۰ میں ہے کہ یوں لکھا ہے۔ ماتحت اس آیت شریف کے واضح ہو کہ پروردگار عالم نے اس آیت شریف میں جملہ مؤمنین کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ بتان کفار کو سخت سست نہ کہو کیونکہ کہیں وہ تمہارے معبود حقیقی کو سخت نہ کہہ بیٹھیں۔ اور تمہارے دل پر چوٹ لگے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو ہمارے طریقہ کا مخالف ہے اس کے کسی مانے ہوئے بزرگ کو بھی برا نہ کہنا چاہئے کیونکہ کہیں اہل خلاف ہمارے بزرگان دین کو برا نہ کہیں۔ اور ہمارے دل پر چوٹ لگے۔ علاوہ اس کے ہمارا مذہب کسی قوم و گروہ پر محدود نہیں بلکہ اذن عام ہے۔ جس کا جی چاہے ہمارے مذہب کی جانچ پر امتحان کرے۔ اگر ہم برا کہنا اپنا وطیرہ کر لیں تو غیر مذہب کب بگوش ہوش ہماری تعلیم سنیں گے۔ اگرچہ ممکن ہے کہ مخالف کے بزرگوں کو برا کہنے سے اہل خلاف ہمارے بزرگوں کو برا نہ کہیں۔ اس وجہ سے ہمارے بزرگان دین اہل خلاف کے یہاں بھی بزرگوں ہی جانتے ہوں۔ پر اس میں شک نہیں کہ اہل خلاف بزرگواران دین کو برا نہ کہیں گے۔ تو ہمارے برادران ایمان کو تو ضرور برا کہیں گے۔ اور غریب و نادار برادران ایمان کو ستائیں گے۔ لیکن اس وقت اس کا وبال اور مواخذہ پر ضرور عائد ہوگا۔ چنانچہ صادق فرماتے ہیں کہ خدا کو کوئی نہیں کہتا۔ پر جس نے خدا کے دوست کو برا کہا اس نے درحقیقت خدا کو برا کہا۔ ایک موقع پر کسی نے صادق سے

عرض کیا کہ کوئی شخص مسجد میں یا کسی اور جگہ چلا چلا کر ان کے دشمنوں کو برا کہہ رہا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اس ملعون کو کیا ہو گیا جو درپے آزار ہوا ہے۔ غرض کہ کسی امام معصوم سے تبراً اعلانیہ ثابت نہیں ہے لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہم باغیان دین جو ہوا اس کو سرے سے برا ہی نہ کہیں۔ نہیں بلکہ اعلان کے ساتھ پکار پکار کر مخصوص کر کے برا کہنا اہل خلاف پڑوسیوں کا ستانا جائز نہیں۔ تصنیف ملا عبد الکریم خراسانی انیس الواعظین شیعہ صفحہ ۱۵۲ میں ہے کہ قال رسول اللہ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر یجلس مجلساً یسب فیہ امام او لفتاب فیہ مسلم یعنی فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جو شخص کہہ ہو مؤمن خدائے واحد پر اور قیامت کے دن پر نہ بیٹھو برا کہنے کی مجلس میں امام کو غیبت کریں اس میں کسی مسلمان کو۔ جامع الاخبار صدوق شیعہ باب ۱۲ صفحہ ۱۰۲ میں ہے کہ قال النبیؐ من سب اصحابی فقد کفر یعنی فرمایا نبیؐ نے کہ جس نے برا کہا میرے اصحاب کو پس تحقیق وہ کافر ہو گیا۔ ایضاً صفحہ ۱۰۲ میں ہے کہ و فی خبر آخر و من سب اصحابی فاجلد یعنی ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جس نے میرے اصحاب کو سب شتم برا کہا پس اس کو درے مارو۔ (یعنی اسی کوڑا) تصنیف شیخ جعفری مجالس المؤمنین مجلس اول صفحہ ۴۸ میں ہے کہ لعن بر خلفاء ثلاثہ واجب نیست۔ اور اسی موقع پر یہ روایت بھی ہے کہ عائشہ از حرب امیر المؤمنین توبہ کرد بریں تقدیر ممانعت کی ہے۔ اور کتاب مصابا الشریعت باب معرفت شیعہ میں ہے کہ امام صادق سے روایت ہے کہ بگذارید یقین راز شک و جرأت نکند۔ قول امیر المؤمنین نہج البلاغہ میں ہے کہ فی اکراہ ان تکونو السبائبین باب سباب میں ہے کہ لا تسبوا الاناس فتکسبوا العداوت بینہم یعنی آدمیوں کو برا نہ کہو اس لئے کہ پیدا کرو گے ان کے درمیان عداوت۔ جامع

الاخبار شیعہ قال الصادق الغیبة تاكل الحسنة كما تاكل النار الحطب
امام جمعہ نے فرمایا کہ غیبت کرنا ہر ایک مسلمان پر گنہگار ہے۔ صاحب اس کے ہر حال
میں غیبت کرنے سے نیکیاں کھاتی ہیں جیسے آک لکڑی کو کھاتی ہے۔ قال اللہ
تعالیٰ 'ایحب احدکم ان یرکب لحم اخیه میتاً یعنی کیا خوش ہوتے ہو کہ
تمہارے میں کوئی ایک اپنے بھائی کے میت کا گوشت کھائے۔ او حی اللہ تعالیٰ
علیٰ موسیٰ المغتاب ہو اخر من یدخل الجنة ان تاب و ان لم یتب
فہو اول من یدخل النار یعنی حدیث قدسی میں ہے کہ وحی کی خدا نے حضرت
موسیٰ پر کہ غیبت و لعن کرنے والا سب کے بعد بہشت میں داخل ہوگا وہ بھی اگر توبہ کر
کے مرا ہو اور اگر توبہ کے بغیر مرا وہ سب سے پہلے دوزخ میں داخل ہوگا۔ ایضاً جامع
الاخبار میں ہے کہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ قولہ تعالیٰ 'یوذنی
ابن آدم یسب الدھر بید المر اقلب اللیل والنہار یعنی فرمایا نے حدیث
قدسی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذادیتے ہیں مجھ کو بنی آدم۔ یہ کہہ رہے ہیں زمانہ کو اور میں
خود زمانہ ہوں۔ میرے ہاتھ یعنی قدرت میری ہے اور دن اور رات میں تمام کا یا پلٹ
دوں۔ ایضاً و قال النبیؐ من سبنی فقتلہ و قال حرمت الجنة علی
ظلم اہلبیتی یعنی فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جس نے برا کہا مجھ کو پس اس کو قتل کرو
اور فرمایا کہ جس نے میری اہل بیت پر ظلم کیا اس پر جنت حرام ہے۔ قولہ تعالیٰ
والذین یوذنون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما کتسبوا فقد حتملوا
بہتاناً و اثمًا مبناً۔ اگر کوئی تیرا یہ ابو بکر و عمر کو منافق کہے یا غاصب یا مشرک میں
کرے حالانکہ خدائے پاک نے حیات حبیب خدا محمدؐ میں ہی تمیز مؤمن و منافق کے
فرمادی تھی۔ بہ موجب آیہ شریف ما کان اللہ لیدو المؤمنین علی ما انتم

علیہ حتیٰ یُمیز الخبیث من الطیب یعنی نہیں ہے اللہ تا کہ چھوڑ دے ایمان والوں کو اوپر اس کے کہ تم ان پر ہو یہاں تک کہ تمیز کرنے ناپاک کو پاک سے۔ مزید برآں رسول خداؐ حالت علالت میں و حضرت علیؑ ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں اختلاف ہے اور حضرت ابو زر و سلمان فارسی و مقداد و عمار یا سر و غیرہ شیخین کے پیچھے نماز پڑھی بلکہ آنحضرتؐ نے اپنے دونوں لخت جگر بہ نکاح عثمان یکے بعد دیگرے عطا فرمایا۔ اور حضرت علیؑ امام المتقین نے اپنی صاحبزادی عمر کو دی حالانکہ یہ امر مسلمہ فریقین میں ہے پیچھے لکھ کر آیا ہوں کہ یہ مسئلہ واقع ہوتے ہیں کہ منافق کے پیچھے نماز درست نہیں ہے اور مشرک اور منافق کے ساتھ مومنہ کا نکاح بھی صحیح نہیں ہے۔ دیکھو قولہ تعالیٰ 'ولا تنکحو المشرکین حتیٰ یؤمنوا' یعنی نکاح نہ کرو تم مشرکین کے ساتھ یہاں تک کہ ایمان لاویں۔ اگر کوئی یوں کہے قرآن پاک کو عثمان نے تحریف و بے ترتیب کر دیا اور جو حضرت علیؑ ائمہ طاہرین کی شان میں نازل ہے وہ لکھا نہیں ہے۔ خود ہی یہ سب نکال کر برا کہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ جامع قرآن لائق تبرا ٹھہرے تو نعوذ باللہ اس کے عامل بھی انہی تہمات سے چھٹکارہ نہیں پاتے۔ اور اگر کوئی یوں کہے کہ نبیؐ نے طلاق کا اختیار حضرت علیؑ میں دیا تھا تو یہ اس آیت کے خلاف واقع ہو جائے گا۔ حالانکہ خود آنحضرتؐ کو ارشاد ہے کہ قولہ تعالیٰ 'لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بہن من ازواج ولو اعجبک حسنہن' یعنی عورتیں تمہارے واسطے پیچھے سے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ کہ بدلے تم ان کی بیبیوں کے ساتھ اگرچہ تمہیں ان کا حسن نہایت تعجب میں ڈالے۔

جامع الاخبار صفحہ ۷۵ میں ہے کہ الصادق قل اللہم انی محب لمن اجبتہ انت و رسولک و مبغض ابغضتہ انت و رسولک فانہ لا

یکلف فوق ذالک یعنی کہ اے بارخدا یا تحقیق میں دوست رکھتا ہوں اس شخص کیلئے تو اس کو درست رکھتا ہے اور تیرے رسول کو۔ اور دشمنی رکھتا ہوں تو اس کو دشمنی رکھتا ہے تیرا رسول۔ پس اس سے زیادہ حکم نہیں۔ دیکھو امام ناطق نے مبغض جانے کا کوئی حکم نہیں فرمایا۔ ہم کو بھی مبغض مخصوص کرنے کو جاننے کے مطلق نہیں۔ ورنہ حکم امام سے خلاف ہوگا۔ اور دیکھو رسالہ دعوات صوفیہ میں مرقوم ہے مطابق امام ناطق کے علیٰ محبتہم رحمۃ اللہ و علیٰ مبغضہم لعنة اللہ یعنی جو کوئی اہلبیت رسول ائمہ طاہرین کے دوستدار ہیں اے اللہ ان پر رحمت کرو اور جو کوئی ان کے دشمن ہیں ان پر خدا کی پھٹکار ہو۔ واما میہم اتو تئ و من اعدائہم اتبواء و۔ دیکھو اپنی کتاب میں بھی کوئی مبغض مخصوص نہیں کیا ہے اور اہل حق کے لئے چاہئے کہ ان حکموں سے تجاوز ہرگز نہیں کریں۔ اگر ان کے خلاف واقع ہو جائے تو شاہ سید محمد صاحب عرف نور بخش رحمہ اللہ کی تقلید سے خارج ہو جائے گا۔ یہ بھی خدا کا حوالہ ہے تمام چیزیں مقرر شدہ ہیں اور تفسیر آیات الاحکام صفحہ ۳۴۶ میں ہے کہ اور ہر ایک اشیاء میں خداوند رب العزت مقرر فرما چکے ہیں۔ جیسے اس حدیث میں ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت علیؑ سے روایت ہے جس میں رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب کے موافق لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کریں گے اور کتنے آدمی دوزخ میں جانے کے قابل کام کریں گے۔

دردست ما چوں نیست عنان ارادتی	بگذاشتم تا کرم او چہ مے کند
بہ کام عاشق بے دل ز کوئی یار نہ رفت	کسی ز روضہ جنت با اختیار نہ رفت

(دھولام الغیوب)

در شان حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب

حضرت علیؑ کی شان میں طرفین کی کتابوں سے متفق ہیں۔ بلا فصل وصی رسولؐ حضرت علیؑ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ عن بریدۃ قال رسول اللہؐ لکل نبی وصی و وارث و انّ علیاً وصی و وارثی رواہ صاحب الفردوس فی نیابیع المودۃ۔ یعنی ہر ایک نبی کے لئے وصی اور وارث ہے اور تحقیق علیؑ وصی و وارث میرے ہیں۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہؐ فی علیؑ فانہ منی و انا منہ و ہوا ولی و وصی من بعد رواہ احمد فی مسند نیابیع المودۃ یعنی حضرت علیؑ کی شان میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ پس تحقیق علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ میرے بعد ولی اور وصی ہیں۔ عن انس بن مالک قال بعث النبیؐ ببرات مع ابی بکر ثم قال ینبغی لاحد ان یبلغ هذا الا رجل من اہلی فدعا علیاً فاعطاه ایّاہ۔ اس حدیث کی شان یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد جناب رسول خداؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو مکہ معظمہ میں پیام حج منادی کے واسطے سورہ برأت کے روانہ کیا۔ تو جبریل امین نازل ہوئے اور حکم خدا لائے کہ یہ کام تبلیغ رسالت خاص تمہارا کام ہے۔ یا تم خود جاو یا اس کو بھیجو کہ جو تم سے ہو۔ حضرتؐ نے پوچھا کہ وہ کون ہے۔ جبریل بولے کہ وہ علی مرتضیٰ ہیں۔ چنانچہ حضرتؐ نے سورہ برأت حضرت ابوبکرؓ سے واپس لیکر حضرت علیؑ کو دے کر مکہ روانہ کیا۔ مظاہر حق میں بھی یہ عبارت ثابت ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کو آنحضرتؐ صلعم نے حاجیوں کا امیر بنا کر بھیجا تھا بعد ان کے نکلنے کے ان کے پیچھے علی مرتضیٰ کو سورہ برأت لیکر بھیجا۔ اس وقت یہ حدیث فرمایا ہے کہ علی منی و انا منہ ولا یؤدی عنی الا انا او علی۔ اور جس وقت

جالے تو ابوبکر صدیق نے کہا۔ حضرت علی سے کہ تم امیر ہو یا مامور۔ حضرت علیؑ نے کہا مامور ہوں اور اس میں پورا حضرت علیؑ کی طرف خلافت اشارہ ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق کو سردار معزول کیا اور واپس چلے اور حاجیوں کا امیر حضرت علیؑ ہوا۔ تشریف لے گئے۔ چنانچہ یہ امر مخفی نہیں ہے۔ محققین پر مشکوٰۃ مظاہر حق میں مرقوم ہے۔ اور جامع الاصول امام غزالی نے کہا کہ اقلونی فلسفہ بتخیر کم و علیؑ فیکم یعنی ابوبکر نے کہا کہ میری بیعت توڑ دو میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ جب کہ علیؑ تم میں موجود ہیں۔ صحاح میں ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوزر کو حکم دیا کہ میرے بعد علیؑ کی پیروی کرنا وہ تم کو ہدایت پر رکھے گا۔ اور گمراہی سے بچائے گا۔ کیونکہ اس وقت عام لوگ دنیا کو اختیار کریں گے۔ علیؑ دین کو اختیار کرے گا۔

گنجینہ مطن صفحہ ۷۷ اور روضہ الشہداء میں ہے کہ امام احمد حنبل سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ کی فضیلت از روئے فضائل میرے پاس کسی اصحاب و انصار کی روایت نہیں پہنچی ہے۔ عن سعد بن وقاص قال قال رسول اللہ لعلی انت منی بمنزلہ ہرون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی متفق علیہ فی مشکوٰۃ جواہر الایمان تفسیر امام حسن عسکری صفحہ ۳۷ میں ہے کہ واللہ شرف علیاً علی جمع الوری بعد المصطفیٰ۔ ایضاً صفحہ ۹۹ میں ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اب ایک رات کو میں بعالم بالا بحکم خدا گیا تھا۔ اس وقت اس لوح محفوظ میں یہ تحریر پائی کی علیؑ ”المعصوم من کل خطاء و ذلۃ۔ امام احمد حنبل نے مسند میں لکھا ہے کہ جو شخص علیؑ سے بغض رکھے وہ کافر ہے۔ ایضاً کہ ابن عباس کہتا ہے کہ فرمایا حضرت علیؑ نے کہ میں ہوں عبداللہ اور رسول کا بھائی اور صدیق اکبر جو کوئی اور شخص صدیق ہونے کا دعویٰ کرے وہ دروغ گو ہے۔ اور حضرت علیؑ کے بعد گیارہ ائمہ بھی

وصی ہیں۔ مودۃ القربیٰ من تصنیف امیر کبیر سید علی ہمدانی مرقوم ہے کہ قال "اُئمة بعد اثنی عشر" اولہم علی و ثامنہم علی و عاشر ہم علی و آخر ہم مہدی۔ اور فقہ احوط صفحہ ۱۰ میں ہے کہ اصول دین کی معرفت بواحدانیت خدا (وعدل) و بوجود فرشتگان و بہ کتاب ہائے منزل و رسالت رسول و امامت و قیامت وغیرہ است۔ اور اہل نور بخشیہ کو لازم ہے کہ بزرگان دین جو شجرہ پاک دعوات صوفیہ و تحفہ قاسمی و فلاح المؤمنین میں درج ہیں ان کے خلاف نہ کرے۔ اگر ان کے خلاف واقع ہوئے تو خود خلاف ہے۔ اور آیہ مباہلہ اور غدیر خم کے آیہ اکملت لکم اور آیہ تطہیر یہ سب حضرت علیؑ کی امامت اور فضیلت اور مناقب میں فریقین کی تمام کتابوں میں لکھا ہے۔ دیکھو یہ بیت:

مصطفیٰ با سہ محمد مرتضیٰ با سہ علی جعفر و موسیٰ و زہرا یک حسین و دوحسن

اور حضرت علیؑ کی شان میں آنحضرتؐ نے تفسیر آیہ قرآن پاک کے جو بیان فرمایا ہے وہ سب اس مختصر میں گنجائش نہیں ہے۔



باب المتعة النساء

زمانہ سابقہ سے صیغہ متعہ میں مختلف العلماء واقع رہا ہے۔ تفریط میں بعض افراط میں مبتلا ہو کر اوسط طریقہ رسولؐ سے محروم ہو گئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اوسط طریقہ رسولؐ کو ظاہر کروں گا۔ بعض اس مسئلہ میں چنداں زیادتی کرتے ہیں کہ جناب محمدؐ اور علیؑ اور حسینؑ ہم پلہ درجے میں ہم وزن جتلاتے ہیں۔ علاوہ علماء وں کے لئے فتویٰ دے کر صیغہ دائمی بالکل نہیں پڑھتے۔ بلکہ جو کوئی دائمی میں واقع ہے وہ بھی طلاق جاری کر کے صیغہ متعہ میں داخل کرتے ہیں۔ مگر یہ تین باتوں سے خالی نہیں ہے۔

نمبر اول: محمدؐ و علیؑ اور حسینؑ کے درجہ ثواب کا ہم وزن ملنا محال ہے بلکہ کہیں برائے دلیل لکھا بھی ہوگا معتبر نہیں کیونکہ سابقین میں اختلافات واقع ہوئے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ صحیح حدیث وارد نہیں۔ اب ثواب درجہ مذکور کیسے حاصل ہے۔

نمبر دوم: اختلافات کے اندر زیادہ تر غیب دینا خود خلاف ہے بلکہ اوسط سے تجاوز کرنا ہے۔ گویا حدیث کے خلاف ہے۔ ہاں بوقت ضرورت جائز ہے۔

نمبر سیوم: زن منکوحہ طلاق واقع کر کے صیغہ متعہ جاری کرنا بدعت ہے اور افراط العلماء ہے۔ بعض اس حکم میں ناجائز جان کر اس حکم اللہ کو چھوٹا زنا نام کر کے حرام مؤبد مقرر کرتے ہیں۔ اس میں بھی تین باتوں سے مجر نہیں۔

اول: آیات قرآنی سے منکر ہیں۔

دوم قول رسولؐ و فعل صحابہ کو لغو جاننا۔

سیوم صریح حکم کو حرام مقرر کرنا ہلاکت قیامت اور تفریط العلماء ہے۔

اطلاع: افراط والے کتنی زیادتی ان کی کتابوں میں لکھا ہے۔ باطل مسئلہ ہے

کہ دیکھو کہ مصائب النواصب کے چند رابعہ سادش عشر میں ہے کہ متعہ سے دوری بھی جائز ہے۔ یعنی چند آدمی باہم متفق ہو کر ایک عورت سے متعہ کریں اور اپنی اپنی باری سے تاختم میعاد اس سے صحبت کرتے رہیں تو درست ہے۔ مگر یہ حکم اس عورت کے لئے ہے جس کا حیض بند ہو گیا ہو اور جامع عباسی اردو باب ۱۱ مطلب اول صفحہ ۱۰۱ میں ہے کہ متعہ میں جماع کی باریاں ٹھہرا لینا کہ اتنی مرتبہ صحبت کریں گے جائز ہے۔ مثلاً شرط کرے کہ رات تیرے پاس آؤنگا یا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ جانا قرار پائے (قائدہ حکمی ہے کہ شرط اگر پورا نہ ہو سکے تو مشروط باطل ہو جاتا ہے)۔ اور دیکھو تفسیر شیعہ خلاصۃ المنہج کے شروع جز پنجم میں ہے کہ فرمایا رسول خداؐ نے کہ جو شخص دنیا سے جاوے اور اس نے متعہ نہ کیا وہ قیامت کے دن بد منظر اور بد ہیئت اٹھے گا۔ مانند اس آدمی کے نکلا ہو۔ اور دیکھو کہ خلاصۃ المنہج و تفسیر تنویر البیان صفحہ ۱۶۳ میں ہے کہ متعہ کے فاعل اور مفعول متعہ کر کے باہم بیٹھے ہیں ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان کی پاسبانی کرتے ہیں۔ اور جو کچھ کہ وہ گفتگو کرتے ہیں وہ تسبیح و تحلیل بن جاتی ہیں۔ اور ہاتھ پکڑیں تمام گناہ انگلیوں کے ناخن سے نکل پڑتے ہیں۔ اور ہر بوسہ و ہر لذت پر ثواب حج و عمرہ و حسنات پاویں اور غسل کے ہر قطرہ سے فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ مطلب اس متعہ کو ناجائز و حرام کا حکم فتویٰ دے وہ اہل دوزخ کا ہے۔ اور خدا کی لعنت ہے اور بھی لغویات و موضوعات بہت سارا ان کی کتابوں میں بلا سند کے بیان کیا ہے۔ اور صیغہ دائمہ نکاح کیلئے کوئی تعریف و توصیف نہیں بلکہ گھٹیا شمار کیا ہے۔ پر ذکر ہو چکا ہے اور متعہ کی حد سے زیادہ تعریف کر کے افراط کی طرف تجاوز کر گیا ہے اور انہیں اہل شیعہ کی کتابوں سے حرام بھی کرتا ہے۔

دیکھو کتاب استبصار کے باب تحلیل متعہ میں یہ حدیث حضرت علیؑ سے منقول

ہے۔ قال حرم رسول اللہ لحرم الحمرا لاهلیة و نکاح المتعة یعنی کہا حضرت علیؑ نے حرام کیا رسول اللہؐ نے گوشت گدھے کا اور نکاح متعہ کا۔ علاوہ شیخ علی جو شیعہوں کے بڑے مجتہد ہیں اپنی کتاب احقاق الحق کے بیان حدیث میں اجازت بالوطی کو باطل لکھتے ہیں اور منع فرمانا رسول مقبولؐ کا متعہ کو حدیثوں سے ثابت ہے۔ اور مستند کتاب محاسن برقی شیعہ میں حدیث مرقوم ہے کہ قال لابن عباس انک رجل تائة ان رسول اللہ نہی عن المتعة یعنی فرمایا امیر المؤمنین نے واسطے ابن عباس کے کہ تحقیق تو ایک مرد عیاش ہے تحقیق رسول اللہؐ نے منع کر دیا ہے متعہ سے۔ کتاب فقہ الرضا میں یہ حدیث مرقوم ہے اعلم یا اخئی النبیؐ سئلت الامام عن المتعة فقلت جعلت روحی فداک روئ جدک امیر المؤمنین ان النبیؐ حلل المتعة یوم فتح مکة و حرمها عام خیبر و نہی عنها فقال صدقوا فی الروایات انها و اللہ منہیة حرام مامور بها الا انهم غلطونی وجوه الحديث الى ان قال و انما حللها ان النبیؐ الشباب العرب كانوا معه متشکوا الیه عروبتهم فاطلق ولا مثالهم فی تلك الحالت لکیلا یقیمون فی الحرام و اما من تمتع وهو قادر علی التزویج او علی اشتري الامة و هو فی الحضرة او مقيما فی مصر من انصار من غیر اذ عاج ولا اختلاف من بلد الی فقد لقدن علی حرم المسلمین و استحتاج لنفسه ما قد حرم اللہ علیہ من فروج الحرایر بغیر ما قد افرج اللہ فی کتابہ واللہ یقول و من يتعد حدود اللہ فاولئك هم الظالمون و قال فقد ظلم نفسه یا بنی بالمتعة الا عند لا اضطرار والضرورة المضطر فمن امکن له غیرها فلیس له ان

یتمتع و مثلها قول اللہ تبارک و تعالیٰ حرمت علیکم المیتة و الدم و الخنزیر الیٰ قولہ فمن الضطرّ غیر باغ و لا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفورٌ رّحیم یعنی راوی کہتا ہے۔ کہ اے برادر میں نے امام رضاؑ سے پوچھا کہ اے حضرت میری روح آپ پر قربان یہ فرمائے کہ متعہ کے نسبت آپ کیا فرماتے ہیں۔ کیا روایت کیا ہے آپ کے دادا امیر المؤمنین علیؑ نے کہ حضرت پیغمبرؐ نے متعہ کو حلال کیا فتح مکہ کے روز اور حرام کیا خیبر میں اور ممنوع کر دیا اس کو امام نے۔ کہا سچ فرمایا امیر المؤمنین نے۔ خدا کی قسم متعہ حرام ہے البتہ اجازت دی گئی تھی قبل میں۔ پھر فرمایا امام نے کہ حضرتؑ نے متعہ کو حلال فرمایا تھا مگر جو انان عرب کے واسطے کہ مسافرت میں رسول خداؐ کے ساتھ موجود تھے اور اپنی تکلیف کی شکایت کرتے تھے۔ پس رسول خداؐ نے اجازت متعہ کی نہیں دی۔ مگر ایسے لوگوں کے واسطے تاکہ حرام سے بچیں۔ لیکن جس شخص نے متعہ کیا اس حالت میں کہ قادر ہے نکاح پر یا خریدنے لوٹنے پر یا اپنے مکان پر موجود ہے یا کسی شہر میں مقیم ہے۔ پس بیشک اس نے مباح کیا اپنے نفس پر اس چیز کو جس کو حرام کیا خدائے تعالیٰ نے اس کے واسطے۔ اور فرمایا خدائے تعالیٰ نے جس شخص نے تجاوز کیا اللہ کی حدود سے داخل ہوا وہ ظالمین میں۔ اے میرے بیٹے جواز نہیں تھا متعہ کا مگر وقت ضرورت اور اضطراری کی حالت میں جائز ہے جیسا کہ وقت ضرورت میں سور کا گوشت اور مردار اور خون کا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صاحب گنجائش کو اور ذی قوت جو اس حدیث میں امام رضاؑ نے فرمایا ہے انکے سوا کے لئے وقت ضرورت جائز ہے۔



اطلاع اہل تفریط کو

دیکھو کہ کتاب شرح وقایہ اردو جلد ثانی صفحہ ۸ میں ہے کہ اور باطل نکاح متعہ کا یعنی اس طرح پر کہ متعہ کرتا ہوں میں تجھ سے اتنی مدت پر اتنے مال پر۔ اتفاق کیا ائمہ اربعہ اور علماء و انصار نے حرام ہونے متعہ پر اور حجت اس کی حرمت پر قولہ تعالیٰ کا ہے وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوحِهِمْ حَافِظُونَ . اِلَّا عَلَىٰ اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ الْاٰیٰت۔ یعنی نجات پائی ان مسلمانوں نے جو فرجوں کے حافظ ہیں مگر اپنی بیویوں پر یا لونڈیوں پر الخ پس وہی لوگ ہیں زیادتی کرنے والے اس واسطے کہ جس عورت سے کہ متعہ کیا ہو اس کو زوجہ نہیں کہتے ہیں۔ اور اسی سبب سے جو لوگ قائلین متعہ کے ہیں ان کے نزدیک بھی مسموعہ اور مرد میں ایک دوسرے کو وراثت نہیں برخلاف زوجہ کے۔ (جامع عباسی کے صفحہ ۱۰۲ میں ہے کہ میراث نہیں پہنچتی ہے اور لعان اور بلا متعہ میں نہیں ہوتا وہ بات نکاح میں واقع ہوتی ہے) روایت کی مسلم نے ربیع بن سبرہ بن معبد جہتی سے تحقیق کہ ان کے باپ نے حدیث بیان کی ان سے کہ وہ رسول اللہ کے ساتھ تھے سو فرمایا آپ نے اے لوگو! اذن دیا تھا میں نے تم کو متعہ کا عورتوں سے اور اب اللہ نے حرام کیا اس کو قیامت کے دن تک۔ سو جس شخص کی ایسی عورت ہو تو چھوڑ دے اس کو اور ان سے نہ لیں جو ان کو دیا ہے۔ حضرت عمر نے بالائے منبر جا کے کہا کہ اگر کوئی متعہ کرے گا البتہ رحم کرونگا میں اس کو پتھروں سے۔ تفسیر کبیر وغیرہ میں ہے کہ عمر صعد المنبر و قال ایہا لناس ثلث رکن علی عہد رسول اللہ و انا نہی عنہن و احرمہن و اعاقب علیہن وہی متعۃ النساء متعۃ الحج وحی علی خیر العمل۔ گنجینہ مطعن صفحہ ۱۵۱ اور

بخاری میں ہے کہ عن عمر قال متعتان کانتا علی محمد رسول اللہ و انا احرمها و اعاقب علیها۔ ان سب سے معلوم ہوا کہ متعہ عورتوں کا کرنا حرام ہے۔ اور قابل سزا کے اور حد زنا جاری کرنے کا ہوا۔ (اب دیکھو انہیں کے مستند و مضبوط کتاب مشہور سے متعہ جائز اور حلال ہونے کی دلیل لکھتا ہوں۔ شرح مسلم مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۳۹۳ میں ہے کہ ان رجلا من اهل الشام فسعال عن ابن عمر عن التمتع بالعمرة الى الحج فقال هي حلال فقال ان اباک قد نهی عنها فقال ابن عمر رأیت ان کان الی عنها و صفها رسول اللہ ترک سنه و نتبع قوله ابی النخعی عبد اللہ ابن عمر تمام عمر متعہ کرتا رہا اور کہتا تھا کہ جب متعہ کو آنحضرتؐ نے جائز کہا ہے تو میرا باپ عمر اس کو حرام نہیں کر سکتا۔ نو دی شرح مسلم جلد اول صفحہ ۲۵۱ میں ہے کہ قال عطا قدم جابر بن عبد اللہ معتمرا فجعلناہ فی منزله فسالہ القوم عن اشیاء ثم ذکر والمتمتع فقال استمتعتنا علی عہد رسول اللہ و ابی بکر النخعی جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے تمام زمانہ میں اور ابوبکر کے تمام عہد خلافت میں متعہ کرتے رہے۔ صحیح مسلم مطبوعہ نوکلشور جلد اول صفحہ ۴۵۱ سطر ۲۔ صحیح بخاری مطبوعہ بمبئی جلد پنجم صفحہ ۲۸ سطر ۶ میں منقول ہے۔ عن عمر ان بن حصین قال انزلت آية المتعة فی کتاب اللہ فعلنا ہا مع رسول اللہ ولم ينزل قران يحرم ولم ينه عنها حتی مات قال رجل برائه ما شاء انتھی بلفظ یعنی عمر ان بن حصین سے روایت ہے کہا کہ متعہ کی آیت فماستمتعتم قران مجید میں جب نازل ہوئی تو ہم نے معیت پیغمبرؐ میں متعہ کیا۔ اس کے بعد قران میں کوئی آیت متعہ حرام کرنے والی نازل نہیں ہوئی۔ اور مرتے دم تک پیغمبرؐ نے متعہ کرنے کی ہم کو ممانعت نہ کی۔ پیغمبرؐ

کی وفات کے بعد ایک شخص (عمر) نے صرف اپنی رائے سے اس کو حرام کر دیا۔ اور صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۴۵۱ سطر ۴ مطبوعہ نو لکھنور کے قال ابو زبیر سمعت جابر بن عبد اللہ يقول كنا نستمتع بالقبضة من التمر و الدقيق ايام على عهد رسول الله و ابى حتى نها عنه عمر في شان عمر و بن حريث بلفظه یعنی جابر کہتا ہے کہ پیغمبرؐ اور ابوبکر کے زمانہ میں ہم خرما آٹے کی مٹھی پر چند روز کے لئے متعہ کر لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے عمرو بن حریث کی وجہ سے متعہ کرنے کی ممانعت کر دی۔

ایضاً صفحہ مذکور کے سطر ۵ میں مرقوم ہے کہ عن ابی نصرۃ قال کنت عند جابر بن عبد اللہ فایاہ آت فقال ابن عباس و ابن الزبیر اختلفا فی المتعین فقال جابر فعلنا ہما مع رسول اللہ ثم نہا ناعنها عمر انتہی بلفظه یعنی ابی نصرۃ کہتا ہے کہ میں جابر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ ابن عباس اور ابن زبیر نے متعین یعنی نکاح متعہ اور متعہ حج میں اختلاف کیا ہے۔ جابر نے کہا کہ پیغمبرؐ کی معیت میں ہم نے دونوں کو کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے دونوں کو حرام کر دیا۔ صحیح مسلم کی کتاب الحج میں یہ روایت موجود ہے کہ کان عثمان نہی عن المتعۃ و علیؑ یا مریہا یعنی عثمان تو متعہ سے منع کرتا تھا اور علیؑ حکم دیتے تھے۔ اور مرآۃ الجنان میں ابو الظفر یوسف سبط ابن جوزی فرماتے ہیں۔ قد اختلف الناس فی جواز المتعۃ فعامة العلماء علیٰ انها بطلة و ردی جوازہا عن جماعة منهم۔ علیؑ اور جابر بن عبد اللہ و ابن عباس، و ابی سعید الخدری و عطاء بن رباح و ابن ابی ملیکہ و ابن جریج و طاووس کے علاوہ سعید بن جبیر و سلمہ و معبد پسران امیہ بن خلف وغیرہ اور حضرت عمر کے قول سے معلوم ہوا کہ

حضرت ابی بکر و مذکور بالا اصحاب کو اس مسئلہ کے حال سے بالکل بے بہرہ لاعلم تھے۔ اور لوگ متعہ کنندہ فعل بد میں مبتلا ہوئے۔ اور بجز حضرت عمر کے کسی کو متعہ کی خبر بھی نہ تھی اور متعہ کے جائز ہونے کی آیہ قرآن پاک میں موجود ہے۔ والمحصنت میں فماستمتعتم اس آیت کے لئے کوئی منسوخ ہونے کی آیت نازل قرآن شریف میں کہیں ثابت نہیں۔ اگر کوئی صاحب اس آیت مذکور کے لئے الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم کو ناسخ سمجھے تو بلا دلیل ہے۔ ہرگز ناسخ نہیں ہو سکتی ہے۔ دیکھو زمخشری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ فان قلت هل فيه دليل على تحريم المتعة قلت لا لان المنكوحة بنكاح المتعة من جملة الازواج اذا صح النكاح یعنی یہ آیت تحریم متعہ پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ منکوحہ بہ نکاح متعہ ازواج میں داخل ہے۔ غرائب التنزيل میں نظام نیشاپوری فرماتے ہیں قیل لا دليل فيه على تحريم نكاح المتعة لانها من جملة الازواج کوئی دلیل نہیں ہے تحریم متعہ کی اس آیت میں کیونکہ مجموعہ بھی ازواج میں سے ہے۔ اور تفسیر در منثور میں امام سیوطی کہتے ہیں اخرج ابن ابی خاتم عن اسدی فی قوله الا علی ازواجہم یعنی الا من امراة او ما ملکت ایمانہم اس روایت سے ظاہر ہے کہ سدی نے زوجہ سے مراد امراة زن مراد لی ہے۔ پس مجموعہ بھی امراة میں داخل ہے۔ فخر رازی بھی معترف ہیں کہ ان تبتغوا باموالکم سے دونوں نکاح مؤبد و منقطع و منقطع مقصود ہیں۔ منکوحہ بنکاح دائمی بھی اسی وقت زوجہ کہلائیگی جب تک وہ تحت زوج ہے۔ بعد طلاق زوجیت سے خارج ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مجموعہ بھی تا انقضائی مدت متعہ زوجہ کہلانے کی مستحق ہے۔ اور اباحت کی آیت مذکور کو کیسے منسوخ ہو سکتی۔ کیونکہ یہ آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے اور الا ما ملکت الخ

مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے۔ یہ عقل سے بھی بعید ہے کیونکہ قبل وجود متعہ کے منسوخ کلمہ نازل ہونا۔ اور ترمذی مطبوعہ احمد میرٹھ صفحہ ۷۰۷ سطر ۲۷ میں امام ترمذی لکھتا ہے۔

عن ابن شہاب ان سالم ابن عبد اللہ حدثہ انه سمع رجلا من اهل الشام وهو يسئال عبد اللہ بن عمر عن التمتع بالعمرة فقال عبد اللہ بن عمر اريت ان كان ابی نہی عنها واصنصهما رسول اللہ امر ابی يتبع ام امر رسول اللہ فقال رجل بل امر رسول اللہ هذا حديث حسن صحيح انتہی بلفظہ یعنی ابن شہاب سے مروی ہے کہ اس کو سالم بن عبد اللہ نے بتایا کہ اس نے سنا ایک مرد شامی یہ کہتے ہوئے عبد اللہ بن عمر سے کہ متعہ عمرہ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ ابن عمر نے مرد شامی کے جواب میں کہا کہ متعہ عمرہ حلال ہے۔ شامی نے کہا تمہارے والد عمر نے تو متعہ سے ممانعت کی ہے۔ ابن عمر نے کہا میرے والد نے اگر متعہ عمرہ سے ممانعت کی ہے اور پیغمبر اس کو کرتے رہے ہیں تو تم خود ہی بتاؤ کہ اس میں میرے والد کی پیروی کرنی چاہئے یا حکم پیغمبر کی۔ شامی مرد نے کہا کہ حکم رسول اللہ کی پیروی ضروری ہے۔۔۔ ترمذی کہتا ہے کہ یہ حدیث حسین اور صحیح ہے۔ فتح الباری میں ابن حجر کہتا ہے کہ قال ابن بطايل روى اهل مكة و يمن عن ابن عباس ابحة المتعة و روى عنه الرجوع باسانيد ضعيفة و اجازة المتعة عنه اصح ابن بطلال کہتا ہے کہ یمن اور مکہ والوں نے ابن عباس سے اباحت متعہ کی روایت کی ہے اور اس سے کرنے کی روایت ضعیف ہیں۔ اور اجازت والی روایت صحیح تر ہے۔

تحفة المحتاج شرح منہاج میں و حکایة الرجوع منه لم تصح ابن عباس سے کرنے کی روایت صحیح نہیں ہے۔ تاریخ ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۳۵۹ سطر

۱۳ میں علامہ شمس الدین خلکان قول عمر خطاب اس طرح نقل کرتا ہے۔ کہ متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ صلعم و عہد ابی بکر و انا انہی عنہما یعنی متعہ حج اور متعہ نکاح دونوں پیغمبر خدا اور ابوبکر کے زمانہ میں جائز حال اور جاری تھے۔ اور میں ان سے ممانعت کرتا ہوں۔ شرح مسلم جلد اول میں علامہ نویدی یوں فرماتے ہیں قال القاضی ابو بکر الباقلائی و اجمعوا علی ان من نکح نکاحاً مطلقاً و نية ان لا یمکث معها الا مدة نواھا فنکاحہ صحیح حلال یعنی اگر نکاح کے وقت میعاد کا اظہار نہ کیا جائے اور میعاد کی دل میں نیت کر لی تو ایسا نکاح درست ہے۔ مظاہر حق جلد سیوم صفحہ ۱۳۴۔ مترجم ہدایہ۔ فقہ امام ابوحنیفہ مطبوعہ نوکلشور جلد دوم صفحہ ۱۴ سطر ۱۲ میں امام مالک کا قول متعہ کے متعلق یوں نقل کیا گیا ہے۔ قال مالک هو جائز لانه كان مباحاً فیبقی الی ان یظہر ناسخہ انتہی بلفظہ یعنی کہا مالک نے از ہدایہ مطابق حوالہ مذکور سے کہا ہے کہ نکاح متعہ جائز است زیرا کہ آں مباح بود۔ پس تا ظاہر شدن آں بر اباحت خود ماند۔ انتہی بلفظہ شرح وقایہ اردو جلد ثانی صفحہ ۹۳ اور نکاح موقت یعنی اس طرح پر کہے کہ نکاح کرتا ہوں میں تجھ سے اتنے مہر کے ساتھ مہینہ بھر یا دس دن تک ف اس واسطہ بھی معنوں میں متعہ کے ہی اور امام زفر رحمہ کے نزدیک درست ہے۔ مسند امام احمد حنبل جلد اول مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۹۳ سطر ۲ میں مرقوم ہے سعد بن المسیب سے ہے۔ قال اجتماع علی و عثمان بعسفان فکان عثمان نہا عن المتعة او العمرة فقال علی ما تريد الی امر فعلہ رسول اللہ انتہی عنہا یعنی علی اور عثمان دونوں عسفان میں جمع ہوئے۔ اس وقت عثمان متعہ یا عمر سے لوگوں کو ممانعت کرتے تھے اور امیر المؤمنین علی نے عثمان سے کہا کیوں منع کرتے ہو ایسے کام

سے جسے رسولؐ نے جائز کیا ہے۔ (ان سے معلوم ہوا کہ جنگ خیبر جو منع حضرت سے منقول ہے وہ از روئی تقیہ اور کوئی امر عظیم کیلئے تھے)۔ اور نکاح متعہ کے منسوخ کے لئے کوئی آیت ثابت نہیں۔ دیکھو تفسیر کبیر جلد سیوم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۸۹ سطر ۱۱ میں امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے اکثر الراویات انه صلعم اباح المتعة فی حجة الوداع فی يوم الفتح و هذا ان الیومان متاخران عن يوم خیبر و ذالک يدل علی فساد ما روی انه صلعم نسخ المتعة يوم خیبر لان الناسخ یمتتع تقدمه علی المنسوخ۔ یعنی اکثر حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ نے حجۃ الوداع اور یوم الفتح کے روز متاع کو مباح کیا ہے۔ اور یہ دونوں روز یوم خیبر کے بعد تھے۔ پس یہ دلیل ہے اس روایت کے غلط ہونے پر جس میں یوم خیبر کو متعہ کا منسوخ ہونا وارد ہوا ہے۔ کیونکہ منسوخ سے پہلے ہی ناسخ کا آجانا محال ہے۔ تفسیر کشاف جلد اول مطبوعہ کلکتہ کے صفحہ ۲۸۳ سطر ۱۵ میں علامہ جلال اللہ زحشری اسی آیت متعہ فما ستمتعتم الخ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عن ابن عباس ہی محکمة ای لم تنسخ و کان یقراء فماستمتعتم به منهن الی اجل مسمی یعنی ابن عباس سے مروی ہے کہ آیت متعہ آیات محکمہ سے ہے یعنی منسوخ نہیں ہوئی اور اپنے حکم عمل میں باقی ہے۔ اور ابن عباس سے اس آیت کو یوں قرأت فرماتے تھے فماستمتعتم به منهن الی اجل مسمی فاتوا جورهن فریضہ یعنی پھر جن عورتوں سے متعہ کیا تم نے ایک مقررہ مدت کے لئے تو ان سے جو مہر ٹھہرا تھا وہ انکے حوالہ کر دو۔ علامہ ابن عبدالبر کتاب تمہید میں فرماتے ہیں کہ اجمعوا علی ان المتعة نکاح لا اشهاد فیہ و انه نکاح الی اجل يقع فیہ الفرقۃ بلا طلاق یعنی امت کا اجماع قائم ہے اس بات پر کہ نکاح متعہ موقت ہے بغیر

طلاق کے انقضائے میعاد کے مفارقت ہو جاتی ہے۔ اس نکاح میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ امام سیوطی تفسیر درمنثور میں فرماتے ہیں۔ المتعة الرجل ینکح المرأة بشرط الی اجل فاذا انقضت المدة فلیس له علیها سبیل۔ یعنی متعہ میں نکاح کی میعاد مقرر ہوتی ہے اور مدت مقررہ کے بعد نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ اتنے دلائل آیت اور احادیث کے بھی الحاح نہ کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ افراط میں نہ پڑ جائے اور نہ حرام کر کے تفریط میں داخل ہو جائے بلکہ ہر امر میں اوسط کو مختیر کرنا چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ درحاشیہ فقہ احوط صفحہ ۳۵۳ میں مرقوم ہے کہ متعہ حلال است بر کسی کہ خدا اور بہ زوجہ مستغنی نہ کردہ باشد یا آنکہ بہ سفری رفتہ و از زوجہ خود دور شدہ باشد۔ ویکہ ازائمہ طاہرین علیہ بہوالی خود نوشت کہ الحاح در متعہ مے کند و از زنان خود دوری نمایند کہ ایشان از ما آزرده شوند۔ حضرت امام جعفر صادقؑ باصحاب خود فرمود شمارا کہ خدائے تعالیٰ بزمن مستغنی کردہ از متعہ کردن شرم نمی آید و عار ندارد ازیں کہ در جائے ہانا مناسب بیند و نگ شمارا باشد۔ متعہ فائدہ و برخوردار و مہر زن۔ اور فقہ احوط صفحہ ۳۵۴ میں ہے کہ فاذا حکم حاکم ذو شوکہ مطابق دلائل کے خلیفہ ثانی (عمر ہے) یا مرو لم یقدر احد علی خلافہ خوفا من القتل پس جب کہ حکم کیا حاکم زبردست نے (عمر) کسی کام کو اور طاقت نہیں کسی کو اس کے خلاف کرے یہ کہ قتل کرنے کے خوف سے۔ ایضاً صفحہ ۳۵۳ میں ہے کہ اما نکاح المتعة فهو نکاح موقت بہ مہر حاضر بلا شاهد صحیح سایغ سایغ فی الدین الاسلام ولا خلاف لاحد فی تحقیقہ فی زمان رسول اللہؐ وهو قبض ولم یغیرہ یعنی اور لیکن نکاح متعہ پس وہ نکاح ہے موقت کیا ہوا ساتھ مہر حاضر کے بغیر گواہوں کے (اگر تہمت کا ڈر ہے تو گواہ لازم ہے) درست اور پورا ہے

اور جائز ہے کوئی شک نہیں ہے۔ اس متعہ میں دین اسلام میں اور نہ خلاف ہے ہر کسی کیلئے اس کی تحقیق میں رسول خداؐ کے زمانہ میں اور (ابوبکر کے پورا) حکم جاری اور حلال تھا۔ اور تغیر و تبدل نہیں ہوا متعہ کو اور آنحضرتؐ رحلت فرما گئے۔ فقہ احوط صفحہ ۳۵۴ اور آنحضرتؐ کی سنت بجالانا ہے۔ کیونکہ و احیاء ما فی زمانہ یعنی اور زندہ کرتا ہے اس چیز کو آنحضرتؐ کے زمانہ میں تھی۔



باب ماتم کرنا امام حسینؑ کے

تغزیہ وسیدہ زنی اور علم اور ذولجناح وغیرہ کے بیان میں آیت شریفہ ومعہ احادیث کے ومعہ پیشین گوئی وپس کوئی نوحہ خوانی ومرثیہ پڑھنا اور رونا آنحضرتؐ کے اور ہر کتابوں کے حوالہ بھی لکھتا ہوں تاکہ جو لوگ اس کے منکر ہیں مطالعہ فرما کر ثواب حاصل کریں۔

دیکھو اللہ تعالیٰ کا ارشاد کیو ہوتا ہے۔ قوله تعالیٰ 'ولنبلونک بشیء من الخوف و الجوع و نقص من الاموال والانسف الثمران' (پیشین گوئی آیت شریف) یعنی اور البتہ آزماویں گے ہم تم کو ساتھ ایک چیز کے خوف سے اور بھوک سے اور نقصان ہونے مالوں سے اور جانوں سے اور میوں سے۔ یہ ہر پانچ چیزیں اللہ تعالیٰ ازل میں آزما چکے ہیں۔ اور عام بھی مگر زیادہ مفسرین درشان حضرت امام حسینؑ کی طرف رجوع ہے۔ دیکھو کہ تفسیر عمدة البیان میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ یہ آیت کا حکم عام ہے لیکن جیسے کہ یہ آیت امام حسینؑ کے حال پر صادق آتی ہے۔ دوسرے کو ہم نے ایسا نہیں سنا۔ گویا اللہ تعالیٰ غیب کی خبر دیتا ہے۔ کہ ایسا واقع بعض بندگان صالحین پر ہونے والا ہے۔ اور تاویل اس آیت کی یہی ہے۔ کہ اشارہ ہے امام حسینؑ کے حال کی طرف انتہی نقل ہے۔ تنویر البیان صفحہ ۷۷ گو کہ امام حسینؑ پر واقعہ گذرا نہیں بلکہ پیدا بھی نہیں تھے اور ابتدائی عالم سے آج تک اسی آیت کی شان کے مطابق کسی ذی روح پر گذرا نہیں۔ جیسا امام حسینؑ پر واقع ہوا کہ خوف اور بھوک اور نقصان مال اور نفس خود اور اولاد پر ممتحن سوائے امام حسینؑ کے کسی صحابہ و انصار و مہاجر کیسے ہی ہوا کھٹے ایک نفس پر واقعہ نہیں ہوا ہے۔ اور آنحضرتؐ نے بھی پیشین گوئی

فرمایا۔ (پیشین گوئی حدیث شریف) ترمذی میں ہے کہ حدثنا ابو سعید الاشجعی نا ابو خالد الاحمر حدثنا زین قال حدثتني سلمی قال دخلت علی ام سلمة وهی تبکی فقلت ما یبکیک قال رایت رسول اللہ تغیی فی المنام و علی راسه ولحیته التراب فقلت مالک یا رسول اللہ قال شهدت قتل الحسینؑ آفا۔ یعنی حدیث کی ہم سے ابوسعید اشجعی نے کہا حدیث ہم سے ابو خالد احمر نے کہا حدیث کی ہم سے زرین نے کہا حدیث مجھ سے سلمیٰ نے کہا اس نے میں ام سلمہ پر داخل ہوئی اس حالت میں کہ وہ رو رہی تھی۔ سو میں نے کہا کس چیز نے تجھے رلایا ہے۔ کہا اس نے میں نے رسول اللہ کو خواب میں دیکھا اسی حالت میں کہ آپ کے سر اور ریش مبارک پر مٹی ہے۔ پس میں نے کہا آپ کو کیا ہوا یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا میں اب اس وقت حسین کے قتل پر حاضر ہوا تھا۔ مسند امام حنبل مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵ جز اول حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا محمد بن عبید ثنا شرحبیل بن مدرک عن عبداللہ بن نجی عن ابیہ انه سار مع علیؑ و کان صاحب مطهر ته فلما حاذی نینوی و هو منطلق الی صفین فنادی علیؑ امیر ابا عبداللہ بشط الفرات قلت ما وما ذا قال دخلت علی النبیؐ ذات یوم و عینا ه تفیضان قلت یا نبی اللہ ما اغضبک احد ما شان عینیک تفیضان قال بل قام من عندی جبرئیل قبل فحدثنی ان الحسین یقتل شط الفرات قال فقال هل لک الی ان اُشَمک من تربته قال قلت نعم فحدثیدہ فقبض قبضة من تراب فاعطا نها فلکم املک عینی فا ضتا یعنی ہم سے حدیث بیان کی عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی میرے باپ نے (احمد بن محمد

بن حنبل) نے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی محمد بن عبید اللہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی سر جیل بن مدارک نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ عبید اللہ سے۔ انہوں نے روایت کی اپنے باپ نجی سے کہ انہوں نے علی کے ساتھ سفر کیا اور سامان طہارت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ پس جب آپ نینوا کے مقابل پہنچے اور حال یہ ہے کہ آپ صفین کی طرف جارہے تھے تو آپ نے (حضرت علیؓ) نے بلند آواز سے پکارا اے ابو عبد اللہ صبر کرو فرات کے کنارے۔ میں نے کہا یہ کیا فرمایا میں نے ایک روز نبی کے پاس حاضر ہوا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ میں نے کہا یا نبی خدا کیا کسی نے آپ کو غضب ناک کہا کیوں آپ روتے ہیں۔ فرمایا بلکہ میرے پاس جبریل ابھی اٹھ کے گئے ہیں۔ مجھ سے بیان کیا کی حسین فرات کے کنارے قتل کیا جائے گا آپ کہتے ہیں کہ پھر رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں تم کو اس کی مٹی سونگھاؤں گا۔ میں نے کہا پس آپ نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور ایک مٹھی خاک لی اور مجھے دیا۔ پھر مجھ سے رونا ضبط نہ ہو سکا۔

مسند احمد بن حنبل صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ مصر جز اول۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا عفان ثنا حماد هو ابن سلمة نا
 عمار عن ابن عباس قال رايت النبي فيما يرى النائم بنصف النهار
 وهو قال نائم اشعت اغربيدہ قادورة فيهما دم فقلت بابي انت و أمي
 يا رسول الله ما هذا قال دم الحسين و اصحابه لم ازل التقطعة
 منذ اليوم فاحصينا ذالك اليوم فوجدوه قتل في ذالك اليوم۔ یعنی ہم
 سے حدیث بیان کی عبد اللہ نے انہوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی میرے باپ
 (امام احمد حنبل) نے انہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عفان نے انہوں نے کہا

کہ ہم سے حدیث بیان کی عمار نے انہوں نے کہا روایت کی عبداللہ بن عباس سے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کو دو پہر کے وقت خواب میں دیکھا کہ آپ پر اکندہ اور غبار آلودہ چہرہ ایک شیشی جس کے اندر خون ہے ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑے ہیں۔ میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ یہ کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون برابر میں چختا رہا۔ عمار کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے اس دن کو شمار کر رکھا۔ اس کے بعد لوگوں کو معلوم ہوا کہ حسین اس دن قتل کئے گئے۔

اخرج ابو داود و الحاكم عن ام الفضل بنت الحرث ان النبیؐ قال اتانی جبرئیل فاخبر منی ان امتی مستقل ابنی هذا یعنی الحسین و اتانی جبرئیل بتربة من تربة حمرا۔ یعنی روایت کی ہے کہ نبیؐ نے کہا میرے پاس جبریل آئے پس مجھ کو خبر دی کہ میرے اس بیٹے کو میری امت قتل کرے گی۔ اور میرے پاس سرخ مٹی لائے اور علامہ ان حجر صواعق محرمہ صفحہ ۱۱۵ میں فرمائے ہیں اخرج الترمذی ام سلمة رأت النبیؐ باکیا و براسه ولحيته التراب فسالتہ فقال قتل الحسین انفا و کذا لک راہ ابن عباس نصف النهار اشعت اغبر بیده قارورة فیها يلتقطه فساله فقال دم الحسین و اصحابه لم ازل اتبعه منذ اليوم تنظر فوجدوه قد قتل فی ذالک اليوم فاستشهد الحسین کما قال له بکربلا من ارض العراق نبا حية الکوفة و يعرف الموضع انصابا لطف قتله سنان بن انس النخعی و قيل غیره يوم الجمعة عاشر الحرام سنة احدى و ستین وله ست و خمسون سنة و اشهر ولما قیلو بعثوا ابرالی خنز لوا اول مر

حلة فجعلوا يشربون بالراس فبينما هم كذلك اذا خرجت عليهم من الحائط يدٌ معها قلم فكتب سطر ابدم اترجوا امة قتلت حسينا شفاعة جده يوم الحساب۔ یعنی ترمذی نے روایت کی ہے کہ ام سلمہ نے نبی کو خواب میں دیکھا کہ آپ روتے ہیں۔ آپ کے سر پر اور داڑھی پر خاک پڑی ہوئی ہے تو میں نے دریافت کیا فرمایا ابھی حسین قتل ہوا ہے اور ایسا ہی خواب ابن عباس نے دوپہر کے وقت دیکھا کہ آپ غبار آلودہ ہیں۔ ہاتھ میں آپ کے ایک شیشہ ہے جس میں خون ہے کہ آپ نے اٹھایا ہے تو ابن عباس نے دریافت کیا فرمایا حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ آج میں دن بھر اسی کے پیچھے رہا (یہی خون جمع کرتا رہا) پس لوگوں نے جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ اسی روز امام حسین قتل ہوئے تھے۔ پس شہید کئے گئے حسین جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا۔ کربلا میں جو ملک عراق کی زمین کوفہ کے پاس ہے (کربلا اور کوفہ کا فاصلہ صرف دو منزل کا ہے) اور وہ مقام طف کے نام سے بھی مشہور ہے۔ (امام حسین کو سنان بن انس نخعی نے قتل کیا اور بعض نے اس کے علاوہ کسی اور کو کہا ہے۔) شمر ذی الجوشن معہ حضرت کا قاتل بتاتے ہیں۔ مشہور بھی یہی ہے) وہ جمعہ کا دن تھا اور دسویں محرم ۶۱ھ تھا۔ اور آپ کا سن ۵۶ برس چند مہینے کا تھا۔ جب آپ کو قتل کر چکے تو سر آپ کا یزید کے پاس بھیج دیا۔ پہلے منزل پر اترے تو شراب خواری میں مصروف ہوئے۔ اثناء میں ان کے سامنے دیوار سے ایک ہاتھ لکلا جس میں قلم تھا۔ اور ایک سطر خون سے لکھ دی وہی ہے۔ کیا امید کرتی ہے وہ امت جس نے حسین کو قتل کیا کہ ان کو داد کی شفاعت قیامت کے دن ان کو ملے گی۔ اتنی پیشین گوئی کے بعد سینہ زنی وغیرہ زار و قطار دلائل ذیل سے ثابت ہے۔ حسین کی مصیبت میں کرنا کراہت نہیں بلکہ اجر عظیم ہے۔ اور مرثیہ اور نوحہ پڑھنا بھی ثابت ہے۔ قولہ

تعالیٰ فی القرآن المبیں ذالک و من یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب۔ یعنی جو شخص کی خدا کی علامتوں کی تعظیم کرے تو یہ ثمرہ ہے تقوی القلوب۔ امام رازی تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے شعائر اللہ ای کل ما دل علی طاقة اللہ فہو من شعائر اللہ۔ ہر وہ شے جو طاعت خدا پر دلالت کرے وہ شعائر اللہ سے ہے۔ مثال میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جیسے اونٹ جو حج میں جاتا ہے وہ بھی شعائر اللہ میں داخل ہے۔ اونٹ پر جو خط دیا جاتا ہے مناسک حج میں وہ بھی شامل ہے۔ جب شعائر خدا کے معنی امام رازی کی زبانی معلوم ہو گئی تو اب میں طاعت خدا کے بارے میں بتاتا ہوں۔

طاعت خدا احکام خدا پر عمل کرنے کو کہتے ہیں۔ جو چیز طاعت خدا پر دلالت کرے وہ شعائر خدا میں داخل ہے۔ لہذا بقول امام رازی یہ شعائر خدا میں داخل ہونگے۔ رونا وغیرہ مذکور سب اور قرآن میں شعائر خدا کی تعظیم واجب ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ جس سے میں نے ابتدا کی۔ و من یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب یعنی جو شخص کہ شعائر خدا کی تعظیم کرے تو یہ تقوی القلوب کا ثمرہ ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں پر سنت اور واجب ہے کہ تعزیہ و ذوالجناح و علم ان سب کی تعظیم کریں۔ کیونکہ شعائر خدا میں سے ہے۔ اور یہ تقویٰ ہے۔ آیہ قل لا اسئلكم الخ اور حدیث حسین منی وانا من الحسین۔ قرآن و حدیث میں کہیں منع نہیں۔ اس لئے تعزیہ بنانا فریقین میں جائز ہے۔ جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتاب مسنیٰ صحیح میں تحریر کیا ہے۔ قال ابن عباس قال ان كنت لا بدفاعلا فاصنع الشجر روح فيه متفق عليه (ذوالجناح اور علم) دیکھو جامع الاصول میں سنن ابوداؤد سے نقل ہے۔ عن عائشة قالت قدم رسول اللہ عن غزوة

تبوک او حنین و فی شنو بها ستر فہب ریح فکشف فاحیة الستر
عن نبات عائشة فقال ما هذا یا عائشة قالت بناتی وراى منهن فرسا لہ
جناحان من رفاع فقال ما هذا الذی اری وسطهن قالت فرس قال ما
هذا الذی علیہ قالت جناحان اما سمعت ان لسليمان خيلا لها
اجنحتہ قالت فضحکہ حتى رائت نوجده یعنی عائشہ سے روایت ہے کہ
رسول خداؐ غزوہ تبوک یا حنین سے واپس آئے۔ اور عائشہ کے گھر میں ایک پردہ تھا
دفعاً ہوا چلی پردہ ہٹا۔ رسولؐ کی نظر عائشہ کے گڑیوں پر پڑی۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ کہا
گڑیاں اور رسول خداؐ نے ان گڑیوں میں سے ایک گھوڑا دیکھا دو پر تھے۔ آپؐ نے
فرمایا یہ کیا ہے گڑیوں کے بیچ میں۔ عائشہ نے کہا کہ گھوڑا ہے۔ آپؐ نے پوچھا یہ اس
کے پر کیا ہے۔ کہا کہ پر ہیں۔ کہیں گھوڑے کو بھی پر ہوتے ہیں۔ عائشہ نے کہا آپؐ
نے نہیں سنا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے کے پر تھے۔ عائشہ کہتی ہیں کہ میرے
اس قول سے رسول خداؐ ہنس پڑے۔ یہاں تک کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے
۔ اس سے ثابت ہوا کہ ذوالجناح عاشورا کے روز بنا کر نکالے جائز ہے۔ اگر ناجائز
ہوتا تو آنحضرتؐ نے حضرت عائشہ بی بی کو کیوں نہیں منع فرمایا۔ اور بوسہ لینا بھی جائز
ہے کہ دیکھو فتاویٰ عالمگیری اور مطلوب المؤمنین میں ہے کہ لا باس بتقبیل قبر و
والدیہ لان رجلا جاء الی رسول اللہ فقال یا رسول اللہ انی حلفت
ان اقبل عتبته باب الجنة و جبهة حور العين فامر ان یقبل رجل الام
وجبهة الاب قال یا رسول اللہ ان لم یکن ابوای جلیبیین فقال قبل خیر
ہما قال فان لم یکن اعرف قبر ہما قال خط خطین الواحد ہما قبر
الام والا خر قبر الاب فقبلہما فلا نخث بيمينک یعنی والدین کے قبر پر

بوسہ دینے میں کوئی ڈر نہیں ہے کیونکہ ایک شخص رسول خدا کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں نے قسم کھائی تھی کہ حور کی پیشانی اور جنت کی چوکھٹ پر بوسہ دوں گا۔ اب میں کیا کروں۔ آپ نے کہا کہ ماں کے قدم پر اور باپ کی پیشانی پر بوسہ دے۔ کہا کہ ماں باپ مر گئے ہوں تو کیا کروں۔ آپ نے کہا کہ ان کی قبروں پر بوسہ دو۔ اس نے کہا کہ قبروں کی نشانی معلوم نہیں آپ نے کہا کہ ویسے ہی اور نشان بنائے ایک ماں کی اور ایک باپ کی سمجھ کر بوسہ دے تاکہ قسم نہ ٹوٹے۔ اس مضمون سے ثابت ہوا کہ تعزیہ بنانا اور ذوالجناح وغیرہ پر بلا کراہت بوسہ لینا جائز ہے۔ اگر علم اٹھانا جائز نہیں ہے تو رسول اللہ جنگ خیبر میں کیوں لئے ہوئے تھے۔ اور صحابہ کی تمام رات کیوں انتظار میں گزری۔ رونا بھی مصیبت جناب سید شہد حسین مظلوم ثابت اور جواز ہے۔ دیکھو نیا بیع المودۃ صفحہ ۲۸۹ مطبوعہ بمبئی میں ہے کہ حسین کی مصیبت میں آسمان رویا اور غم حسین میں سرخ ہو گیا۔ مسند امام حنبل صفحہ ۵۸ مطبوعہ مصر میں ہے کہ جبریل امین نے رسول اللہ کو وہ مٹی سونگھائی جس میں حسین دفن ہوئے۔ رسول اللہ اس مٹی کو سونگھ کر بے اختیار رونے لگے۔ قبل واقع جناب محمد مصطفیٰ صلعم نے ماتم حسین میں رو کر آنسو بہائے۔ اب کیسے ناجائز ہوا۔ بلکہ ترک ماتم حسین ترک فعل رسول ہے۔ بدعت میں داخل ہے۔ مشکوٰۃ مظاہر حق صفحہ ۷۹ میں ملاحظہ فرمائے اس میں بھی رسول اللہ کا رونا مصیبت حسین میں مل جائے گا۔ سر میں خاک اڑانا وقت ماتم حسین پر دیکھو تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ فخر المطالع لکھنؤ میں ترمذی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ حسین کے غم میں اپنے ریش مقدس اور سراطہر پر خاک ڈالے ہوئے تھے۔ حسین کی مصیبت میں اگر ہم بھی سر پر خاک اڑادیں کونسا تعجب ہے۔ بلکہ فعل رسول کے عامل ہو گئے۔ اگر کوئی اس کام کو کرتے ہوئے مذاق اڑا دے وہ اخوان یزید ہے۔ اور ترمذی کا

مضمون یہ ہے کہ و اخرج الترمذی فی صحیحہ بسندہ عن سلمی الانصاریۃ قالت دخلت علی ام سلمۃ زوج النبیؐ وہی تبکی قلت ما یمیکک قالت رأیت الان رسول اللہؐ فی المنام و علیؑ راسہ والحدیثہ التراب فقلت مالک یا رسول اللہؐ قال شهدت قتل الحسین انفاً۔ یعنی ترمذی میں سلمی انصاریہ سے اس طرح منقول ہے کہ کہتے ہیں کہ میں جناب ام سلمہ زوجہ رسول خداؐ کی خدمت میں گئی تو دیکھا میں نے اس کو روتی ہیں۔ میں نے رونے کا باعث پوچھا۔ فرمایا ام سلمہ نے کہ میں نے جناب رسول خداؐ کو ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ سروریش پر حضرتؐ کی خاک پڑی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا حضرتؐ نے کہ ابھی میرا فرزند حسین شہید ہوا۔ و فی الغنیۃ عن ابی نصرٍ انه هبط علی قبر الحسین بن علی یوم اصیب سبعون الف ملک یمکون علیہ یوم القیامۃ یعنی غنیہ میں ابی نصر سے منقول ہے کہ جس دن حسین شہید ہوئے اسی دن قبر شریف پر ستر ہزار فرشتے آسمان نازل ہوئے کہ قیامت تک اس جناب پر روئینگے۔ پس ان روایات مذکورہ سے گریہ و بکا زار و نظارہ و بر سر خاک اڑانا جناب رسول خداؐ اور جناب علیؑ ابن ابی طالب کا قبل از وقوع شہادت جناب امام حسین اور بعد از شہادت رونا فرشتوں کا اسی روز سے قیامت تک حضرت کے غم میں ثابت ہوا۔ پس اگر نوحہ و زاری اور خاک اڑانا غم حسینؑ میں امور منکرات اور منہی عنہا سے ہوتی جیسے کوئی اپنے خیال فاسد میں گمان کیا ہے تو یہ حضرات کیوں روتے۔ اور صحیح مسلم میں تفسیر و ما بکت علیہم السماء میں لکھا ہے ولما قتل الحسین بن علی تبک السماء علیہ و بکاؤھا حمرتھا۔ یعنی جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آسمان رویا ان کی مصیبت میں اور رونا ان کا

یہ ہے کہ سرخی شفق نمایاں ہوئی اور حافظ ابو نعیم نے کتاب دلائل النبیؐ میں لکھا ہے۔
 قالت نصرة الازویة کہ نصرہ ازویہ نے کہا کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو
 آسمان سے خون برستا تھا۔ و جبابنا و جوارنا صارت دماً اور سب کوزوں اور
 کنوں میں پانی خون ہو گیا تھا۔ اور مرثیہ امام کے ماتم میں پڑھنا بے حد ثواب ہے۔
 اور امام شافعیؒ ذکر کیا کرتے تھے اور مرثیہ بھی نظم کر کے پڑھا ہے۔ اور سہودی کتاب
 جوہر العقیدین میں امام شافعیؒ سے نقل کرتا ہے کہ یہ اشعار مرثیہ میں حضرت امام حسینؑ
 کے شافعیؒ نے کہی ہے۔ اور ابوالقاسم بن طیب نے تصدیق کی ہے کہ فی الواقع اشعار
 شافعیؒ کے ہیں وہ یہ ہیں:-

تاوَبْ هَمِّي والفؤاد كئيب	ارق عيني والرقد غريب
----------------------------	----------------------

تازہ ہوا رنج میرا اور حالیکہ دل میرا محزون تھا۔ اور بہایا اشکوں کو میری
 آنکھوں نے اور خواب میرا موقوف ہو گیا۔

و ممّا نفی نومی و شیب تمنی	تصاريف ايام لهن خطوب
----------------------------	----------------------

اور اس چیز سے کہ خواب بسبب اس کے موقوف ہو گیا۔ اور بال میرے سفید
 ہو گئے انقلاب ہائے زمانہ میں مصائب عظیمیہ اس میں بھرے ہیں۔

تزلزلت الدنيا لال محمد	او كادت لهم ضم الجبال تذوب
------------------------	----------------------------

نعرش میں آئی دنیا بسبب مصائب آل محمد کے اور اور قریب ہے ان کی
 مصیبت میں پہاڑ پانی ہو کر بہہ جائیں۔

فمن يبلغ عني الحسين رسالة	وان كرتها انفس و تنوب
---------------------------	-----------------------

پس کون ہے کہ پیغام میرا امام حسینؑ کو پہنچائے اگرچہ یہ پیام پہنچانا میرا
 لوگوں کو برا معلوم ہو۔

قتیل" بلا جرم کان قمیصہ	ضبیغ بما لارجوان خضیب
-------------------------	-----------------------

وہ حسین کہ بے گناہ ظالم غدار کہا تھوں شہید ہوئے۔ سرخ تھا پیرہن ان کا خون سے گویا شہاب سے رنگین ہے۔

یصلی علی المختار من آل ہاشم	و بعزیٰ بنوہ ان ذالعجب
-----------------------------	------------------------

افسوس صلوٰۃ بھیجی جاوے رسول مختار کے اور مصیبتیں پڑیں اس کے فرزند پر تحقیق یہ امر عجب ہے۔

لئن کان ذنبی حب ال محمد	فذا لک انی لست منه اتوب
-------------------------	-------------------------

اگر ال محمد کی محبت رکھنا گناہ ہے تو یہ ایسا گناہ ہے جس سے میں کبھی توبہ نہ کروں گا۔

ہم شفاء یوم حشری و موقفی	و حبّ ہم للشافی ذنون
--------------------------	----------------------

یہی لوگ میرے شفیع ہیں روز محشر اور انہیں سے محبت رکھنا شافی کے لئے کہا جاتا ہے۔

(دوسرا مرثیہ سنئے) نیا بیچ المودۃ صفحہ ۲۹۸ میں بحوالہ جواہر العقدین کے ہے کہ عبد البر نے کہا کہ سلیمان ابن قتہ مقتل امام حسینؑ میں کھڑے تھے اور روتے جاتے تھے اور یہ مرثیہ پڑھتے ان میں سے ایک دو نظم پراکتفا کرتا ہو:۔

الم تر ان الارض اصحت مریضۃ	الفقد الحسین والبلاو اقشعرت
----------------------------	-----------------------------

کیا تم زمین کو نہیں دیکھتے ہو کہ وہ بیمار ہو گئی ہے حسین کے قتل ہونے کی وجہ سے اور شہر مضطرب ہو گئے ہیں۔

وقد ابصرت تبکی السماء لفقدہ	وانجمها ناحت علیہ و صلت
-----------------------------	-------------------------

اور حسین کے قتل ہونے سے آسمان روتا ہوا نظر آتا ہے اور ستارے نوحہ کرتے

ہوئے اور حسین پر درود پڑھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

توریت کتاب برمیان باب ۴۶ کیونکہ یہ خداوند اب الافواج کا دن ہے اور تلوار کھا جائیگی اور سیر ہوگئی اور ان کا لہو پی کر مست ہوگئی۔ کیونکہ خداوند رب الفواج کیلئے اتر کے سرزمین میں دریائے فرات کے کنارے ایک ذبیحہ مقرر ہے۔ اور بال نوچنا و طمانچہ سینہ زنی کرنا جائز ہے۔

دیکھو فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ جاء رجل الى النبي و هو ينتف شعره و يدق صدره ولمحمد بن حفصه ويلطم خدويقول هلكت يعني ابيك شخص رسول الله کی خدمت میں آیا سر کے بال نوچتا ہوا اور سینہ زنی کرتا ہوا اور منہ پر طمانچہ مارتا ہوا اور کہا کہ میں ہلاک ہو گیا۔ پس اگر سینہ زنی و طمانچہ زنی و بال نوچنا غم کی حالت میں حرام ہوتا تو آنحضرت اس کو منع ضرور فرماتے۔ آپ نے منع نہیں فرمایا۔ ام الفضل ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز حسین کو آپ کی گود میں دیکھا اور دونوں آنکھوں سے آنسو بہتے تھے۔ میں نے کہا بابی انت و امی یا رسول الله ما یبکیک فرمایا جبریل نے خبر دیا مجھ کو میری امت اس بیٹے کو عنقریب قتل کر ڈالے گی۔

آیت شریف و من يتولهم منكم فانهم مطابق من تشبه بقوم فهو منهم اشارہ ہے اس آیت میں فما بکت علیہم السماء والارض کہا ہے کہ بکاء ہا حمرة اطرافها۔ صواعق محرقہ فصل ثانی میں حدیث مرقوم ہے۔ ان النبی قال ما راہ المسلمون حسنا تہم عند الله حسن یعنی رسول خدا نے فرمایا کہ جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ عیون الرضا میں مذکور ہے کہ پسر دخیل خزاعی سے روایت ہے کہ اپنا باپ جب مرتے کے قریب ہو گیا چہرہ

اور زبان گنگ ہو گئی اس حال سے مجھے خوف ہو گیا۔ لوگوں سے پوشیدہ دفن کیا۔ اور میں فکر غم میں گرفتار تھا۔ رات کو خواب میں دیکھا چہرہ نورانی سفید اور بہتر پہنے ہوئے تو میں نے پوچھا کہ اے پدر تم کو خدا نے کیا کیا۔ کہا مجھ کو خدا نے بخش دیا۔ میں نے کہا مرنے کے وقت عجب حالت میں دیکھا تھا۔ کہا ہاں جو کہ تم نے کہا۔ اس میں مجھ کو لوگوں نے دفن کیا وجہ یہ تھا کہ میں شراب پیتا تھا۔ اور اس وقت میں نے دیکھا مجھ کو رسول خدا آیا اور کہا کہ دغیل تو ہی ہے کہا میں نے ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا آپ نے پڑھا اس مرثیہ کو جو کہ اہل بیت کے حق میں ہے۔ پس پڑھا میں نے۔ وہ شعر یہ ہیں:-

لا اضحک اللہ سن الدھر ان ضحک | او آل محمد مظلومون قل قہروا

میں نے اس کے پورا ختم تک پڑھ لیا اور آنحضرتؐ روئے پھر شعر کو ختم کر لیا میں نے۔ فرمایا آپؐ نے کہ تم نے اچھا پڑھا اور مجھ کو شفاعت کیا یہاں تک کہ بخش دیا اور یہ سفید جامہ رسولؐ ہے کہ میرے بدن پر ہے۔ اس خبر سے معلوم ہو گیا کہ مرثیہ پڑھنا رونا حسین مظلوم پر قیامت کے دن بخش جانے کی سبب ہے۔

روضۃ الشہد صفحہ ۳۰۴ مطبع نوکلشورسٹیم پریس لاہور ابراہیم سمرقندی اپنی تصنیف تنبیہ الغافلین میں ہے کہ روی فی الخبر عن علی ابن ابی طالب عن رسول اللہ قال من اصابته مصیبة فلیذکر مصیبة بی فانہا من اعظم المصائب۔ روایت کیا حضرت علیؑ نے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جس کو پہنچے مصیبت پس چاہے کہ میری مصیبت کو یاد اور ذکر کرے۔ پس وہ تمام مصیبت سے بڑھ کر ہے۔ اہلبیت رسولؐ پر جو واقعہ کربلا سے زیادہ نہیں پہنچا ہے۔ اور جنگ احد میں آنحضرتؐ کے دودانت شہید ہو گئے۔ خواجہ اولیس قرنی نے دودانت نکلوا دئے۔ خواجہ نے سوچا نہ معلوم آنحضرتؐ کے کون سے دودانت تھے اور کس جگہ کے ہیں اس لئے

اپنے تمام دانت نکلوا دئے۔ ناحق اپنے ہی کو تکلیف ہے۔ رسول خدا کو کوئی فائدہ نہیں ہے کہ اپنی دوستداری ظاہر کیا ہے۔ گنجینہ مطعن صفحہ ۱۳۱۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے عزیزوں کی موت پر گریہ وبکا کرنا و سر و سینہ پیٹنا ممنوع ہے مگر انبیاء اور اوصیاء کی وفات و شہادت پر اظہار حزن وبکا کرنے کی مخالف کوئی نص قرآنی یا احادیث وارد نہیں ہے۔ جس بنا پر ان کا ماتم ممنوع شرعی قرار پاسکے۔ مزید برائیں اکثر بزرگوں سے یہ فعل صادر بھی ہوا ہے۔

دیکھو معارج النوة رکن چہارم صفحہ ۹۴ میں تو یہاں تک مرقوم ہے کہ جب پیغمبر حفصہ کو طلاق دینے لگے تو حفصہ کا باپ عمر صاحب کو یہ خبر ملی تو خاک بر سر ریخت و فغان آورد۔ اگر سر و سینہ یا منہ کو پیٹنا جائز نہ ہوتا تو حضرت ابراہیمؑ ضرور منع کرتے اور قرآن شریف پارہ ۲۶ کی ابتداء سورة القاریت میں ہے کہ فاقبلت امرته فی ضرة غصکت و جھها و قالت عجوذ عقیم یعنی پھر سامنے سے آئی اس کی عورت بولتی پھر طمانچہ مارتی ہوئی اپنے منہ پر اور کہا کہیں بڑھیا بانج یعنی کیونکر جنے گی یعنی لڑکا ہونے کی خبر سننے سے اپنی حالت دیکھ کر۔ قرآن شریف پارہ ۶ کی ابتداء لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم یعنی اللہ کو خوشی نہیں ہوتی کہ بری بات کو پکار کر ظاہر کرے مگر جس پر ظلم ہوا ہو۔ اور پہلی آیت سے پیٹنا اور چلانا ثابت ہوا ہے اور دوسری آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس پر ظلم ہوا ہو اس کے واسطے اونچی آواز سے پکارنا بھی جائز ہے۔ استعاب میں عبدالبر نے بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ صفحہ ۴۵ میں جب حضور ختم نبوت ایداً کفار سے تنگ آکر مسجد الحرام میں چلے گئے۔ جناب خدمتہ الکبریٰ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ سر پر ہاتھ مارتی روتی اور فریاد کرتی ہوئی آنحضرتؐ کو ڈھونڈتی تھی۔ اور صفحہ ۱۰۴ میں ہے کہ جنگ احد کے موقع پر جب

شیطان نے پیغمبرؐ کے قتل کی خبر اڑائی اور یہ خبر مدینہ پہنچی تب سیدہ خاتونِ جنتؓ سر پر ہاتھ مارتی گھر سے نکلی اور زار زار روتی تھی اور تمام ہاشمیات ان کے ہمراہ سروں پر ہاتھ مارتی اور گریہ وزاری کرتی تھیں۔ صفحہ ۳۳۴ میں حضرت بلالؓ روتا ہوا واپس آیا سر پر ہاتھ رکھے ہوئے کہتا تھا یا غوثاہ۔ نیز جلد مذکور صفحہ ۵۵۵ میں ہے کہ اس وقت حضرت عائشہؓ منہ پر طمانچہ مارتی تھی۔ سر الشہادتین میں شاہ عبدالعزیز نے امام مظلوم کی شہادت کو پیغمبرؐ کی شہادت قرار دیتے ہیں۔ گورسولؓ شہید ہو گیا۔ تو رسولؐ شہید ہونے سے کئی ایک دو آدمی رونا پیٹنا اور فریاد کرنا اور دانت ٹکنا اور زار زار پار کرنا جائز ہو گیا۔ امام حسینؑ پر یہ حال کرنا کسی طرح ممنوع نہیں ہے۔ اور حضرت جعفر طیار کے اہلبیت و معہ زنان بنی ہاشم اور حضرت یعقوب کا گریہ کرنا اور یہاں تک کہ خدا نے فرمایا و ابیضت عیناہ یعنی آنکھوں کو سفید کر دیا۔ جناب حضرت فاطمہؓ کا بعد از شہادت والد بزرگوار پر مرثیہ کہنا اور صحابہ کا مرثیہ کہنا بھی پیش ہوگا۔ اور جمال المحدثین نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جنگ احد کے بیان میں کہ جب رسول خداؐ مدینہ میں تشریف لائے تو اکثر گھروں سے آواز عورتوں کے رونے کی حضرت کے کان میں آئی مگر حضرت حمزہؓ کے گھر سے آواز رونے کی نہ آئی تو حضرت نے تاسف سے فرمایا کہ کیا میرے چچا حمزہؓ پر رونے والا کوئی نہیں۔ انصار سن کر اپنے اپنے گھر میں گئے اور اپنی عورتوں سے کہنے لگے کہ تم پہلے حضرت حمزہؓ رسول خداؐ کے چچا پر ان کے گھر میں روؤ پھر اپنے اپنے کشتوں کو رونا۔ تمام عورتیں گھر میں حضرت حمزہؓ کی بین العشائیں گئیں۔ اور قریب نصف شب تک رویا۔ جب حضرت بیدار ہوئے تو عورتوں کے رونے کی آواز امیر حمزہؓ کے گھر سے بلند پائی۔ حضرت نے پوچھا کہ آواز کیسی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ انصار کی عورتیں آپ کے چچا پر روتی ہیں۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا رضی اللہ

عنکن و عن اولاد کنّ و عن اولاد اولاد کن اور جب زنانی انصار روئیں حمزہ پر تو ایسے راضی ہوں کہ دعا فرمائیں تو ان لوگوں سے جو جناب کے فرزند پر روتے ہیں اور اس کی مجلس عزاء برپا کر کے اسکی مصیبت بیان کرتے ہیں اور روتے اور رلاتے ہیں۔ کیونکہ راضی اور خوش نہ ہونگے۔ اور نیا بیع المودۃ علامہ زی محشری اور عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے کہ جو شخص امام حسین کے غم میں روئے یا رلائے یا رونے والے کی شکل بنائے اس پر بہشت واجب فرمایا ہے۔ اصل من بکیٰ او تبکی اور تباکا علی الحسین و جبت له جنة۔ بقول معین الدین اجمیری سنی نے مرثیہ پڑھی ہے۔

شاہ است حسین شہنشاہ است حسین	دین است حسین و دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست بردست یزید	واللہ کہ بنائے لا الہ است حسین

انوار شہادت صفحہ ۵۵ میں مصباح کفعمی سے نقل ہے کہ حضرت سیکندہ دختر امام حسین سے روایت ہے کہ اپنے والد ماجد امام حسین نے فرمایا ہے کہ آنصاحب مظلوم نے یاد فرمایا بطور نظم بزبان امام حسین:

شیعی	ماع	شربتہم	ماء	عذب	فاذکرونی
او سمعتم	بغریب	او شہید	فاندبونہ		

ایضاً صفحہ ۳۴ فصل ششم مطبوعہ بمبئی میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنے خدا سے مناجات کیا کہ تمام امت سابقہ پر امت محمد کو کیوں فضیلت عنایت ہوگی۔ تو خداوند عالم نے فرمایا کہ جو خصلتیں ان میں ہیں۔ اور وہ ان کو عمل میں لاتے ہیں۔۔۔ وہ یہ ہیں کہ حدیث قدسی قال الصلوٰۃ والذکوٰۃ والحق والجهاد والجمعة والجماعت والقرآن والعلم والعاشوراء۔ اگر جس کسی کے وجود میں یہ نو

خصالتیں عامل موجود نہ ہوں۔ عذریں نکال کر ان میں سے کوئی خصلت ترک ہو تو مثل امت سابقین کے ہے۔ اس فضیلت سے محروم گویا غیر اقوام سمجھے۔ مولوی مہدی علی نے انیس الذاکرین صفحہ ۱۵۱ میں لکھا ہے کہ جب جبریل نے آنحضرتؐ کو شہادت حسین کی خبر دی تو آنحضرتؐ اور جناب فاطمہؑ اور حضرت علیؑ زار و قطار روئے۔ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ نے کہا حسین کی شہادت کے دن ہم کہاں ہونگے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس وقت نہ میں ہوں گا اور نہ حسن نہ تم دونوں زندہ ہونگے۔ البتہ میرے حسین کے غم میں اس کے دوستدار گریہ وبکا کریں گے۔ اے علی و فاطمہ اس موقع پر وہ مذکور من بکاء الخ یعنی جو شخص میرے حسین کے غم میں روئے گا یا کسی کو رلائے گا یا خود رونے کی شکل بنائے گا۔ اس پر بہشت واجب ہوگی۔ صواعق محرقہ صفحہ ۴۵۳ میں ہے کہ جب حضرت علیؑ جنگ صفین کو جاتے ہوئے شہادت حسین کے مقام پر پہنچے تو آپ گھوڑے پر سے اتر پڑے اور اس شد سے روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ اور فرمایا اس جگہ میرا حسین شہید ہوگا اور مواہب روضہ میں ہے کہ ایک دن حضرت امام زین العابدین نے امام حسین کی مصیبتوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنا عمامہ سر سے اتار دیا اور گریہ بیان پھاڑ ڈالا۔

ابوالفرح اصفہانی اور حافظ ابو نعیم نے لکھا ہے شہادت حسین کے دن فرشتوں کے نو حے سنے گئے۔ شہادت حسین پر جناب نے بھی گریہ وبکا کیا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مائیت بالسنۃ میں ابو نعیم سے ہے۔ تاریخ الخلفاء خلافت یزید کے باب میں لکھا بروایت حضرت ام سلمہؓ لکھا ہے کہ شہادت حسین پر جناب نے نوحہ کہا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اخرج ابو نعیم من طریق حبیب ابن ثابت عن ام سلمة قالت سمعت نوح الحسين الخ صواعق محرقہ میں بروایت

ابونعیم لکھا ہے کہ شہادت حسین کے دن جس پتھر کو اٹھایا گیا خون سے تر تھا۔ اصل و
 اخراج البہیقی ابو نعیم عن الذہری بلغنی ان یوم قتل الحسین لم
 یقلب حجر من احجار بیت المقدس الا وُجد تحتہ دم العبط الخ تحریر
 شرح الشہادتین میں ہے کہ باید دانست کہ روایت عدیدہ در باب گریہ آسمان از سیلف
 منقول است۔ چنانچہ ابن جوزی از ابن سیرین روایت کردہ کہ روز قتل حسین تاسہ روز
 دنیا تاریک ماندہ بعد ازاں سرخی در آسمان ظاہر شد۔ مولوی حسن پھلواری ابن شاہ
 سلیمان قادری چشتی نے کتاب غم حسین میں لکھا ہے کہ باب فرید شکر گنج شہادت
 حسین کا ذکر سن کرو احسینا کا نعرہ لگایا کرتے اور بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ بالاخر
 آپ نے ساتویں محرم کو اپنا غم حسین میں پتھر پر دے مارا اور جان بحق ہو گئے۔ سبط
 ابن جوزی سے منقول ہے کہ جب رہباریہ شاعر نے کر بلا پہنچ کر ایک مرثیہ نظم کر کے
 گریہ و بکا کیا اور سو گیا۔ آنحضرتؐ نے اس کو خواب میں فرمایا کہ اے رہباریہ اسی
 الفت حسین کے باعث تیرا نام شہدائے حسین میں لکھ لیا گیا ہے۔ علی نجف بن لوط
 بن یحییٰ ازوی نے مقتل کبیر میں لکھا ہے کہ جب امام حسین کا خالی گھوڑا اہلبیت کے
 خیموں میں واپس آیا تو اہلبیت نے ماتم کیا اور کپڑے پھاڑ ڈالے۔ شاہ عبدالعزیز
 محدث دہلوی نے فتویٰ عزیز یہ مطبوعہ مجتہبائی دہلی صفحہ ۱۰۴ میں لکھا ہے۔ کہ میرے گھر
 میں ہر سال امام حسین کی مجلس منعقد ہوتی ہے۔ جس میں صد ہا اشخاص شریک ہوتے
 ہیں۔ میں خود شہادت حسین کا ذکر کر کے روتا ہوں اور دوسروں کو رلاتا ہوں۔ اور محفل
 کے ختم ہونے کے بعد کچھ شیرینی تقسیم کرتا ہوں۔ اور مشکوٰۃ شریف صفحہ ۷۰۹ مطبوعہ
 نوکلشور میں مع ترجمہ لکھا ہے۔ اشعة المعات عن ام الفضل بنت الحارث
 امرأة العباس عنها انہا دخلت علی رسول اللہ فقالت یا رسول اللہ

انی رایت حلماً منکراً الیلتہ قال ما ہو قالت رایت کان قطعتم من جسدک المبارک قطعتم و وضعت فی حجری فقال رایت خیراً تلد فاطمة انشاء اللہ غلاماً یکون فی حجرک قالت فولدت فاطمة الحسین فاکان فی حجری فارضعته بلبن قثم يوماً علی النبیؐ تهریقان الدموع فقالت یا رسول اللہؐ بابی انت و امی مالک قال اتانی جبرئیل فاخبرنی ان امتی مستقل ابنی هذا فقلت هذا قال نعم و اتانی تربة حمراء ۔

ترجمہ: ام الفضل دختر حارث زوجہ عباس سے مروی ہے کہ ایک روز وہ رسول خداؐ کے پاس داخل ہوئیں اور کہا یا رسول اللہؐ میں نے آج کی شب ایک برا خواب دیکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ کیا ہے۔ کہا میں نے ایسا دیکھا گویا آپؐ کے بدن مبارک سے گوشت کا ٹکڑا جدا کیا گیا ہے۔ اور میری گود میں رکھ دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ فاطمہ کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں رہے گا۔ ام الفضل کہتی ہیں کہ فاطمہ کے ہاں حبیب پیدا ہوئے اور میری گود میں رہے۔ پس میں نے قثم کا دودھ پلایا۔ ایک روز میں رسول خداؐ کے پاس گئی اور حسین کو ان کی گود میں دیدیا پھر کیا دیکھا کہ حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں آپؐ کو کیا ہوا۔ فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے اور خبر دی کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی اور مجھے سرخ مٹی دی۔ ثبوت شہادت صفحہ ۷۷ محمد بن عمر سے ہے واقد بن عمر ابن سعد معاذ کہا انس بن مالک کے پاس آیا تو انس نے کہا تو کون ہے۔ کہا میں نے میں واقد ابن عمر ہوں کہا پس رویا اور کہا تحقیق تم مشابہت رکھتے ہو بہ سعد کے اور تحقیق سعد لوگوں

میں موٹا اور لمبا تھا۔۔۔ ترمذی جلد اول ابواب اللباس صفحہ ۲۰۵۔ اگر میت پر رونا حرام ہے تو دیکھو یہ حضرت انس بزرگ صحابہ تھے۔ کیوں سعد کو مشابہت خیال میں لا کر رویا۔ ترمذی میں روایت ہے بعد دفن کئی دن کے عبدالرحمن بن ابوبکر کی قبر پر اس کی بہن حضرت عائشہ آ کر یہ مرثیہ پڑھے کہ ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے وہ شعر یہ ہے۔

و کنا کند ما فی جذیمة حقبة	من الدهر حتی قبل لن يتصدعا
فلما لفرقنا کافی و ما لکا	و انجمها ناحت علیه و صلت

یعنی جبکہ حضرت عائشہ مکہ میں حج کیلئے آئیں اور عبدالرحمن بن ابوبکر کے قبر پر آئیں وہ ان کے بھائی تھے اور کہا کہ ہم مانند دو ہم نشینوں جذیمہ کے جدا نہ تھے آپس میں مدت مدید زمانہ سے یہاں تک کہ کہا گیا ہرگز جدا نہ ہونگے۔ پس جدا ہوئے ہم گویا (میں اور مالک) باوجود بہت مدت تک ساتھ رہنے کے۔ ایک رات ہمیں اکٹھی نہیں گذری۔

مظاہر حق جلد دوم باب دفن میت صفحہ ۷۴ فی خلاصۃ الکلام تالیف مولانا سید احمد ذینی۔ قال العامہ ابن حجر فی الجواهر المنظوم و روی بعض الحفاظ عن ابی سعید اسمعانی انه روی عن علی بن ابی طالب انهم بعد دفنه ثبأه ایام جائهم اعرابی فرمی نفسه علی القبر شریف علی ساکنه و حتی ترابه علی راسه و قال یا رسول اللہ قلت فسمعنا قولک و وعیت عن اللہ ما وعینا و کان فیما انزلہ علیک الخ یعنی علامہ ابن حجر نے جو ہر منظم میں لکھا ہے اور روایت کیا بعض حفاظ نے ابی سعید اسمعانی سے کی اس نے روایت کی علی ابن ابی طالب سے کہ تحقیق نبی کے مدفون ہونے کے تین دن بعد ایک اعرابی پہنچا اور اپنے کونبی کی قبر شریف پر دے مارا اور اپنے سر پر

اس کی خاک اڑائی اور کہا یا رسول اللہؐ آپ نے فرمایا اور ہم نے سنا اور آپؐ نے اللہ سے سنا جو ہم نے آپؐ سے سنا اور جس چیز کو اللہ نے آپؐ پر نازل کیا۔ الخ ایضاً و کذا من ادلة النوسل مرثیہ صفیۃ عمۃ النبیؐ فانہا مرثیۃ بعد وفاتہ بابیات قالت فیہا . مرثیہ :-

لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ	انت رجاؤنا	۱	و كنت بنا بر اولم	تک خافنا
ففيها النداقولها	و انت رجاؤنا	و	سمع تلك المراثية	الصحابۃ
ولم ينكر علينا	احد قولها	يا رسول الله	انت رجاؤنا	

یعنی اس طرح سے توسل کی دلیلوں میں سے صفیہ نبیؐ کی پھوپھی کا مرثیہ ہے کہ نبیؐ کی وفات کے بعد انہوں نے چند ابیات کے ساتھ اپنا اظہار غم کیا ہے۔ جس میں انہوں نے کہا ہے کہ یا رسول اللہؐ آپ ہماری امید ہیں اور آپؐ ہمارے ساتھ بھلائی کرتے رہے اور ضرر رساں نہ تھے۔ پس اس میں ان کے سا قول کے ساتھ ندا ہے کہ ہماری امید ہیں اور اس مرثیہ کو حصابہؒ نے سنا اور ان کے اس قول کو کہ یا رسول اللہؐ آپ ہماری امید ہیں ناپسند نہیں فرمایا۔ و روی البخاری عن انسؓ ان فاطمۃ بنت رسول اللہؐ قالت لما توفی رسول اللہؐ یا ابتاہ اجاب ربنا دعاه جنة الفردوس ماواه یا ابتاہ الی جبرئیل نتعاه۔ یعنی اور بخاری نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ رسول اللہؐ کی بیٹی نے جب آنحضرتؐ نے وفات پائی فرماتی تھیں افسوس اے باپ میرے اللہ کی طلبی کو بجالائے و افسوس اے باپ میری جنت ان کا مقام ہو۔ افسوس اے باپ میرے جبرئیل کو ان کی موت کی ہم خبر دیتے ہیں۔ اور صفیہ کے مرثیہ مذکور کو مواہب میں بھی مرقوم ہے۔ اور خلاصہ الکلام میں ہے کہ جب عمرؓ ابو بکرؓ کے قول سے نبیؐ کی وفات کی تحقیق ہوئی تو رورو

کر کہا انہوں نے ہمارے باپ اور ماں آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ آپ کی ایک لکڑی تھی جس پر آپ لوگوں کو خطبہ بتاتے تھے اور جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو آپ نے ممبر اختیار کیا کہ لوگوں کو سنائیں وہ لکڑی آپ کے فراق سے بیتاب ہوئی تا آخر۔ مرثیہ خوانی حسینؑ جائز ہے خود خداوند تعالیٰ مرثیہ حسینؑ ہیں۔ والفجر و لیلال عشر اور فرشتہ بھی مرثیہ خوان ہیں۔ آمنہ بھی نوحہ خوانی کرتی ہیں اور پیغمبرؐ نے بھی مرثیہ خوانی کی جن کا تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے۔ جناب زینبؑ کے مرثیے تو بکثرت بحار الانوار میں پڑ ہیں۔ اسی طرح امام زین العابدینؑ کے مرثیہ بھی کثرت سے ہیں جو آپ نے کربلا، شام اور مدینہ میں داخل ہونے کے وقت پڑھے۔ مدینہ میں ام کلثوم کا درد انگیز مرثیہ مشہور ہے اور جب خبر شہادت امام حسینؑ خیمہ میں پہنچی تو حضرت سیکینہ خاتون و دختر امام حسینؑ نے مرثیہ پڑھا جس کا پہلا شعر:-

مات الفخا رومات الجود	واغیرت الارض والافاق
والکرام	والحرام

جناب امام جعفر صادقؑ کی احادیث مصائب اور مرثیہ جو آپ نے جعفر بن عقیل ابو ہارون اور سیف بن مصعب عبدی سے پڑھوا کر سنے اور گریاں ہوئے۔ پھر عبدی کے اشعار ابوعمار سے پڑھوائے (امالی بن بابویہ) اور عزادری حسینؑ ہمدردی سے ہوتی ہے اختیار نہیں رکھتے ہیں۔ اس کی طینت میں جس بات کے مخلوط ہوا ہے اس میں داخل ضرور ہے۔ الحدیث و محبونا خلقوا من بقیة طینتا فیسرون سرورنا و یحذنون بحذنا۔ یعنی ہمارے دوست ہماری بقیہ طینت سے پیدا کئے گئے ہیں۔ پس وہ ہمارے سرور کے مواقع پر خود بخود مسرور ہوتے ہیں۔ اور ہمارے حزن و غم کے مواقع پر خود بخود محزون و مغموم ہو جاتے ہیں۔ اور ام سلمہ ام المؤمنین سے

نوحہ کی بابت دو شعر نقل کئے ہیں۔ شعر

ایہا القاتلون جہلا حسینا	ابشر و ابالعذاب واتنکیل
قد لعنتم علی لسان ابن	داؤود موسیٰ و صاحب الانجیل

اور سر شہادتین میں تصنیف شاہ عبدالعزیز دہلوی صاحب کے ہیں۔ آغاز کتاب میں درج ہے۔ ثم لما وقعت الشهادة اشتہر امرها بانقلاب التربة دماؤ امطا الہم من السماء و هتف الهوائف بالمرائی و نوح الجن و یکاء ہم و طواف السیاع حافظات جثته و دخول الجیات فی مناخر قاتله الی غیر ذالک یعنی جب شہادت کا واقعہ واقع ہوا تو اس کا شہرہ اس طرح پر ہوا کہ مٹی خون ہو گئی اور آسمان سے خون برسا اور آواز غیبی سے مرخے سنے گئے۔ اور آپ کی نعش کے گدردندوں کا نگہبانی کے واسطے گھومنا اور جنوں کا نوحہ اور رونا اور سانپوں کا ان کے قاتلوں کے نتھنوں میں گھسنا علی ہذا القیاس۔

محل وغیرہ بھی جائز ہے۔ اس کے تعلق سے پیچھے لکھا بھی ہے اور اس آیت شریف میں بھی جائز الوقوع ہے و یفعلون له ما یشاء من محاریب و تمائیل اس کی تفصیل در بحث تصاویر ذکر کیا ہے۔ اور یہاں صرف اس قدر اس کے متعلق بتانا چاہتے ہیں کہ تعزیہ محل سازی پر استدلال کیا ہے کہ تعزیہ بنانا بت پرستی نہیں جو ذی روح بھی نہیں ہے اور ذی الارواح کی تصاویر بنانے اور کھینچنے کی اشد ممانعت شرع میں وارد ہے۔ اور غیر ذی روح کی یہ ممانعت نہیں ہے۔ اس بنا پر ابن حجر نے لکھا ہے کہ شرح مسلم میں ہے کہ اما تصور الشجر و الحجر و نحوهما مما لیس بحیوان لیس بحرام یعنی درخت وغیرہ کی تصویر کھینچنا اور بنانا جو ذی روح نہیں ہیں وہ حرام نہیں۔ اور بخاری میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ذی روح

کی تصویر کسی حالت میں جائز نہیں بلکہ حرام ہیں۔ اس طرح حضرت امام جعفر صادق سے ہے کہ تصاویر شمش و قمر کی بابت پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک تصاویر ذی روح کی نہ ہو کچھ مضائقہ نہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

شعر

تقریب دراصل نقل روضہ شہیر ہے	یہ نہ بت ہے نہ کسی ذی روح کی تصویر ہے
بت اسے کہتے ہیں جسکی صورت ہو انسان کی	شیر کی ہاتھی کی طائر کی کس انسان کی
تقریب یہ شکل کس کی ہے کہو ایمان کی	مولوی ہو کر کے باتیں کرتے ہو ہدیان کی

مصارف مذکور نہ اسراف ہے نہ حرام ہے۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ فضول خرچ کرنا اسراف میں داخل ہے۔ مگر حسینی نذورات میں اسلامی صدقہ خیرات میں برائی ہر طرح سے ایصال ثواب جائز ہے۔ اسراف نہیں ہے کیونکہ نذر حسینؑ بہترین خیرات ہے ورنہ بہت سے مذہبی کاموں میں خرچ کرنا اسراف سمجھا جائے گا۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ معاویہ کے جواب میں حضرت امام حسینؑ نے فرمایا لا اسراف فی الخیرات یعنی امور خیر میں خرچ کرنا اسراف نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں طعام مساکین ہوتا ہے۔ اسر عری رسمیں بنام انبیاء و اولیاء اور شہداء وغیرہ میں نذر کرنے میں کوئی شک نہیں مگر وقت اخراج و ذبح غیر اللہ کے نام پر پکارا جاوے و ما اہلہ میں داخل ہے۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھا۔ کہ وقت اخراج یا ذبح بنام جہل وغیرہ کی آواز بلند کرتے تھے اس لئے خدائے تعالیٰ نے و ما اہلہ نازل فرما کر حرام کر دیا ہے۔ اس کا بیان در بیان بحث بیمار نامہ میں ہو چکا ہے۔ اور ہمارے یہاں بوقت اخراج وغیرہ کے بنام خدا آواز بلند پکار کر صرف کیا جاتا ہے۔ اگر یہ بھی جواز نہ ہوتا تو آپ محمد اسماعیل بخاری صاحب شاید کچھ جاننے والا ہوگا۔ انہوں نے بخاری اور مسلم

دونوں میں مروی ہے کہ عن عائشة قالت ان رجلا قال انبی ان امتی اقتعلت نفسها و اظنّها لو تکلمت تصدقت فهل لها اجر ان تصدقت قال نعم متفق علیہ۔ روایت ہے عائشہ سے کہ تحقیق ایک شخص نے کہا نبیؐ کے واسطے کہ میری ماں ناگہاں مرگئی اور میں گمان کرتا ہوں کہ اگر بولتی کچھ صدقہ دینے (بغیر وصیت کے مرگئی)۔ پس اگر اس کی ثواب کے واسطے صدقہ دوں کیا ہے۔ فرمایا ہاں۔ (اسی دلیل قاطع میں آنحضرتؐ نے وما اہلہ کو شرط کا حکم نہیں فرمایا اور دلیل ہے کہ اس پر کہ ثواب صدقہ زندوں کی طرف سے میت کو پہنچتا ہے۔ جس نیت پر یعنی عرس و نذر اور نماز اور تلاوت قرآن ہر ایک نیک اعمال بروح میت ثواب پہنچتا ہے۔

دیکھو مظاہر حق جلد دوم صفحہ ۱۴۴ میں ہے کہ کہا ہمار کی نے میں ایک رات مقابر مکہ کی طرف نکلا۔ پھر میں نے اپنا سر ایک قبر پر رکھا اور سو رہا۔ پس میں نے دیکھا مقابر حلقے حلقے بنائے بیٹھے ہیں۔ پس میں نے کہا کیا قیامت قائم ہوئی۔ انہوں نے کہا نہیں لیکن ایک شخص نے ہمارے بھائیوں میں سے ایک نے سورہ اخلاص پڑھی اور ثواب بخشا ہے ایک سال کی مدت ہوئی ہم اس کا ثواب آپس میں بانٹتے ہیں۔ خلاصۃ الکلام میں ہے کہ کہ اگلے اور پچھلے لوگ زیارت قبور کرنے والے کیلئے مستحب مانتے آئے ہیں کہ قبر شریف (رسولؐ) کے مقابل ہو کر یہ کہے کہ یا رسول اللہؐ میں اپنے گناہوں سے طلب مغفرت کرتا ہوں۔ اپنے رب کے پاس آپ کی شفاعت کا خواستگار ہو کر آپؐ کے پاس آیا ہوں اور دیکھو اس حدیث سے حجت کل متمسک کرد۔ و صح عن بلال الحرث انه ذبح شاة (علی قبرہ) عام القحط المسمی عام الرمادة فوجدھا هزيلة فصا يقول وا محمد ا ه

وامحمد ۵۔ یعنی اور یہ حدیث بلال ابن الحرث سے صحت کو پہنچی ہے کہ انہوں نے قحط سالی کے اس سال میں جو عام الماد کے نام سے مشہور ہے ایک بکری (قبر محمدؐ پر) ذبح کی اور اس کو دہلی پایا۔ پس انہوں نے کہنا شروع کیا (اپنے اس نذر کو دہلی حقیر جان کر آنحضرتؐ کے نذر میں فریاد کیا شرم سے) وامحمد ۵ وامحمد ۶

چند اہل احادیث و آیات قرآنی دلائل اور پیشین گوئی آنحضرتؐ کی موجود ہو کر بھی نواب صدیق حسن خان بھوپالی صاحب مفتی الہدیت یعنی وہابی وغیرہ کتاب حج الکرامۃ کے صفحہ ۴۶ میں ہے کہ نواب صاحب مذکور اپنے عقیدہ ملحد نے لکھا ہے کہ ابن عربی گفت نہ کشت حسین رازید مگر سیف جدوی پس بروی باغی شد۔ ابن حجر کی نے شرح قصہ ہمزنیہ میں ما قتل الحسین الا بسیف حدہ واجب القتل تھے۔ باغی ہوا لہذا قتل کئے گئے۔ نعوذ باللہ ان کے یہاں سبط رسول اللہ ناسخ پر تھے۔ اور یزید لعین حق پر تھے۔ گویا اس کا امام یزید ثابت ہو گیا کیونکہ امام حسین باغی ہونے سے۔ مصباح الہدایہ میں ہے کہ جو شخص ماتم امام سے ممانت کرے وہ بھی اسی قوم کا ہے۔ خوارجی ہیں یا خوارجی کی شاخ کا ہے۔ خوارجی جو ہے وہ اہل بیت کا خاص دشمن ہے۔ یا اللہ محفوظ رکھ اس قوم سے۔ جناب خاتم النبیؐ نے حضرت علیؑ کو وصیت فرمائی۔ بیت یاد رکھنے کا قابل ہے۔

جہاں میں اب چھوڑتا ہو دو چیزیں	دل و جان سے تم ان کو رکھنا عزیز
بڑی چیز اول قرآن ہے	یہی دین ہے اور ایمان ہے
سنو دوسری میرے دو زعمین	امام حسن اور امام حسین
کرو ان کی تعظیم و تکریم تام	خدا تم سے راضی رہے گا مدام
یہ اس دم جناب رسالت مآب	لگے کر کے کہنے علیؑ کو خطاب

حسینا کو جو کوئی ماتم کرے گا یقین ہے کہ وہ باایمان مرے گا رسول اللہؐ نے فرمایا ہے اکثر جو کوئی رودے گا شہزادوں کے غم پر مجھے اس حق تعالیٰ کی ہے قسم نہ محشر میں اسکو کوئی خوف و غم ہے جو کوئی حسنین کے ماتم میں رودے خلاصی دو جہاں میں اس کو ہوے یہ سن کر حصار مجلس حق کہے ہیں تمام خلق نے ماتم کئے ہیں

الحديث

حسین منی و ان من الحسین	من احب حسینا فقد احبّتی
علی منی و ان من علی	من احب علی فقد احبّنی
فاطمة بضعتی منی	من اذی فاطمة فقد اذانی
من البغض هما فقد البغضنی	الحسن والحسین شباب اهلجنة



متفرق مسائل

(زیارات مقبرہ سماع موتا و ممانعت رجعت)

بعض مذہب والے کہتے ہیں کہ برائے زیارات سوائے تین مسجدوں کے اور کہیں بار باندھنا جائز نہیں ہے کہ ان لوگوں نے تفریط کیا ہے کیونکہ کئی حدیثوں کے خلاف واقع ہے اور موقع محل پر فعل صحابہؓ لغوی نہیں ہے۔

دیکھونی خلاصۃ الکلام و اما زیارة قبر النبیؐ فقد فعلها اصحابہ و من بعدہم من سلف الامة و خلفہا و ان عقد الاجماع علی الستجبا بہا و جاء فی فطلہا و الترغیب فیہا احادیث کثرۃ منها ما رواہ ابیہقی و عمر بن الخطاب قال سمعت رسول صلعم یقول من زار قبری كنت له شفیعاً و شہید و هذا شفاعۃ خاصۃ للذاتر غیر شفاعۃ صلعم لعصاہ۔ یعنی اور اما زیارت قبر نبیؐ کی حقیقت امر یہ ہے کہ صحابی کرام اس کو بجا لائے ہیں۔ امت میں سے سب نے اس کی بجا آوری کی ہے۔ اس کے مستحب ہونے پر اجماع ہو گیا ہے۔ اور اس کی فضیلت و ترغیب میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس کی بھتیجی اور عمر بن الخطاب نے روایت کی ہے۔ کہا سنا میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی میں شفاعت کرنے والا اور گواہ ہو گیا۔ اور شفاعت خاص زیارت کرنے والوں کے علاوہ اس شفاعت کے ہے جو نبیؐ گناہ گاروں کی فرمائیں گے۔ و روی الدار قطنی و ابن السکن و غیرہما عبد اللہ بن عمرؓ قال من زار قبری و جبت له شفاعتی یعنی اور دار قطنی اور ابن السکن وغیرہ نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی

ہے۔ فرمایا جس نے میری زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔ و فی روایۃ رواھا ابن الجریج عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ من زارنی فی مماتی کان کمن زارنی فی حیاتی و من زارنی حتیٰ فقیہی الیٰ قبری کتب لہ یوم القیمة شہیداً و شفیعاً یعنی ایک اور روایت میں ہے کہ ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کہا رسول خدا نے جس نے میری حیات میں مجھ سے ملاقات کی گویا اس نے میری حیات میں مجھ سے ملاقات کی اور جس نے قبر تک پہنچ کر میری زیارت کی میں قیامت کے دن اس کا گواہ ہو گیا۔ یا یوں فرمایا کہ میں شفاعت کرنے والا ہو گیا۔ و فی روایۃ لابن مندہ من زارنی فی مسجد بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی یعنی اور ایک روایت میں ابن مندہ سے مروی ہے کہ جس نے میری وفات کے بعد میری مسجد میں میری زیارت کی کہ گویا اس نے میری حیات میں مجھ سے ملاقات کی۔ و فی روایۃ لابن عدی من حج البیت و لم یزرنی فقد جفانی یعنی اور ابن عدی کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے خانہ کعبہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو بے شک مجھ پر جفا کی (مجھ پر ظلم کیا) اور کافی کلینی کے باب زیارات میں قول امیر کا یوں منقول ہے۔ الکعبۃ حرام اللہ والمدينة حرم رسول والكوفة حرمی یعنی کعبہ کو حرمت دی خدا نے اور مدینہ کو حرمت دی رسول خدا نے اور کوفہ کو حرمت دی میں نے۔ جامع الاخبار کے باب فصل ہفتم میں ہے کہ قال النبی من مکة حاجاً ولم یزرنی فی المدينة فقد جفانی و من جفانی فقد جفوتہ یوم القیامة۔ یعنی فرمایا رسول خدا نے کہ جس نے حج خانہ کعبہ کا ادا کیا اور مدینہ میں زیارت نہ کی۔ پس تحقیق اس نے مجھ پر جفا کی پس تحقیق میں قیامت کے دن اس پر

جفا کروں گا۔ جذب القلوب میں وارد ہے کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا کہ جس نے میرے قبر کی زیارت کی اس کو میری شفاعت واجب ہوگئی اور جس نے حج کے بعد میرے قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں ملاقات کی اور جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

حدیث بلال بن الحارث فان فيه انه جاء الى قبر النبي وقال يا رسول الله استسقى لا منك ففيه النداء بعد وماته ولا خطاب بالطلب منه ايستسقى لامنه والاحاديث الواردة عن النبي في زیارت القبور في كثير منها النداء و الخطاب الاموات لقوله السلام عليكم يا اهل القبور السلام عليكم يا اهل الديار من المؤمنين و انا انشأ الله بكم لاحقون ففيها نداؤ خطاب في الخلاصته الكلام لعني اور حدیث بلال ابن حارثؓ کی جس میں مذکور ہے کہ وہ نبیؐ کی قبر تک تشریف لے گئے اور کہا یا رسول اللہؐ اپنی امت کے لئے طلب باران فرمائے۔ پس اس میں حضرتؐ کو بعد آپ کی وفات کے پکارا ہے۔ آپ کی طرف خطاب کر کے مانگا گیا ہے کہ اپنی امت کے لئے طلب باران فرمائے اور جو حدیثیں نبیؐ سے زیارت قبور کے بارے میں وارد ہیں ان میں سے اکثر مَرَدوں کی جانب ندا اور خطاب ہے۔ جیسے کہ آپ کا فرمانا السلام علیکم اے صاحب قبور۔ السلام علیکم اے صاحب دیار جو مؤمنین میں سے ہیں۔ اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ملیں گے۔ پس اس میں ندا اور خطاب دونوں ہیں۔ اور نقل خلاصۃ الکلام میں سے ہے۔ اور شرح وقایہ اردو جلد اول صفحہ ۱۶۴ میں شیخ ابن الہمام سے ہے والا ولی عند العبد الضعیف تجرید النیة لزیارة قبره صلعم لان فی ذالک زیارة تعظیمه صلعم لعني اولی میرے نزدیک یہ ہے کہ

مجرد کرے نیت کو واسطے قبر رسولؐ کی کیونکہ اس میں زیادتی تعظیم کی اسی واسطے رسولؐ کے اور رسالہ نماز بمعنی حاجی ثنا اللہ وہابی دہلوی سوداگر چاندنی چوک صفحہ ۱۲ میں ہے کہ جس وقت قبرستان میں داخل ہوئے یہ دعا پڑھو۔ السلام علیکم یا اهل القبور یغفر اللہ لنا ولمکم۔ یعنی السلام علیکم اے قبروں والے خدا ہم تم دونوں کو بخش دے۔ دیکھو اس میں بھی موتا کو سمع و سنا ندائی لفظ سے ثابت ہے اگرچہ غیب کیوں نہ ہو۔ اور کلمہ اہل القبور سے ثابت ہوا کہ موتا قبروں میں رہتے ہیں اور جو کم کے لفظ سے ثابت ہے کہ حقیقت میں موتا غیب نہیں ہیں۔ انبیاء و امام و شہدا کو پکار کر فریاد کرنا سنت اپنے وقت مجلس یا غیر وقت کوئی کراہت نہیں بلکہ بکا ر ترک کرے تو ترک سنت میں داخل ہے۔

دیکھو موضع القرآن میں ہے کہ اور حدیث میں ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے۔ اور شفاعت کا منکر جو ہوگا وہ اصول میں خلاف ہے۔ دیکھو عقائد نفی صفحہ ۱۲۲ میں ہے کہ والشفاعة ثابتہ الرسول بالاخبار فی حق اهل الکبائر اور قولہ تعالیٰ 'فما تنفعهم شفاعة الشافعين' یعنی پس کام نہ آوے گی ان کو سفارش سفارش کرنے والوں کی۔ اس کے شان موضع القرآن میں ہے کہ اور کافروں کے حق میں کوئی سفارش نہ کرے گا اور اگر کرے تو قبول نہ ہوگی اور ابن عباس اس کو تفسیر میں کہتے ہیں کہ فما تنفعهم يقول اللہ لا تنالہم شفاعة الشافعين یعنی شفاعة الملائكة و الانبياء و الصالحين (وغیرہ حدیث اصول میں وارد ہے) اور خوارج کا حضرت رسولؐ سے شفاعت طلب کرنے کی منع کرنے کے بارے میں یہ آیتیں بتلاتے ہیں کہ ولا شفاعة الخ من ذلادی

یشفع عنده الا باذنہ یعنی کون ہے وہ جو اس کے جناب میں شفاعت کرے۔ مگر اس کی اجازت سے۔ اور قولہ تعالیٰ 'لا یشفعون الا لمن ار تضى' یعنی نہیں شفاعت کریں گے مگر اس کی جسے راضی کر لیا۔ لا تجزى نفس عن شیعاً الخ وغیرہ اس قسم کی آیتیں بھی ہیں۔ یعنی نہ جزا پاوے کوئی جی سے کسی چیز کی۔ یہ آیتیں وغیرہ کفار کی شان میں نزول ہیں نہ کہ مسلمان مؤمن کے۔ تفسیر تنویر البیان صفحہ ۵۴ میں ہے کہ مشرکوں کا خیال تھا بت ہمارے شفاعت کریں گے۔ یہودی کہا کرتے تھے کہ ہمارے باپ دادا پیغمبر ہوئے ہیں وہ ہم کو بچالیں گے۔ خدا نے ان دونوں کے رد میں فرمایا ہے اور جلالین میں بھی یہی مطلب ہے۔ اور رسول خدا صلعم شفاعت کرنے کے لئے مازون ہیں اگر آپ مازون نہیں ہوتا تو آپ حدیث شفاعت کو نہیں فرماتے قال رسول اللہ شفاعتی لاهل الکبائر من امتی ای فکل من مات مؤمناً فانہ یدخل فی شفاعتہ یعنی فرمایا میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لئے ہے۔ یعنی تفسیر اس کی یہ ہے کہ پس جو شخص کہ با ایمان مر گیا وہ نبی کی شفاعت میں داخل ہے۔ یہ تمام دلائل مؤمنین کے لئے ثابت ہے۔ اور نبی اس کے لئے مازون ہیں۔ چنانچہ تفسیر امام میں حضرت جعفر صادق سے روایت ہے کہ دن موت کا دن ہے۔ قیامت کو یوں نہیں ہو سکتا۔ اور اس روز تو رسول خدا ائمہ ہدایا اولیاء مؤمنوں کے گناہوں کی شفاعت و سفارش کریں گے۔

تنویر البیان صفحہ ۱۱۴ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کرم نے کہ و انی اختبات دعوتی شفاعۃ لا متی الی یوم القیمۃ۔ یعنی تحقیق میں نے اپنی دعا میری امت کی شفاعت اور سفارش کے واسطے قیامت تک چھپا رکھی ہے۔ بخاری و مسلم سے نقل ہے۔ سراج منیر تفسیر کبیر صفحہ ۲۹۲۔ اور قیامت کے دن تمام امت آدم

سے لے کر آخر تک برائے شفاعت و سفارش ہر پیغمبر کے پاس آجائے گی۔ کسی کو ماذون شفاعت نہ ہوگی۔ سب کہیں گے نفسی نفسی۔ آخر میں جناب محمدؐ کے پاس آکر کہیں گے کیا آپ نہیں دیکھتے ہمارے حال میں۔ (آپؐ فرمائیں گے) پس میں چلوں گا اور اپنے پروردگار سے اجازت چاہوں گا میرے لئے اجازت دی جائے گی۔ پس جس وقت میں اپنے رب کو دیکھوں گا۔ سجدہ میں گر پڑوں گا۔ پس خدائے تعالیٰ مجھ کو جس قدر چاہے گا اس حال میں چھوڑے گا۔ پھر مجھ سے فرمائے گا کہ اے محمدؐ اپنا سراٹھا اور سوال کر تیری شفاعت قبول کی جائے گی۔ اور سماعت کی جائے گی۔ اس طرح تین مرتبہ ماذون عطا کی جائے گی۔ سراج منیر تفسیر کبیر صفحہ ۲۹۴ اور تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ محمدؐ قیامت کے روز شفاعت کریں گے۔ اور یہ آیت اس پر محمول کی گئی ہے۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقام محمودا یعنی قریب ہے کہ خدا تعالیٰ تجھ کو مقام محمود میں اٹھائے اور نیز اس آیت کو ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ یعنی عنقریب تجھ کو تیرا رب عطا کرے گا۔ پس تو راضی ہو جائے گا۔ اور ماذون اور راضی کی آیت ثابت ہو گئی ہے۔ اور اگر کوئی یوں کہے کہ لا یقبل منها شفاعۃ کیا جواب دیا۔ تو تم کہو کہ اس بات کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ لفظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے۔ سب کی خصوصیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ مگر اس عام تخصیص اس سبب خاص سے ادنیٰ دلیل کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ اور جب وجود شفاعت کے دلائل موجود ہیں تو اس آیت کی تخصیص ان پر واجب ہوگی۔ ولا یقبل کے ماتحت لکھا ہے کہ اس آیت میں کافروں کی حالت بیان ہوئی ہے۔ اس وجہ سے شفاعت کے مطلق نفی کی گئی ہے۔ اور مسلمانوں کے حق میں شفاعت بالاذن بالاتفاق مقبول ہوگی۔ یہ مضمون بہت سی آیتوں اور حدیثوں سے ثابت ہوا ہے۔ جلد دوم تفسیر اکسیر اعظم صفحہ ۱۰۳

جو شفاعت کا منکر ہے وہ معتزلہ ہے اور منقول ہے کہ جناب رسول خدا کہ روز قیامت ایک شخص اہل بیت سے کہے گا کہ اے رب میرے تیرے فلاں بندے نے مجھے پانی پلایا تھا اور دنیا میں پس اس کی شفاعت کا مجھے حکم دے۔ حکم ہوگا کہ اسے دوزخ سے نکال لاؤ یہ شخص آ کے اسے دوزخ سے نکالے گا۔ (ایسے ہی بہت سے شہید اور بچے وغیرہ شافع ہوئے بشرطیکہ مشفوع کافر اور مشرک نہ ہو)

تفسیر تنویر البیان صفحہ ۱۱۳۹ اور دعوات صوفیہ میں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ ہر ہفتہ میں چار روز یعنی جمعہ و سنیچر و پیر و جمعرات اور ہر بڑے دن میں مثل پندرہویں شعبان اور عیدین اور عاشورہ وغیرہ میں قبرستان مسلمانان کی زیارت کرنا بہت ثواب ہے۔ مطلب موتا کے حق میں ثابت ہو گیا۔ کہ صرف ہماری آنکھوں سے غائب ہو گئے ہیں اور ان تمام دلائل قاطعہ برہان آیت شریف اور حدیث صحاح ستہ کے حکم سماعت اور زیارات قبر اور نداء سب جائز ہے۔ کسی طرح کی کوئی کراہت نہیں ہے البتہ شرک نہ ہونا چاہئے۔



باب رجعت

اور بعض رجعت کا اعتقاد رکھتے ہیں مگر کہیں صحیح دلائل سے ثابت نہیں ہے کہ تیسری بار زندہ ہونے کی مگر دوبار کا ثابت ہے۔ قولہ تعالیٰ 'منہا خلقنکم و فیہا نعیدکم و منہا نخرجکم تارۃ اخری' یعنی اسے پیدا کیا تم کو اور ہم تم کو پھر اسی میں لے جائیں گے اور اسی سے نکالیں گے دوسری بار۔ تنویر البیان صفحہ ۶۲۱ میں ہے کہ اور تمہیں ہم نے زمین سے پیدا کیا و فیہا نعیدکم اور اسی زمین میں پھر لے جائیں گے ہم تمہیں بعد مرنے کے کھا جائیں گے اور اعضاء کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔ و منہا نخرجکم اور ہم تمہیں زمین سے پھر باہر لائیں گے اور اعضاء پراکندہ کو جمع کر کے تارۃ اخری دوسری دفعہ حساب لینے اور جزائے اعمال دینے کو۔ (کوئی مخصوص کسی میں نہیں) جلالین میں ابن عباس لکھتے ہیں کہ منہا من الارض نخرجکم یقول من القبور نخرجکم تارۃ اخری مرة اخری بعد الموت للبعث (چہ انبیاء وغیرہ ہو پھر بھی یہ حکم ہے) قولہ تعالیٰ 'موقوفون عند ربہم یعنی ٹھہرائے گئے ہوں سامنے ہوں پروردگار کے اپنے مقام حساب میں ہر آئینہ دیکھے تو سخت اور کام پر ہوں (ہر نبی و ولی کے لئے جزاء اور ثواب کو ایک دفعہ اٹھنا ہے) تنویر البیان صفحہ ۸۵۷۔

دیکھو ان آیات کے خلاف یہ ایک حدیث شرح اصول کافی جز سیوم صفحہ ۳۴۲ میں مرقوم ہے۔ یہ بھی ابن سبا کی وضعی ہے واثق نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ عن ابن عبد اللہ انہ مسئل عن الغائم فقال نعم کلنا بامر اللہ واحد بعد واحد یعنی امام جعفر سے پوچھا گیا کہ آپ میں سے کون ہونے والا ہے۔ پس امام نے کہا

(ائمہ تمام قائمون ہیں) اوپر حکم اللہ کے ایک دوسرے کے بعد۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ائمہ سوائے قیامت کبریٰ کے برائے انتقام کے دوبارہ زندہ ہونگے۔ اور بعض احباب اس بات سے مسرور ہیں کہ رجعت ہو کر قائم ہوگا۔ یہ ناممکن اور محال ہے کیونکہ قرآن تکذیب آجاتا ہے۔ دیکھو قولہ تعالیٰ 'اذا وقفوا علی ربہم قال الیس هن ابالحق یعنی جس وقت ان کو کھڑا کیا ہم نے اس کے رب کے حضور میں۔ فرمایا کیا یہ حق نہیں ہے۔ جس وقت کھڑے کئے جائیں گے اپنے پروردگار کی عدالت میں خدا کے حکم پر قال فرمائے گا۔ خدا الیس هذا بالحق کیا نہیں ہے یہ دوبارہ زندہ ہونا۔ درحقیقت قالوا کہیں گے بلی ہاں خداوند سچ ہے۔ و رہنا اور پروردگار ہمارا تو سچا ہے یا یہ کہ پروردگار کی قسم کھا کر کہیں گے کہ واقعہ یہی دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ (اولیاء و انبیاء و امام وغیرہ ہوا اس کو کہتے ہیں) تنویر البیان شیعہ صفحہ ۲۲۱۔ صاحب تفسیر نے اس حدیث کا کوئی اعتبار نہ کیا۔ قولہ تعالیٰ 'ثم انکم بعد ذالک لمیتون ط ثم انکم یوم القیمۃ تبعثون ط یعنی پھر تحقیق تم بعد اس کے البتہ مرجاؤ گے پھر تحقیق تم کو قیامت کے دن اٹھایا جاوے گا۔ تفسیر اس کی یہ ہے کہ ثم انکم پس بدرستیکہ بعد ذالک پیدا کرنے کے بعد اعضاء زندہ ہونے اور داخل روح کے لمیتون ہر آئینہ جب اجل آنے کے وقت مرنے والا ہے۔ پس البتہ تمہارا انجام موت کی طرف ہوگا۔ ثم انکم بدرستیکہ تم یوم القیمۃ روز قیامت حساب کے واسطے اور جزاء دینے کیلئے اٹھائے جاوے گا۔ تنویر البیان صفحہ ۲۶۷۔ معلوم ہوا کہ بہ دلیل قاطع کلام الہی سے رجعت پر اعتقاد رکھنا باطل ہے۔ قولہ تعالیٰ 'لا یبعث اللہ من الموت بلی وعدا علیہ حقاً' ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعنی نہ اٹھا دے گا اس شخص کو کہ مرجاتا ہے۔ ہاں وعدہ کیا ہے اور اوپر ان کے سچا اور لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔

تفسیر ان کی نہیں زندہ کرتا ہے خدا ان لوگوں کو کہ جن کو مارتا ہے خدا انکے رد میں فرماتا ہے ہلی ہاں اٹھائے جائیں گے سب لوگوں کو حساب اور ثواب اور عذاب کے واسطے وعدہ اعلیہ وعدہ کیا ہے وعدہ کو اپر زندہ ہونے لوگوں کے اور پہنچنا ان کا دوزخ یا جنت میں حق وعدہ نیک اور سچا ہے کہ کوئی شبہ نہیں تحقیق موعود علیہ میں واقع نہیں ہے۔ سب عدم تخلف اس کے وعدہ میں ولکن اکثر الناس اور لیکن بہت سے لوگ نہایت جہالت اور گمراہی سے ہیں۔ لا يعلمون نہیں جانتے کہ کہ ان کے وعدے خلاف ہو گئے اور مخالفت ان کی حکمت کے محال ہے۔ تنویر البیان صفحہ ۵۳۴۔

قوله تعالیٰ 'وهو الذی اور وہ شخص ہے یبداء والخلق اول مرتبہ پیدا کرتا ہے خلق کو ثم یعید و پس پھر زندہ کرتا ہے و ہوا اور پھر لانا اور زندہ کرنا دوسری مرتبہ (کل مرتبہ اول و ثانی لا ثالث) اہون علیہ بہت آسان ہے اللہ تعالیٰ پر۔ تنویر البیان صفحہ ۵۳۴۔ اور قرآن شریف میں کہیں ثابت نہیں ہے دو مرتبہ۔ قیامت بعثت ہو جائے نہ کسی کے لئے استثنا مخصوص ہے اور البعث بعد الموت پر ایمان لاوے جو ایمان اور اصول میں ذکر ہو چکا ہے اور رجعت پر معتقد ہونا کذب قرآن ثابت ہوتا ہے۔ جلاء العیون کے صفحہ ۵۳ میں ہے کہ رجعت ہونے امام حسینؑ نے اپنے دشمنوں کو قتل کریں گے۔ پس حضرت فرمود بشارت داد خدائے تعالیٰ پیغمبرؐ را کہ اہلبیت او بادشاہ خواہند شد بدینا رجعت خواہند کرد دشمنان خود را کشت۔ جلاء العیون تبریزی صفحہ ۵۱۔ اگر اس پر معتقد ہو جائے تو روز قتل حسینؑ سے تا ظہور رجعت جتنے دشمنان اہل بیت گذر گئے سب کا آزاد ہو گئے یا کہ اس وقت سے تا رجعت اہلبیت سب قیامت کبریٰ سے پہلے دوست دشمن قیامت صغریٰ ہو کر حسینؑ اپنے تمام دشمنوں کو قتل کریں گے۔ تو ان سے قصاص یہاں لیا اور قیامت کبریٰ میں جو

دشمن حسین و قاتل اس کے وغیرہ سب آزاد ہو گئے اور میں طول نہیں دیتا۔ کیونکہ گنجائش نہیں ہے کیونکہ رجعت پر ایمان لانے والوں پر بہت کچھ اعتراض آ جاتا ہے۔ اس میں باطل اعتقاد سے محفوظ رکھ یا اللہ۔

اب یہاں سے علماء مشاہیر کرام کے فتویٰ لکھتا ہوں۔ صاحب ذی شعور مسئلہ سابقہ صفحہ گذشتہ ابتداء کے تمیز کر سکتا ہے۔ تاکہ حقوق ظاہر ہو کر تسکین قلوب با اصول اور اعتقاد میں مستحکم اور مستقیم رہ جائے۔ اذالت الغوایں نہ پھنس جائیں۔ وہ چند مسائل یہ ہیں اور اس احقر نے اپنے علماء کرام کی خدمت مبارک میں وال کیا ہے۔ وہ یہی مسائل ذیل ہیں جو کہ بذریعہ خط و کتابت استفسار کیا۔ ہو الا ستفتاء۔ درین ہنگام مسئلہ واقع شدہ است۔

نمبر ۱۔ روایت اللہ تعالیٰ در جنت باعمال نیک مؤمنین کو حق ہے یا نہیں؟

وہ مذہب حقہ نور بخشیہ رویت اللہ کو تصدیق کرنا جائز ہے یا نہیں؟

نمبر ۲: فعل از طرف بندہ ہے یا از طرف خداوند عالم ہے؟

نمبر ۳: مذہب نور بخشیہ کے لوگ مسئلہائے فقہ احوط کو مانتے ہیں یا نہیں۔ یعنی

فتویٰ ہائے سید محمد عرف نور بخش صاحب غوث المتاخرین نے جو اصول و فروع میں فرمایا ہے اس کو تصدیق کرتے ہیں یا نہیں؟

نمبر ۴: فقہ احوط کے مشرح کون ہیں۔ علماء نور بخشیہ مشرح کے شرح کو بھی

تصدیق کرتے ہیں یا نہیں۔ شارح صاحب مرحوم عفی عنہ قابل اعتبار ہے یا نہیں؟

نمبر ۵: قل کل من عند اللہ کا کیا تصفیہ ہے۔ تصفیہ کیا ہوگا میں

فرماویں۔ ما قولکم ایہا العلماء العظام فی کلام العلام الجبار و فی سنت النبی المختار صلعم و فی مسائل فقہ احوط و فی مسائل التی

زکرها فی الطربینو توجه فقد فتویٰ علماء کرام یہ ہے۔



علمائے مشاہرہ مولینا مولوی سید قاسم شاہ صاحب کھر کومدہ ظلہ

بسم اللہ تعالیٰ شانہ

جواب سوال اول: و من قال روية الله تعالى ليست بمحال صدقه لان الله تعالى يره نفسه زیرا کہ حقیمان تعالیٰ - من بیند خود را و او یگانہ را رویت نفس خود ممکن است۔ فمن نور الله بصيرة پس ہر کہ را روشن سازد واللہ تعالیٰ دیدہ بصیرت اور اینورہ راہ بنور خودی بیند او یگانہ را بے کیف و جہد کمال قال سید الاوصیا وسند الاولیاء وابوالحسن رایتہ فعرفتہ فعبدتہ ولما عبد رب لم اراه فمن كان بصراً له پس کسے را کہ باشد دیدہ او خدائی فہو یراہ پس آنکس ے بیند او یگانہ را و ہذہ الکلمات فی رسالۃ اصول عقائد مکتوب است من تصنیف سید محمد نور بخش است کما تحقیق بہ مولانا سید محمد نور بخش فی اصول وعقائد او یگانہ آں ہا را قوت رویت عطا کند صامرت الابصار بصائر بشوند دید ہا دیدہ انوار الہی نمایند و او دریا بد خداوند دید ہا را ایں آیت دلالت نفی ادراک دارد فوقیت برکہنہ مشاہدہ شیء و احاطہ بدونہ بہ نفی رویت چہ رویت است ادراک ممکن است اگر ادراک نفی رویت دارند تقدیر باید کرد کہ نہ بیند بصر ہا اورا در دنیا چہ عقبی۔ در قرآن و احادیث رویت ثابت شدہ است۔

جواب سوال دوم: در کتاب اصول عقائد صفحہ ۷۱ باب چہارم اعتقاد فی التقذیرات و یحب ان تعتقد ان التقذیرات الازلیۃ از علم اجمالی حق است۔

بجميع اشياء محيط بما كان و ما يكون من الكلّيات والجزئيات
بحيث لو سقطت ورقة من شجرة لم يكن الا بقدر الله احياء العلوم
غزالي صفحہ ۱۶۲ ان افعال العبد و ان كان كسبا للعبد فلا يخرج عن
كونه بمراد الله سبحانه فلا يجرى في الملك و الملكوت طرفه عين
الا بقضاء الله وقدرته و بارادته و مشيئته الخير و الشر والنفع والضرر
والاسلام والكفر والفوز والخسران والغواية والرشد والطاعات
والعصيان والشرك والايمان لاراد لقضائه ولا معقب لحكمه يضل
من يشاء و يهد من يشاء -

جواب سوال سیوم: نزداہل حق و مذہب نور بخشیہ کتاب ہائے نور بخشیہ مثل فقہ
احوط وغیرہ پر از تہہ دل ماننا چاہئے کیونکہ اس پر عمل کرنا واجب العین ہے۔ اگر واقعہ
ایک مسئلہ پر خلاف مقلد واقع ہو جائے گا۔ مرتد خارج دین ہے۔

جواب سوال چہارم: مشرح سید مختار زبدۃ العلماء مرحوم کر لیس ہے۔ اس پر
بھی عمل کر سکتا ہے کیونکہ بانی مہانی دین ہے اس کے دین ہے اس کے قول و فعل
بمطابق متن ہو بہو ہے صحیح ہے ہیج عیب ندارد۔

جواب سوال پنجم: خالق الخیر و الشر خدا است و فاعل الخیر و الشر خدا است
بمطابق آیتہ کریمہ بایں ناطق است۔ سورۃ نساء پارہ ۵ رکوع یازدہم۔ تصبہم
حسنۃ یقولون ہذہ من عند اللہ و ان تصبہم سنۃ یقولون ہذہ من
عندک قل کل من عند اللہ و حرره المجیب۔

سید قاسم شاہ کھر کوئی عنہ
۲۹ ماہ شوال ۱۳۲۵ھ بقلم خود۔

علماء فاضل مولانا مولوی محمد ابراہیم اشتہار دہندہ تھو کھو نور بخشی سلمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب نمبر ۱: موافق مذہب نور بخشی جنت میں موافق اعمال کے ہر شخص کو اللہ کا دیدار ہوگا۔ دلیل اس کی یہ ہے۔ قال تعالیٰ وجوه یومئذ ناضرة الیٰ ربہا ناظرة اور بخاری و مسلم کی حدیث میں رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ سترون ربکم عیانہ اور کتاب دعوات نور بخشی میں مذکور ہے لقاء حق۔

جواب دوم: کو استطاعت کام کے وقت پائی جاتی ہے سو وہ قدرت حقیقی ہے کہ جس کے سبب بندے سے کام ہوتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ لفظ استطاعت کے دو معنی ہیں۔ ایک سلامتی آلات دوسرا قدرت حقیقی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار میں رکھی ہے کہ اس کے سبب سے افعال اختیاری کرتا ہے۔ اور اگر یہ قدرت نہ ہو تو نہ کر سکے۔ پس اگر بندہ کسی نیک کام کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ ان کو اسی نیک کام کی قدرت عطا کرتا ہے۔ اور بد کام کا قصد کرتا ہے تو اس کو اسی بد کام کی قدرت بخشتا ہے۔ پس فعل در حقیقت از طرف خدا ہوا۔ بدلیل یعفل ما یرید کے اگر کوئی شخص بندے کا فعل کہتا ہے تو وہ معتزلہ ہے۔ نور بخشی نہیں ہے۔ اس کا اعتبار ہرگز نہ کرنا چاہئے۔

جواب سیوم: جو شخص نور بخشی ہے ان کو لازم ہے کہ فقہ احوط کے ہر مسئلہ پر اعتقاد کلی رکھنا واجب ہے۔ اگر اس کے ایک مسئلہ پر بھی اعتقاد نہ کریں وہ از فرقہ نور بخشی بیرون ہے فقط جواب چہارم: اور مشرح فقہ احوط سید مختار کی ریس کا ہے۔ قابل اعتبار بھی ہے۔ فقط

مجیب بندہ محمد ابراہیم تھو کھو نور بخشی

۱۳۳۵ھ بقلم خود۔

مولينا مولوى سيد مختار مير واعظ كريسى حال علاقه چيلو سلمه

بسم الله الرحمن الرحيم

والصلوة على خاتم الأنبيين و له المعصومين . اما بعد رويت
الله و تصديقه ثابت فى مذهب فى النور بخشييه ولكن الروية القلبي
بعد الكشف بحقائق الايمان كما قال سيدنا و مجتهد نا غوث
المتاخرين فى رسالة الاعتقادية ان العقل قاصر عن معرفة شىء ليس
له جنس ولا فصل ليحد بهما كما قال رسول الله ان الله احتجب عن
العقول كما احتجب عن الا يصل لكن اكابر الانبياء و كمل الاولياء
و جاهدوا فى الله حق جهاده اليتمروا بالمجاهدات و قالوا هديه
سبيل الله على طبق والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا فوصلوا الى
مكاشفا الملكية والمشاهدات الملكوتية و المعانيات الجبروتية
والتجليات الا هو فية واستغرقوا كالقطرة فى البحر الا حدية و
فنوافى الله و بقوا بالله و انه هو امات و احيا و اتصفوا بصفات الله
بحكم تخلقوا باخلاق الله كما ورد فى الحديث القدسى لا يزال
العبد يتقرب الى النوافل حتى احبه فاذا احبه كنت سمعه و بصره و
يده و رجله و لسانه فبى بسمع و يبصر و بى يبطش و بى يمشى و بى
ينطق فمن كان فهو يراه فالانبياء و الاولياء اذا تصفوا بصفاته رواه
تعرفوا سما اخبر عن حاله سيد الاوصياء و سند الاولياء حين جاؤه
حبر" عن ابى عبد الله قال جاء حبرا" لى امير المؤمنين فقال يا امير

المؤمنين هل رايت ربك حين عبدته قال فقال ويلك لم اعبد رباً لم اراه قال كيف رايتهُ قال ويلك لا تدركه العيون في مشاهدة الابصار ولكن رائة القلوب بحقائق الايمان و من لم يصل الى هذا المقام ليس له نصيب من الرويت لان الله تعالى ليس لمجسوس ليدركه الحس لا تدركه الا وهو يدركه الابصار فمتى ادركه الابصار صارت الابصار بصائر و ذالك يوم تبلى السراير فمن قال روية الله محال للبشر مادام بشراً (في الدنيا) صدق و من قال روية الله ليست بمحالة صدق لان الله يرى نفسه فمن نور الله بصيرته بنوره راه فصار الاختلاف لفظياً.

جواب مسئلة ثانية: اعلم ان في الافعال الاختيارى للعباد اربع مذاهب. الاول مذهب الاشاعرة و احل السنة والجماعة وهوان يكون المؤثر المستقل فيها هو الله تعالى. ولكن بواسطة كسب العباد وليسند اليهم افعالهم والثانى مذهب جمهور المعتزلة وهوان يكون المؤثر المستقل هو قدرة العباد و الثالث مذهب الجبرية وهوان يكون المؤثر فيها هو الله تعالى لا مدخلة لقدرة العباد في ذالك اصلاً من حيث الكسب ولا من حيث التاثر الربع مذهب ابي اسحاق الا سقرانى هو ان يكون المؤثر المستقل محمول القدرتين اى قدرة الله العباد وبه ياء خد مجتهدنا الشهور بالنوربخش كما في رسالته الموسوم بالاعتقادية.

جواب ثالث: صاحبان مذهب نوربخشيه را تقليد مجتهد

خود لازم بلکہ شرط صحت عمل است۔ جواب رابع شارح فقہ
احوط حضرت میر مختار اختیار است الکشمیری مولداً و التبتی
موطناً و مدفننا۔

جواب خامس: مراد از ایہ قل کل من عند اللہ ہمیں خالق خیر و شر مراد
است۔ نہ فاعل۔

نمقہ عند الراجی الی رحمۃ اللہ سید مختار میر واعظ علاقہ چیلو
بقلمہ ۱۳۴۵ ہجری

مولینا مولوی محمد گبکھو زچیلو سلمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب نمبر اول: جنت میں موافق اعمال کے ہر شخص کو دیدار ہوگا۔ کوئی
شخص ہر وقت مشاہدہ جمال کبرائی میں مستغرق رہے گا اور کوئی دن بھر اور کوئی ہفتہ کی
مقدار میں اور کوئی مہینے کی مقدار اور دلیل اس کے لئے یہ ہے کہ دیدار فی نفسہ ممکن
ہے۔ کوئی دلیل اس کے محال ہونے پر قائم نہیں ہوئی۔ پس جن آیات و احادیث میں
اس کی صراحت ہے قال اللہ تعالیٰ وجوہ "یومئذ ناضرة الی ربہا ناظرة
اور بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے سترون ربکم کما ترون القمر فی لیلة
البدر۔ البتہ بعد میں معتزلہ مذہب سے دیدار الہی کا انکار ثابت ہوا اور ان آیات کی
تاویلات کرنا شروع کیا۔ اور ان کے سب شہادت عقلیہ میں سے بڑا قوی شبہ دیدار
الہی کے ہونے پر یہ ہے کہ آنکھ سے کسی چیز کے دیکھنے میں یہ چند چیزیں شرط ہیں۔
اول یہ کہ جس کو دیکھیں وہ کسی مکان میں ہو۔

دوم:- وہ کسی طرف میں ہو۔

سیوم:- دیکھنے والے کے سامنے ہو کیونکہ پیچھے ہوگا تو نظر نہیں آئے گا۔

چہارم:- یہ ان دونوں کے درمیان نہ تو بہت مسافت یعنی دوری ہو کیونکہ دور کی چیز نظر نہیں آتی ہے۔ نہ نہایت قریب کیونکہ جو چیز بالکل آنکھ کے پاس ہوتی ہے وہ بھی دکھائی نہیں دیتی ہے۔

پنجم:- یہ کہ وہاں تک شعاع بصر بھی پہنچے اور یہ سب امور اللہ تعالیٰ کے نسبت محال ہے۔ کس لئے کہ ان چیزوں سے جسمیت ثابت ہوتی ہے۔ جواب یہ سب شرطیں جسمانیت کے دیکھنے کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ جسمانیت سے جدا ہے۔ پس اس کے لئے یہ شرطیں ثابت کرنا قیاس مع الفارق ہے بلکہ اللہ جنت میں مومنین کو ایسی آنکھ عطا فرمائے گا کہ جس سے وہ اس کو بدون ان شرائط کے دیکھیں گے۔ اور کوئی کہے بدلیل نذر کہ الابصار۔ تو جواب یہ ہے کہ اول الف لام استغراق کے لئے ہیں۔ اس سے مومنین مراد ہیں۔ سلب میں مفہوم ہوتا ہے۔ اگر کہے لن ترانی جواب یہ ہے لن اُدی نہیں ذکر کیا۔ کہ تو اے موسیٰ مجھے دیکھ نہیں سکتا نہ یہ کہ میں دکھائی دے نہیں سکتا۔ اگر ناممکن ہو تو موسیٰ پیغمبر ہیں اس کو منع کر دیتے۔ جس طرح بت کو خدا نے بنانے سے منع کیا اور موسیٰ کے دیدار کا سوال کرنا خود دلالت کرتا ہے کہ دیدار الہی ممکن ہے۔ اگر محال ہوتا تو پھر موسیٰ کا طلب لاعلمی پر دلالت کرتا ہے کہ ان کو اسی قدر بھی معلوم نہ تھا۔ اللہ کا دیکھنا محال ہے۔ اور اس کے نسبت موجب عیب ہے یا ایسے امور محال کا سوال انبیاء کی شان سے بعید ہے۔ کتاب عقائد الاسلام میں مرقوم ہے۔ سورة الانبياء هذا يو مکم الذی توعدون۔ یہ دن جزا ثواب کا جو وعدہ کیا گیا۔

بیت

نیت مردان را نعیم اندر نعم	عشق بازاں را لقاء اندر لقاء
حصہ آن ہا وصال حو العین	بہرہ این ہا جمال کبریا

در سورئہ ویل المطففین یومئذ المحجبون یعنی البتہ حجاب کیا گیا ہے

گوی بہ بہشت مہما نیست	بے دیدن میزبان چہ باشد
چوں دشمن دوست را حجاب است	پس فرق دراں میاں چہ باشد

در سورہ دھر: ملکا کبیراً

ایہا الاخوان تا چند انتظار آں نگار	از اہداں فردوس جی جویند و ما دیدار یار
------------------------------------	--

در سورہ نجم: فاوحی الی عبدہ وما اوحی

کلام سردی بے نقل بشند	خدا وند جہاں را بے جہت دید
-----------------------	----------------------------

در سورہ قیامہ . الی رہبا ناظرۃ

ہر کسی بہ بہشت آرزوی دارد	عاشق بجز دیدن دیدار نباشد
---------------------------	---------------------------

اور مولینا سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ فی اصول عقائد اوسبحان اللہ تعالیٰ آنہا را قوت رویت عطا کند صارت الابصار بصائر تقدیر باید کرد کہ نہ بیند بصر ما اورا در دنیا چہ در عقبی۔ در قرآن واحادیث رویت ثابت شدہ است۔ کما قال سید الاوصیاء و سند الاولیاء ابو الحسن ربی رایتہ فعرفتہ فعبدتہ ولم اعبد ربی لم اراہ۔ فقط

جواب دوم: ویحب ان تعتقد ان التقدير اذلیہ از علم اجمالی حق است بجمیع اشیاء و محیطۃ بما کان وما یکون من کلیات و الجزئیات بحیث لو اسقط ورقة من شجرة لم یکن الا بقدرۃ اللہ جلّ

شانہ۔ یہ در کتاب اعتقاد یہ نور بخشی۔ صفات ذاتیہ اور صفات فعلیہ ہے۔

صفات ذاتیہ کا بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

صفات فعلیہ اس کو کہتے ہیں مارنا جلانا روزی دینا تندرستی و بیمار کرنا، عزت و ذلت دینا۔ علیٰ ہذا القیاس اس کو صفت فعلیہ کہتے ہیں۔ سو یہ سب صفات فعلیہ صفت تکوین میں داخل ہیں گویا وہ ان سب کا مجمل ہے۔ اور یہ سب اس کی تفصیل اگر اس کو یہ صفت حاصل نہ ہو تو وہ صالح عالم نہ ہو سکے گا اور بے کار ہو جائے۔ وقال انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون۔ و هو فعال لما یرید۔ ہر چیز کی جس کا وہ ارادہ کرتا ہے ہو جاتی ہے۔ کچھ دیر اور ڈھیل نہیں۔ کسی سامان اور اسباب اور معین و مددگار کی حاجت نہیں۔ لا راد لقضاءہ ولا معقب لحکمہ یضل من یشاء و یرید من یشاء فی عقاید الاسلام اہل سنت والجماعۃ کی کتاب ہے۔

جواب سیوم: نزد مذہب اہل نور بخشیہ کے مثل فقہ احوط و اصول عقائد من تصنیفات سید محمد صاحب کی کتابوں پر اور اس کے مسئلوں پر از تہہ دل تصدیق اور ماننا چاہئے۔ اگر واقع بالفعل ایک مسئلہ پر مقلد سے خلاف ہو جاوے وہ از مذہب خود خارج ہے۔ نور بخشیہ ہی نہیں۔

جواب چہارم: مشرح فقہ احوط زبدۃ العلماء سید مختار صاحب مرحوم جنت مکان ہے۔ اس کے شرح پر عمل بھی کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے قول اور فعل بمطابق متن اور اصل ہے صحیح ہے اور ہیج عیب نہیں۔

جواب پنجم: دراصل خالق خیر و شر خداوند عالم ہیں اور بندہ کا دخل خیر و شر کا بطور کاسب ہے۔ مرجع الی اللہ است مطابق آیہ کریمہ و ان تصبہم حسنة

يقولون هذه من عند الله و ان تصبهم سيّة يقولون هذه من عندك قل
كل من عند الله . الا الى الله تصير الامور له علم بمرادہ۔
قد ریه مذہب میگویند بندہ فعل مختار خود است در اہتمام امور بد حق تعالیٰ محتاج
نیست۔ بندہ را در اہل ہر دو اختیار۔ فقط۔

جررہ عاصی وجانی محمد گب کھور ۱۳۳۵ھ

مولانا مولوی سید علی کریمی سلمہ

بعد از سلام علیکم واضح ہے کہ آپ نے بارہ مسئلہ رویت و خیر و شر سوال کیا تھا مگر
میں نے جواب لکھنے کو تیار کیا تھا لیکن برخلاف حکم آیہ لا تتبعوا السبیل فتفرق
بکم از علماء مخالف الاعتقاد استغناء کردن۔ لائق و مناسب نہیں تھا۔ فقط
بتاریخ ۲۷ ذہ الحجہ ۱۳۳۵ھ

بقلم خود سید علی کریمی

////////////////////

ان تمام دلائل اور فتویٰ علماء خود سے (یعنی ہم تقلید) میر صاحب اپنی خطاوں
سے توبہ کر کے رجوع ہو جائے بہتر ہے ورنہ سوا الاعتقاد قبض کر مذہب حق میانہ
روی۔ یعنی مذہب نور بخشیہ سے ہاتھ دھولیا۔ جب اعتقاد مخالف ہوے اس کے پیچھے
نماز پڑھنا درست نہیں۔ بمطابق فتویٰ علمائنا کے اگر اعادہ نہ کرے نماز باطل ہے۔ یہ
حکم ہر ایک خاص و عام ہر مقلد کو لازم امر ہے۔ کہ یاد رکھے یا اللہ وسواس نفسانی و
شیطانی سے محفوظ رکھ۔ صراط المستقیم میں قائم رکھ۔

مدح حضرت امیر کبیر سید علی همدانی و احوال مجالس المؤمنین
 الا میر التحریر الموحّد الربّانی السید علی الهمدانی قدس سره
 الشیء نقد

شاه همدان صاحب عقیده همدان اند- یعنی ازاں همدانند که علی را همه دانند
 صاحب فحاحات بنا بر علوشان حضرت میر و اشتها و در میان این طایفه و استناد جمع متأخرین
 صوفیه از اهل خراسان و عراق و غیر هم به آن حضرت داشته اند- بذکر اند که از احوال و
 مقامات ایشان اقتصار نموده و گفته که در علی بن شهاب بن محمد الهمدانی است- جامع بوده
 میان علوم ظاهری علم باطنی و برادر علوم اهل باطن مصنفات مشهور است- چون کتاب
 اسرار لفظ و شرح اسماء الله و شرح فصول الحکم و شرح قصیده حمزیه فارسیه و ذخیره المملوک
 و مودة القربی و غیر آن دوی مرید شیخ شرف الدین محمود بن عبد الله المر دقانی بود- اما
 کسب پیش صاحب السرّ بین الاقطاب به تقی الدین علی دوریسته کرد و چون شیخ تقی
 الدین از دنیا بر رفت باز رجوع شیخ شرف الدین محمود کرده- گفت فرمان چیست وی توجه
 کرد و گفت فرمان آنست که در اقصائی بلاد عالم بگردی سه نوبت ربع مسکون را سیر کرده و
 صحبت هزار و چهار صد ولی و در یافت در یافت و چهار صد کسی را در یک مجلس یافت و
 سادس ذی الحجه سنه لست ثمانین و سبعمائنه نزدیک ولایت کس جعفر مر دسوار فوت شد و از
 آنجا به ختلانش نقل کرده اند- آنتهی و مولانا نور الدین بدخشی که از افاضل تلامذه اوست

- در کتاب خلاصۃ المناقب ذکر نموده کہ نسب شریفین بر این وجہ است کہ علی بن شہاب الدین محمد بن علی بن یوسف بن محبت بن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن محمد بن علی بن حسن بن حسین بن علی بن زین العابدین بن حسین علیہم السلام و میر فرمودہ اند کہ از جانب والدہ ہفتدہ پشت بہ حضرت پیغمبرؐ و مرا خالی بود کہ اور سید علاء الدولہ خواندندی و از اولیاء بودی بحسن تربیت او مرادر صغیر سن قرآن محفوظ گشت و در امور والد خود التفات نمی کردم بد اں سبب کہ حاکم ہمدان و ملتفت بسلاطین اعوان ایشان بود نیز فرمودہ اند کہ خدائے تعالیٰ مرا توفیق محبت و متابعت آلِ حہ و لیس کرامت نمود و رخصت موافقت غیر ایشان فرمود۔ قال من احب ان یحیٰ حیوتی و یموت موتی و یدخل الجنة التي وعدني ربی فليتل علي ابن ابي طالبو ذرينه الطاهرين بن ائمة الهدى و مصابيح الدجی من بعده فان هم لن يخرجوكم من باب الهدى الى باب الضلالة. قال لما عرج بي الى السماء رايت علي باب الجنة مكتوباً لا اله الا الله محمد رسول الله و علي حبيب الله و الحسن والحسين صفوة الله و فاطمة امة الله علي محبتهم رحمة الله و علي مبغضهم لعنة الله

قال و الاية اهل بيته يشر علي الجنة فيدخل محبة الجنة و مبغضه النار. قال البلاء موكل علي الانبياء ثم الاولياء ثم الامثل فالأ

مثلاً۔ فتنہ علماء اگرچہ بسیار است۔ اما یکے ازاں فقہا ان بود کہ وقتی بنا بر حسد مرا زہر دادند حق تعالیٰ از ہلاک نگاہ داشت ولیکن اثر آں در تن باقی است۔ در حال یکبار ورمی پیدا میشود و زرداب میرود و زبان خشک میشود و فتنہ ملوک و امرائیز اگرچہ بسیار است اما یکے ازاں این بود کہ در بعض دیار تبت رسیدم و سلطان آں دیار طالب صحبت آمد و با کرام و عظام تمام ہزدیک خود طلب نمود و من اجابت نہ کردم و آں سلطان را غضب نہ فرمود تا اسپن از مس ساختند و آں را بر آتش نہادند تا مس آتش گشت و تہدید فرستادند کہ سید را بصحت سلطان باید آمد والا بر آں اسپ آتش سوا سازند و بچہیں تا چہل روز اسپ را گرم مے ساختند و باز خنک مے شد و با وجود تہدید و عید۔ (چند عبارت یہاں سے صاحب مجالس نے خاموش فرمایا ہے)۔ ورنہ وہ اسپ بمحجرہ سید مذکور کے زندہ کر کے سوار بھی ہوا ہے۔ دیگر تواریخ میں مرقوم ہے کہ و من بصحت سلطان نہ رفقہ قیام نمودہ۔ عذر خواہی مصلیٰ ساخت۔ ذخیرہ الملک از باب پنجم گفتہ اند کہ چون ابو بکر را بخلافت نشانند و عمر را بخلافت نشانند و عثمان را بخلافت نشانند و چون امیر المؤمنین علی بنشست مجالس المؤمنین صفحہ ۳۰۲ صاحب خلاصہ آورده کہ اما ابتلائی شدید و بلائی مدید آں بود کہ در دیار مادر اء النہر ہاں جناب رسید تا بحدیکہ ہاں سبب جلالتی وطن در زید و حضرت دوازده سالہ بودند کہ بسلوک طریق حق توجہ نمودہ اند و در سن ہفتاد و سہ سال از دار فناءہ دایر بقاء رحلت فرمودہ اند۔ پس مدت توجہ آں جناب محضرت رب الارباب شصت و

یک سال بوده باشد و چون بنا بر وصیت جنازه مبارکش را بہ خندان محل وفات نقل فرمودند بنا بر بعد مسافت و دگری ہوا مردم را گمان آں بود کہ بوئی گیرد و چون تابوت را برداشتند تا مقصد بوئی مشک بدماغ حاملان میرسد۔ طیب المرقده۔ در باب ترویج ام کلثوم دختر حضرت علیؑ و چون مبالغہ عباس در اں باب از حد گذشت۔ آنحضرت از روئے اکراہ ساکت شدند تا آنکہ عباس از پیش خود ارتکاب ترویج او نموده عقد فرمود و کالت حضرت عباس کردہ الخ مجالس المؤمنین صفحہ ۷۸۔

اور تہذیب مستند کتب شیعہ میں ہے کہ قال عن محمد بن احمد یحییٰ عن جعفر عن محمد القمی عن القداح جعفر عن ابیہ علیہ قال سات ام کلثوم بنت علیؑ و ابنہا زید بن عمر الخطاب فی ماعہ واحدة ولا یدری ایہما ہلک قبل فلم نورث احدهما من الآخر و صلّ علیہما جمیعاً شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی شیعہ نے فی کتاب تہذیب عن حضرت امام جعفر قال کان یقول فی الدعاء اللہم صلّ علی رقیۃ بنت نبیک اللہم صلّ علی کلثوم بنت نبیک۔ بچہیں در کلینی و شرح تفصیل ونج البلاغت اظہار الہدیٰ و تحفۃ العوام۔ قال اللہ تعالیٰ رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبا یعونک تحت الشجرۃ خلفاء ثلاثہ برضوان حضرت ملک منان مشرف شدہ اند۔ پس سب ایشان جائز نیست۔ مجالس المؤمنین صفحہ ۷۷۔

ایضاً اولئک الذین ہدی اللہ فیہدہم اقلہ شک نیست کہ حضرت شیخین ذوی النورین ازین جملہ اند صفحہ ۴۵ و کشف الغمہ میں ہے کہ چودہ سواصحاب کی شان میں ہے کہ لقد رضى الله عن المؤمنين اذ يبايعونك الخ۔ جس میں بالاتفاق خلفاء ثلاثہ داخل ہیں۔ اور مجالس المؤمنین صفحہ ۴۴ میں ہے کہ در مرض الموت فرمود کہ ایتونی بقرطاس اکتب لکم شیئاً لا تصلوا العبدی و عمر بآں راضی نشدہ گفت ان الرجل غلبه الوجع و عتدنا کتاب اللہ حسبنا قال و من عندی۔ و ایں حدیث در اوائل صحیح بخاری الجواب ما ینطق عن الہوی ان ہو الا و حی یوحی ہے۔

ایضاً حضرت پیغمبر جمیع را مقرر ساختہ کہ ہمراہ اسامہ بسفری روند و بعضی ازاں جمع تخلف نمودند و بعرض حضرت رسیدہ آں حضرت مکرر مبالغہ فرمودند کہ جہودا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنه معہ ہذان بعض متابعت نکردند۔ براہو بکر حضرت فاطمہ را آزرده بود چنانکہ (صحیح بخاری مسطور است قعضب فاطمہ فخرجت عنه ولم تتکلم معہ حتی ماتت مجالس المؤمنین صفحہ ۴۴)

خلفاء ثلاثہ حقیقی خلافت کے لائق نہیں معہ چند ثبوت کے الجواب خامس آل عبا معصوم ہیں۔ بغض چہ کاراست اگر فاطمہ با ابو بکر قطع کلام فرمودی تو معصومیت نہیں رہتی ہیں۔ رشید الدین محمد بن شہر آشوب مازندرانی نے کتاب المناقب باب سیوم صفحہ

۳۰۲ فصل فی المسابقة بالزهره والقناعة المعروفون من الصحابة
 بالورع علی و ابو بکر و عمر و ابن مسعود و ابوذر و سلمان و عمار
 و المقداد و عثمان مظنون و ابن عمر و معلوم انّ ابا بکر توفی و
 علیه بیت مال المسلمین نیف و راهبون الف درهم و عهر مات و علیه
 نیف و ثمانون الف درهم و عثمان مات و علیه مالا یحصى کثرة. و
 علی مات و ترک الا سبعمة درهم فضلا عن عطائه اعداها لخدام۔
 ایضاً شهر آشوب مازند رانی صفحہ ۱۲۱ سطر ۲۳۔ مناقب ائمہ فلما دخل
 المدينة بعث اسامة بن زيد و امره ان یقصد حیث قتل ابوہ و جعل فی
 حبیشه و تحت رایتہ ابا بکر و عمر و ابا عبیدہ۔ مجالس المؤمنین صفحہ ۹۵۔
 یا بنی ہاشم انکم لطول الشجر طيبة اثم و نحن متبع لکم و بعد از مدتی
 کہ حضرت امیر و سائر بنی ہاشم از روی اکراہ بابی بکر بظاہر بیعت کردند و دست بردست
 اوزدند خالد و برادرش بمتابعت کردند۔ ایضاً صفحہ ۳۲۱ سطر ۳ چنانکہ در زمان عمر و علی
 معمول بود مراد از ان خلافت مجازیست نہ خلافت حقیقی۔ سیاق کلام او موہم ارادۃ
 خلافت حقیقی است۔ ایضاً صفحہ ۱۹۳ سطر ۲۹ پس چہ میگوئی در باب ظلمہ وزیر و فتنہ حرب
 جمل کہ بعمل درآوردند گفت ایشان توبہ کردند گفتم خبر حرب درایت است و حدیث توبہ
 روایت گفت مگر حاضر بودی در وقتی کہ آں مرد بصری از من سوال نمود گفتم آری گفت۔

ایضاً صفحہ ۳۴۱ از جملہ لطائف اوست آنچه در بعضی از مسائل قیصر روم نوشته و تفصیل آں
 این است کہ قیصر روم کتابتی پادشاہ مغفور فرستاد و در آنجا اعتراضات کردہ بود کہ چرا
 خلفائی ثلاثہ را لعن و دشنام میکند و چرا مردم شمارا سجدہ میکنند و حال آنکہ سجدہ غیر خدا را کفر
 است۔ و چون حضرت پادشاہ بجانب میرایشارہ فرمودند کہ جواب ان مختصر بنویسد در
 جواب مسئلہ اول نوشتہ کہ از خلفائے ثلاثہ از جملہ خادمان درگاہ جد بزرگوار مانند۔ شمارا با
 این وکالت فضولی چہ کار است۔

جواب دوم نوشت کہ مردم سجدہ مانے کنند بلکہ وقت ملاقات ما از رعایت
 مسرت سجدہ شکر خدائے تعالیٰ کردہ میگویند۔ شکر مر خدا میرا کہ این چنین پادشاہی شیعہ
 نواز سنی گذار را (نیز این امر شکوک را جرعت و دلیری نکر وہ اند)۔

ایضاً نقل است کہ در زمان سلطان شاہ اسماعیل ان اللہ برہانہ کہ مشائخ و
 محتسبان در ہر شہر مردم را تعلیم احکام شرعیہ بر طبق مذہب حق امامیہ نے زند و ہر کہ را از
 مخالفان میدانستند تکلیف لعن و بر آء نسبت بصحابہ ثلاثہ کہ غاصبان حق اہل بیت اند
 میمودند روزے داماد مولانا ئی مضطرب حال از در در آمدہ بخد مت مولانا عرض نمود کہ این
 جماعت مردم را تکلیف لعن خلفائے ثلاثہ میکند چہ کار کنم۔ مولانا گفت برو لعن کن کہ دو
 سہ عرب عامی جلف بودہ اند۔

ایضاً صفحہ ۴۸ در کتاب حدیثی از کتب شیعہ دیدہ کہ عائشہ در خدمت حضرت

امیر از حرب توبہ کردہ ہر چند حفیہ حرب متواتر است۔ اس توبہ مقبول باشد لکن اواز برائے حرب نباید کرد و اسہ علم بخقائق الامور۔ وهو یحکم بالحق یوم ینفخ فی الصور و آیہ کریمۃ الخبیثات للخیثات الزانی لا ینکم الا ذانیۃ او مشرکۃ و الذانیۃ لا ینکحها الا زان او مشرک۔ اور اظہار الہدیٰ صفحہ ۲۶۸ میں کہتے ہیں کہ طلاق دینا ازواج مطہرات کا حضرت رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کے اختیار میں کیا تھا۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے مالک طلاق امہات المؤمنین کا رسول اللہؐ کو بھی نہیں کیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا خدائے کریم نے لا یحل لک النساء من بعد و لا ان تبدل بہن من ازواج ولو اعجک حسنہن۔ ترجمہ: یعنی تمہارے واسطے عورتیں پیچھے سے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ کہ بدلے تو ساتھ ان کے بیبیوں سے اور اگرچہ ان کا حسن تجھ کو نہایت تعجب میں ڈالے۔ و لا ان تنکحوا ازواجہ من بعد ابداً ترجمہ اور یہ کہ نکاح کرو اس سے (پیغمبر کی عورتوں کو اس کے پیچھے کبھی) بلحاظ اس آیت شریف کے ازواج النبی امہات المؤمنین کے۔ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم و ازواجہ امہتہم یعنی نبی کو لگا وہ ایمان والوں سے زیادہ اپنی جان سے اور اس کی عورتیں ان کی مائیں ہیں۔ مجالس المؤمنین صفحہ ۲۸ آنکہ حضرت امیر باوجود کمال شجاعت در وقت بیعت مردم با خلفائے ثلاثہ بودند و منع نفرمودند۔

ایضاً در صدر صحیفہ معلوم شد و سب و لعن درو معتبر نیست و ایضاً آنچه از خبث و
 فحش در مادہ عائشہ کردند حاشا و ثم حاشا کہ ہرگز واقع باشد نسبت فحش با کافہ آدمیاں
 حرام است چہ جائے حرم حضرت پیغمبر۔ اتولّو و اتبرئو علیٰ محبّہم رحمۃ اللہ
 و علیٰ مبغضہم لعنۃ اللہ و هذا القدر اوسط لا افراط ولا تفريط۔



مدح حضرت سید محمد نور بخشؒ کے

نور اللہ شستری مجتہد شیعہ نے اپنی تصنیفی کتاب یعنی مجالس المؤمنین کے صفحہ ۳۰۳ میں اس طرح مرقوم ہے اور بہتر مذہب سے بھی بہتر بہ محمد درویش بارہ امام یہ مذکور صاحب (نور بخش) کی روش ہے۔ وحالات سید محمد نور بخش خاتم المجتہدین کے یہ ہیں کہ غوث المتاخرین و سید العارفین سید محمد نور بخش نور اللہ مرقدہ کو کبھی درخشندہ بود نور بخش دیدہ مرقبان طہمات غیبی و فروع افزائے بصیرت را صدان مراد و ارادت لا ربی در لباس سیاہ کہ سنت مشائخ ولایت دستگاہ او بود الخ

”بما ہتاب چہ حاجت شب تجلی را“

نسبت شریفیتش بہ ہفدہ واسطہ بحضرت امام موسیٰ کاظمؑ میرسد۔ مولد پدرش محمد بن عبد اللہ قطیف و مولد جدش لخصاست ولہذا در بعضی غزل ہائے لخصوی تخلص منماید و در بعضی نور بخش۔ پدر ان ایشان ہمیشہ اختصاص داشتہ اند بہ آنکہ در میانہ ایشان شخصی از اہل حال بعدہ مخدوف بود یا سالک و پدرش ترک وطن کردہ طریق تجربہ دو انقطاع پیش گرفت و بعزم زیارت امام الانس والجن علی بن علی بن موسیٰ الرضاؑ بہ خراسان توجہ فرمودہ۔ و بعد از ادراک شرف آستان بوسی آن روضہ متبرکہ در قصبہ قاین توطن و تامل اختیار نمود۔ حضرت میر سید محمد نور بخش نور اللہ مرقدہ در شہور سنہ خمس و تسعین در قاین متولد شدہ اند و در سن ہفت ساگی قرآن را حفظ نمودہ باندک فرصتی در جمیع علوم

(۱) نام موضع

متبحر گشتند و حضرت میر مرید خواجہ اسحاق ختلانی است کہ مرید سید علی ہمدانی بودہ و خواجہ بموجب خوابی کہ دیدہ بود حضرت میر را بہ نور بخش نمودہ۔ القصہ چوں بنا بر قابلیت والتعداد ذاتی کار میر باندک روزی در فقر سلوک تمام شد۔ خدمت خواجہ اسحاق خرقہ آخرین سید علی ہمدانی را بہ احوالہ کرد و بدست خود باد پوشانیدہ و بر مسند ارشاد نشاند و امور خانقاہ و جمیع سالکان را باد تفویض کرد و این مثل را بر ملا گفت کہ ما آرد بچستیم و فرمودند کہ ہر کہ را اداعیہ سلوک است بخدمت میر رجوع نماید کہ اگر چہ بظاہر او مرید ماست اما در حقیقت پیر ماست و حضرت میر در بعضی از اشعار خود باین معنی اشارہ کردہ است و فرمودہ شعر:

پیرم و مرید خواجہ اسحاق بہ شیخ شہید قطب آفاق

محمد بن حاجی محمد سمرقندی کہ از مریدان حضرت میر بودند در تذکرہ بیان احوال و مقامات آنحضرت نوشتہ کہ چوں بر خواجہ اسحاق از روئی کشف صحت شہادت و علو مرتبت میر ظاہر شد دست بیعت با و دادند و گفتند بیعت میکنم با فرزندان حضرت مصطفیٰ محمد نور بخش و این آیہ را خواند کہ اِنَّ الدِّينَ يَبَايِعُوكَ اَنْتَا يَبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَاَنْتَا يَنْكُثْ عَلٰى نَفْسِهِ و مَنْ اَوْفٰى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللّٰهُ فَاَسْوَتْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا دیگر این گفت کہ سر بازیم در و برگردانیم و ظاہراً این بیت نیز در آن وقت از مطلع خاطر انوارشان سرزده کہ شعر:-

غلام آن چنان عشقم کہ او وی توئے خون آید	معاذ اللہ کہ این سودمرا از سر بیرون آید
---	---

و از مریدان شیخ در آل روز دوازده کس بیعت کردند و گفتند کہ امروز بدیں عدد
 شریف اکتفاء میکنم۔ آنگاہ خوابہ از خانقاہ بیرون آمدند و باقی اصحاب و مریدان گفتند تا
 بیعت کردیم۔ شما چہ میکنید۔ گفتند ہر چہ حضرت خوابہ اشارۃ فرماید آخر ہمہ بیعت کردند
 مگر سید عبداللہ مشہدی کہ یکی از اصحاب خوابہ بود و او حاضر نبود پس عزیمت خروج
 کردند۔ نوربخش گفت حالیا استعداد این کار چنانکہ میباید بیست و باپادشاهی مثل شاہ
 رخ میرزا کہ بر ایران و توران و نہد و عرب و عجم مسلط است بے استعداد تمام مقامت
 نمی توان نمود۔ چون محقق شد کہ ایں امر اس مقدّرات الہی است۔ آخر آنچنانکہ
 مناسب باشد نظر ہو رخواہد آمد۔ خدمت خوابہ راضی نشد و گفت ایں زماں وقت ست از
 خروج انبیاء یاد باید آورد کہ ایشان را در وقت خروج ہیچ استعداد ظاہر نبود۔ القصہ در جمعہ
 چہار دہم ستم ست و عشرین و ثمانمائہ بکوبہ تبتی کہ از قلاع ولایت ختلان ست رفتند و
 خلق را دعوت کردند و چون جز بیعت کردن خوابہ با میر نوربخش بہ سید عبداللہ مشہدی
 رسید مکرر پرسید کہ خوابہ باو بیعت کرد۔ آنکس گفت آری بیعت کرد ما از او برکشتیم۔
 خوابہ در کوبہ تیری (۱) ہماں لحظہ از گفتار سید عبداللہ واقف شد و گفت درویشاں مرتد شد
 (دار قطنی تہرایہ) و ایں زماں خود را در صدر ارشاد میدارد بیعت بدست او باطل
 است۔ آخر بعضی از مفسدان سلطان بایزید را کہ از جانب میرزا شاہ رخ حاکم آل دیار
 بود از داعیہ خوابہ و میر واقف ساختند و او را پیش از آنکہ خوابہ و میر (شاہ سید) جمع شوند

بر سر ایشان بروند و ایشان را با جمیع از اعیان گرفته بجانب ہرات (۱) روانہ کردند۔ و صورت حال بہ میرزا شاہ رخ عرض داشت کردند۔ و چون خبر بہ میرزا رسید حکم کرد کہ خواجہ و برادر او جناب میر (شاہ سید) را ہماں جا تقبل آوردند۔ چنین گویند کہ ہماں لحظہ میرزا بہ مرتبہ درد شکم پیدا شد کہ مولانا حکیم الدین کہ از مقربان او بود و در علم طب نظیر نداشت از معالجہ عاجز ماندہ بود و دریں اثنا عرض رسانید کہ سیدی چنین کہ در عالم مثل خود ندارد و در زہد و تقویٰ و علم و ریاضت کمالات صوری و معنوی حکم بہ کشتن او کردہ اید این درد شمارا دوا بتغیر ان حکم است۔ فی الحال نشان فرستادہ کہ میر نور بخش را مقید بہ ہرات آرند و باقی را در ان جا قانی سازند و مقارن این حال درد شکم میرزا تسکین یافت و اورا تہمی حاصل شد۔ و چون قاصد بخ رسید خواجہ و میر و رفقای ایشان را از آن طرف بلخ رسانیدہ بودند ہم انجا خواجہ و برادر اورا شہید کردند و میر نور بخش را مقید بہ ہرات آوردند و چون از او کیفیت حال پرسیدند گفت قصد یکمویچ مسلمانے نکرده ایم و تیری بر روئے ہچکس نیندختہ ایم و با وجود ظہور این معنی مقید بحصار اختیار الدین فرستادند و مدت ہچدہ روز در چاہ آں حصار بود بعد از ہچدہ روز از چاہش بیرون آوردند و ہچنان مقید بہ شیراز روانہ کردند و از متعلقان خود جمعی را براو گماشتند کہ تا بسرحد ملک خود برسانند۔ چون شیراز گذاریدند بہ بہان کہ از مفاضات خورستان ست اورا در آنجا نگاہ میدارند و بعد از مدتے والی شیراز ابراہیم سلطان حکم کود کہ بند از پائی او بردارند و بگذارند کہ بہر کجا

خواہد برد و از آنجا بطرف شوستر و بصرہ روانہ شدند و از بصرہ مجلہ رفتند و مردم آنجا میر را وظائف خدمت گذاری بجا آوردند و از آنجا بہ بغداد و زیارت مشاہد متبرکہ توجہ نمودند پس از ان بہ کردستان فیلی و بختیاری آمدند و از ان جماعت طریقہ محبت و خدمتگاری بجا آورده از در بیعت رانابتہ درآمدند۔ امرا و اکابر انجا طریق انقیاد و اطاعت پیش گرفتند و مدتہ سکہ بنام روز دند و خطبہ بنام او خواندند۔ دیگر از انجا بکیلان آمدند و بعد از انجا بہ کردستان معاودت نمودند و درین وقت میرزا شاہرخ در آذربایجان بود۔ چون خبر وصول نیر بکردستان شنید با مرآئے آل حدود نوشت کہ ہر جا میر و توابع اورا دریابند بند کردہ روانہ اورا روئے میرزا سازند و باز حضرت میرزا گرفتہ باردوی میرزا شاہرخ بردند و میرزا بہ مجلس طلبیدہ با اوتعاب و تہدید بلغ نمود و چون بر حضرت میر مکشف شد کہ او عزیمت قتل میر نمودہ لاجرم بحکم الصرار محالایطاق من سنن المرسلین تنہا فرار نمودہ سہ شب و روز در کوہ ہائی ببرف بسرمی بردہ ماکول نیم یافت و راہ بابادانے نیمبرد۔ آخر الامر از انجا بہ خلخال آمد و الی آنجا اورا گرفتہ باوردی میرزا شاہرخ فرستاد۔ میرزا فرمود کہ اورا در چاہ کردند و بعد از پنچاہ و سہ روزانہ جلس بیرون آوردند و مقید بہ ہرات بروند۔ چون بہ ہرات رسیدند میرزا شاہرخ بحضرت میر فرمودند کہ روز جمعہ بر منبر باید رفت و از دعوی او بخلافت تہر اباید کرد۔ در آل مبالغہ بسیار کردند۔ حضرت میر سید محمد نور بخش ہچنان مقید بر منبر رفت و گفتند کہ ازیں فقیر سخی میگویند اگر گفتیم و نگفتیم کہ

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ
 (الاعراف: ۲۳) و فاتحه خواند و فرو آمد (۱) ازاں در جمادی الاول سنه اربعین و ثمانمائه
 بند از پائی او برداشتند و حکم کردند درس علوم رسمی گوید کثرت نخود راه نهد و دستار سیاه نه
 بندد - و مدتی چنان بود شاہرخ از و متوہم شدہ در پانزدہم رمضان حکم کرد کہ او تہمیز
 برند تا والی انجا اورا بر دم رساند - چون او بہ تہمیز رسید ازاں جا مکتوب بہ ہرات فرستاد و
 در آں مکتوب بود کہ تا اینجا رسیدیم صد ہزار مرد نیاز مند مشتاق صحبت رسیدند -
 یبریدون لیطفوا نور اللہ بافواہم واللہ متم نورہ ولو کرہ
 المشرکون - آنجا بند از پائے او برداشتند و چون بطرف روم رفتن را اشارہ و
 رخصت غیبی نبود بطرف شیروان رفتند و ازاں جا بہ کیلان و در انجا مدتی جمیعت و صفا
 بعبادت حق تعالی مشغول شدند مترصد اشارہ غیبی می بودند تا اینجا تلخیص آں چیز است
 کہ در تذکرہ مزید سمرقندی مذکور است و چنین از بعض نقاشینیدہ کہ حضرت میر بعد از
 فوت شاہرخ میرزا بولایت ری شہریار تشریف قدم میمنت اثر ارزانی داشتند و در آنجا
 توطن اختیار نمودہ - قریہ نفس کہ سولغانی نام دارد و احداث فرمودند و در انجا بہ عبادت و
 ارشاد اہل تعالی مے نمودند - در تاریخ سنہ تسع و ثمانین بروضہ رضوان خرامیدند در باغی کہ
 از مسجد ثلث ایشان در ان قریہ بود مدفون گردیدند - بعضی از ختلان - تاریخ وفات و ایام
 حیات رور ابراین وجہ بہ نظم آورده اند شعر:

آفتاب اوج دانش نورچشم اہل دید
 نوربخش جسم و جاں آں قہرماں مآدطین
 سال عمرش بود هفتاد و دو سال وفات
 ہشت صد و شصت و نہ ماہش ربیع الاولین
 چارہ زان ماہ رفتہ پچشنبہ چاشت گہ
 در گشت از عالم فانی ہما م العالمین

مخفی نہاند کہ جناب خواجہ اسحاق قدس سرہ کہ در اصل سید نیز بود و چوں خدمت
 سید محمد نور بخش بخدمت اور رسید و اثار رشد و نجات و انوار علم و ہمت و شجاعت در ناحیہ
 ہمت غیر دید۔ از روی درودین و محبت خاندان سید المرسلین بر آں شد کہ بطریق بعضی
 از اکابران سلف کہ بر متغلبان عباسی و غیر ہم خروج کردند۔ اونیز وسیلہ آغاز و گہ عالم
 را از لوث جود متغلبان زمان پاک سازد لا جرم جہتہ ترغیب سید محمد نور بخش را مہدی و
 امام نام و نہاد و در مقام تدبیر ظہور رو بروز در استاد و چوں تقدیر الہی بر خلاف آں تدبیر
 رفتہ بود۔ آن کار نجائے نرسید و خدمت پیر بدعویٰ مہدویہ و امثال آں کہ بنا بر مصلحت
 وقت مذکور شدہ بود متہم گردید و لہذا چنانچہ مشہور است اگر کسی از مریدان حضرت میر از
 مقولہ آں دعاوی چیزی ذکر می نمودہ خدمت شاہ قاسم ہم در حضور میر ایشاں را توبیخ
 مے فرمودہ و مے گفتہ کہ شما میر را بدنام می سازید و بالجملہ تشیع خدمت خواجہ و حضرت میر

سید محمد نوربخش و سلسله رفیقہ ایشان الی یومنا هذا اظهر الشمس و ابین من
الامس است بلکه در صدر این مجلس و مابعد آن سخنان بسیار آشنا از او بکار برده و تزکیہ
عقیدہ بعضی از اکابر را از تصریحات حضرت میرسند آورده ایم و بعضی ثقات شنیدہ ایم
کہ حضرت میردردار المؤمنین حلہ بخدمت شیخ اجل احمد بن فہد اطلی کہ در زمان خود از
اعاظم مجتہدان شیعہ امامیہ بودہ رسیدہ و در خوراء درس ایشان (نیز و سید محمد نوربخش)
مدتے بقرات فقہ و حدیث اشتغال دزدیدہ و رسالہ عقیدہ کہ باو (سید محمد نوربخش)
منسوب ست آورده کہ (اعتقادیہ و فقہ احوط و غیرہ) و الجہاد یعنی الاکبر
والاصغر لابد فی کل منهما عن امام ذکر حرّ عاقل مسلم عادل
عالم شجاع سخی تقی قریشی بل ہاشمی بل علوی بل فاطمی
فللجہاد الاصغر یکفی هذا القدر فی صفات الامام وللجہاد الاکبر
ینبغی ان یکون الامام ولیاً کاملاً فی مقامات الولاية من الاطوار
السبعة القلبیة والانوار المتنوّعة الغیبة والمکاشفات والمشاہدات
الی اخرہ۔

و در بحث نکاح از کتاب مذکور گفتہ کہ و اما النکاح المتعہ فهو نکاح
موقف بمهر حاضر صحیح سابغ شایغ فی دین الاسلام ولا خلاف
لاحد فی تحقیقہ فی زمان رسول اللہ و هو قبض ولم یغیرہ و من قال
تغیرہ کان بالاجماع فقد اخطاء لانّ کثیراً من اکابر الامۃ اثبتوه

والاجماع حقيقة مما كان بربا من الخلاف فاذا حكم حاكم ذو شوكة بامر ولم يقدر احد على خلافه خوفا من القتل او العراض لم يكن اجماعاً وانا ما مور " برف البدع عن الشريعة المحمدية و احياء ما في زمانه اخره عاقبت محمود باد بحق كمل اوليائه من الاقطاب والافراد والله اعلم بالصواب۔

مدعی خلافت خواجہ اسحاق خٹلانی است کہ او خلیفہ سلسلہ علی ہمدانی است۔
الحال در خراسان صوفیہ مے گویند و مریدان سید محمد نور بخش را کہ باتفاق خلیفہ خواجہ اسحاق خٹلانی بودند نور بخشیہ مے خوانند و میان مردان

سید عارف زاہد شاہ قاسم فیض بخش قدس سرہ خلف صدق سید محمد نور بخش و خلیفہ ارجمند دوست بحلیہ علم و زہد و تقوی متحلی بودند و وضع و شریف آن روز کار استمداد ہمت از باطن فیض بخش او نمودند و در تاریخ حبیب سیر مسطور است کہ شاہ قاسم در زباب فرخندہ نشان خاقان مغفور سلطان حسین میرزا از عراق بحر اسان تشریف آورده آن پادشاہ عالی شان در تکریم و تعظیم خدام ذوی الاحترامش مبالغہ فرمودند و میرزا بجیک دست ارادت در دامن متابعتش زده ہموارہ از باطن سیادت میانش اقتباس انوار سعادت مے نمودند و بعد از آنکہ میرا بجیک داعی حق را البیک اجابت گفتہ یافت شاہ بروفق حدیث حب الوطن من الایمان بصوب عراق شناخت و در ولایت ری متمکن گشتہ پر تو لطف و احسانش بروخبات ساکنان آنحد و دتافت و چوں شاہ دین پناہ لوائی

کشور کشائی برافراحت آن جناب را کما ینبغی مشغول مراجیم بیدریغ گردانیده
از سائر سادات عالم بہ مزید اکرام و انعام مستثنی و ممتاز ساخت و شاہ قاسم در دولت
ابدالاتصال در کمال فراغ بال اوقات نخستہ ساعات مے گذرانید تا در شہور سنہ نہصد و
ہشتاد و یک ندائی یائتہا النفس المطمئنة را بگوش ہوش شنید و متوجہ ریاض قدس
گردید۔ الشیخ الفاضل الموحداکامل شمش الدین محمد بن یحییٰ بن علی علاء الجیلانی
الاندلسی النور بخش قدس سرہ۔ اعظم و افضل و اکمل خلفائے حضرت سید محمد نور بخش
است۔ اگر جمیع سلسلہ نور بخشیہ بلکہ تمام سلسلہ علیہ ہمدانیہ بلکہ کافہ سلاسل صوفیہ بوجود او
افتخار کنند مے گنجد۔ باقی سلسلہ طیبہ مجالس المؤمنین نور اللہ شوستری شیعہ نے بڑے
اوصاف کے ساتھ مسطور ہے۔ اور پورا سلسلہ شجرہ پاک تحفہ قاسمی و در فلاح المؤمنین
میں موجود ہے۔ اور مجالس المؤمنین میں اس حدیث شریف کو استدلال اسی شکرہ مذکور
کے پاک نسبت ثبت فرمایا ہے۔ و قال مستغرق ثلث و سبعون فرقة لحنہم
فی النار الا واحدة کیونکہ ہر مذہب میں افراط و تفریط میں پڑے مگر فقہ احوط
اولہ میں سید محمد نور بخش صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ ان ارفع الاختاف من بین
ہذہ الامۃ (فی الاصول) الاولیٰ فی فروع و ابین الشریعة المحمّدیۃ
کما کان فی زمانہ۔

تُمِيتُ الْاٰخِرَ

غلط نامہ قائم الحق

یہ غلط نامہ کتاب ہذا کے اصلی نسخہ میں دیا ہوا ہے جو کہ اس میں تصحیح کیا گیا ہے۔

صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح	صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح
۱		الحقائق	احقاق	۳		انتہ	انتم
۳		اہلیتہ	اہلبیتہ	۱۷		ناچلیں	تاچلیں
۴		لعنة واللہ	لعنة اللہ	۳		یطبع	یطبع
۷		تسجرون	تسحرون	۵		ینحتم	ینختم
		الزبیر	الزبر	۶		نا	لنا
۲	۴	ر	د	۶		مو	مر
	۱۰	سر	ر	۱۰		مو	مر
	۱۱	یعتلع	یستطیع	۱۰		سے	شی
	۱۲	رحم	رحمه اللہ	۱۴		صو	فقو
		الاتساب	الاحساب	۱۶		مرض	مرضی
		الذین	الذین	۱۸		قال حق	قال احقاق
	۱۳	قائم	قائم	۳	۵	لوار	نور
	۱۶	لازم ہوا	لازم ہوا	۸		سوائے	ہوا
	۱۷	ایطال	ایطال	۱۴		ے	ہے
	۱۸	خیارونیم	خارونیم	۱۷		نے	کے
	۱۹	حاتم	حاتم	۱۰		سو	مو
	۲۰	مجتہد کی	مجتہد کی			لغیب	لغیوب
		کتاب					
۳	۹	دو میں	رد میں			حد	چپوش
		فعال	ضال	۷	۱	مسنة	سنة
	۱۰	تنبیہ ہو	تنبیہ نہ ہوا		۱	صلور	مسلم

صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح	صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح
۷	۷	ذئہ	زقہ	۱۸	۷	مکس	غلط
۹	۹	حق	حتیٰ	۸	۸	ل الو	ل والو
۸	۱۰	قرب	دور خمیں	۱۲	۱۲	ہر دیو	پردہ پو
۹	۱۰	مفسد	فرب	۱۶	۱۶	ولا الکبر	ولا ابر
۱۳	۱۳	تلا	مفسد	۱۷	۱۷	کے	لکھے
۱۳	۱۳	حصب	قلا	۱۷	۱۷	مرت	مرت
۱۴	۱۴	ہے	جفت	۱۷	۱۷	ابر	امیر
۱۰	۱۴	اختیار رکھتا	پ	۱۸	۱۸	مک کردار	نیک کردار
۱۴	۱۴	اج	اختیار رکھتا	۱۸	۱۸	مست	تحت
۱۱	۱۴	نکر	واج	۱۹	۱۹	تو	تو
۱۲	۱۴	جام	مکر	۱۹	۱۹	صب	صورت
۱۶	۲	بقال	حان	۲۰	۲۰	مسار	منشاء
۱۷	۱۶	بقال	یقال	۲۱	۲۱	فی الار	فی الارض
۱۷	۱۷	نقہ	فقہ	۲۱	۲۱	سح	بسبع
۱۷	۱۷	یشہ	یثینہ	۱۹	۴	لذن	اذن
۱۳	۱۷	کرڈالتے	کرڈالتے	۲۰	۲	چاہے اور	چاہے خدا اور
۱۷	۱۷	ہر	پ	۱۸	۱۸	سقدر	مقدر
۱۵	۱۲	مکو	مکور	۲۲	۱	میں	زمین
۱۶	۲	مہد	عہد	۷	۷	بعد	بعد
۵	۵	و	د	۱۵	۱۵	کے	لکھنے
۲۱	۲۱	الذین الا	الذین لا	۲۱	۲۱	علمک	علیت
۱۷	۱۴	ویدار	دیدار	۲۳	۱۲	کبی	کبیرا
۲۰	۲۰	خوب	حزب	۱۲	۱۲	دابہ	واہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳	۱۹	پڑھن	پڑھنا	۳۶	۲۱	موا	صحیح
۲۰	۲۰	اگر ایک	اگرچہ ایک	۳۷	۷	فرتوکی	فرضوں کی
۲۵	۱۱	نسجندہ	نہجینہ	۱۰	۱۰	سیوا	ہوا
۲۶	۲۰	کلد		۱۶	۱۶	خوشتکار	خوشتکار
۲۸	۷	پرس	پوش	۲۰	۲۰	ہبہ بھر	ہے یہ بھی
۲۹	۷	نیز دیگر	نزدیک	۲۱	۲۱	ذکرا	ذکر
۹	۹	ترہ بک	نزدیک	۳۸	۳	مشیء	شیء
۱۰	۱۰	بربر	برابر	۱۶	۱۶	دست	است
۳۳	۲۱	مہاگ	جراعت	۱۹	۱۹	ہو گیا	ہو گیا
۲۱	۲۱	ہہ	جو	۳۹	۱۹	بجکم	بجکم
۳۴	۱۰	جن	میں	۴۰	۱	ای	اس
۳۶	۱۱	مندہ	بندہ	۳	۳	الم	اللہ
۱۴	۱۴	گیبا	گیا	۴	۴	المبر	الخیر
۱۶	۱۶	وخل	دخل	۹	۹	روی	اس
۱۷	۱۷	دورخی	دوزخی	۱۴	۱۴	مقد	مقد
۱۹	۱۹	سو	ہو	۱۵	۱۵	دلاور	دلاور
۲۰	۲۰	اور مرے کے	اور اماموں سے	۲۰	۲۰	ملد	قدر مقدم
۲۰	۲۰	حوملہ جرہ	چونکہ شرط	۴۲	۱۰	مدا	خدا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۳	۱۱	نیوا		۵۶	۸	والسہاء	والسما
۴۴	۱۵	معہ	فقہ احوط	۶	۶	مفتیم	فیم
۴۵	۱۷	وما	وہاں	۵۸	۲	مد	حد
۴۶	۲۰	ومن	دہن	۵۹	۹	عق	تمنی
۴۷	۲۱	ما فہ	ماتہ	۱۰	۱۰	بہ	یہ
۴۸	۱	پر مارل سواہ	پر نازل ہوا	۱۲	۱۲	صادہ	صادق
عقبہ							
۴۹	۱۶	الولہانی	اللہ تعالیٰ	۱۳	۱۳	کتاب	کتب
۵۰	۶	حوکہ	حق کو	۱۴	۱۴	ماد	عالیہ
۵۱	۲۶	خسدا	خدا	۶۰	۳	بتلا ہونے	بتلانہ ہوئے
۵۲	۹	کوا زاد	جواوراد	۶۱	۱۴	موج کنی	فوج کشی
۵۳	۳	سدا	خدا	۲۱	۲۱	مسعد	سعید
۵۴	۶	من جہد	من یہد	۶۲	۱۰	مندر	دراز
۵۵	۱۸	حب	ہو	۲۰	۲۰	مفتو	صفوں
۵۶	۲۰	سرا	کیوں	۶۵	۱	مفسد	
۵۷	۵	ہمچو	یمحو	۷۰	۷	لا	
۵۸	۱۱	مد	خدا	۷۹	۲	ذکر چکا	ذکر کر چکا
۵۹	۱۵	دوکس	نہ بخش	۵	۵	ستر	شر
۶۰	۱۸	گفتہ		۵	۵	مصدر	مقرر

صفحہ سطر	غلط	صحیح	صفحہ سطر	غلط	صحیح
۸۳ ۱	سد	بعد	۹۸ ۷	کسر	بہر
۶ ۰	سعر	مقرر	۱۲ ۰	ں	نی
۹ ۰	بو	یو	۱۸ ۰	کو نہیں وہ	کوئی نہیں پردہ
۱۱ ۰	لمحصور	لمقصود	۱۸ ۱۰۳	دا	د
۱۶ ۰	مند	ندا	۲۱ ۱۰۴	من	ابن
۵ ۸۴	زور	زور	۲۱ ۱۰۵	سمن	لگن
۱۹ ۰	مصد	حا	۱۸ ۱۱۰	ببانہ	بہانہ
۲۱ ۰	حبفد	بتقد	۱۴ ۱۱۱	مفہ	مقلد
۸ ۸۷	پیو	پیوستہ	۱۴ ۰	کال	کامل
۱۹ ۰	مک	دفتیک	۱۲ ۱۱۷	تقضی	تقضی
۱۷ ۸۸	یا	ہار	۷ ۱۱۸	طن	ظن
۱۱ ۸۹	کہ	کو	۹ ۱۱۹	عصد	تحققہ
۱۷ ۰	بہ	یہ	۱ ۱۲۷	کو	
۱ ۹۲	سنا	منا	۱۲ ۱۳۲	بھیض	بیہیقی
۲۱ ۰	بتوت تا	ثبوت ہوتا	۹ ۱۳۵	انی	اتی
۱۹ ۹۳	سال	بیان	۱۶ ۱۳۹	سنو	متوضی
۲۱ ۰	ناصرہ	ناصرۃ	۵ ۱۴۶	فسمیہ	قسمیہ
۹ ۹۴	س	جولوگ	۵ ۰	فار	نماز

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۷	۱	تحصی	تحفی	۱۶۶	۱۷	السری	الیسری
۱	۱	بقراء	یقرء	۱۸	۱	لسرء	لسرئ
۲۱	۲۱	سوائے برا	سوائے برات	۱۶۹	۱۱	معجنا	
کے ساتھ							
۱۳۸	۲	سوائے		۱۳	۱	جماد	جماد
۱۳۹	۲۱	فی الر	فی الوتر	۱۹۳	۱۹	کہ بجائے	بجائے نماز ظہر
						لا در	نماز جمعہ
۱۵۰	۱۲	مصل	متصل	۲۰	۱	جائز ۱۰۰	جائز است ازاں
۱۹	۱۹	رہ	ابو	۲۱	۱	ک	کہ
۱۵۲	۱۵	انفی	از	۱۹۵	۱۵	وقت	دقت
۱۵۳	۱۸	المحتم	المجتہدین	۱۹۸	۱۹	کہ زارر	کہ مجاہد
۱۵۴	۱۱	عند	عبد	۲۱۱	۱۷	مردو	معروف
۱۵۵	۷	الدین	الیدین	۲۰	۲۰	ماں	عثمان بغیر
۱۳	۱۳	دنیا سے	دینار ہے	۲۱۳	۱۱	خو	جو
۲۰	۲۰	بدین	یدین	۲۱۵	۲	ملمہ	خلیفہ
۲۱	۲۱	احمعو	اجمعو	۱۴	۱۴	اصحب	اصحاب محمدؐ
۱۵۶	۸	اکبری	کبریٰ	۱۶	۱۶	مسی	حتیٰ يستحقو
۱۶۱	۶	اورسل	یونس	۲۱	۲۱	عثمان	عثمان
۲۱	۲۱	احل	اہل	۲۱۸	۳	کسکو	کسیکو